

HEC کے معیار کے مطابق

ISSN:2518-9794

ISSN:2518-9794

ششماہی علمی و تحقیقی مجلہ

جلد: ۵، شماره: ۹، جنوری۔ جون ۲۰۲۰ء

Vol:V, Issue:9 Jan-Jun 2020

# العرفان

(Biannual Abstracted Research Journal)

# AL-IRFAN



فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز اینڈ شریعہ  
منہاج یونیورسٹی، لاہور

Faculty of Islamic Studies & Shariah  
Minhaj University Lahore

[www.mul.edu.pk/crd](http://www.mul.edu.pk/crd)

ششماہی علمی و تحقیقی مجلہ

العرفان

جلد: ۵، شماره: ۹، جنوری۔ جون ۲۰۲۰ء

فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز اینڈ شریعہ، منہاج یونیورسٹی، لاہور

(ششماہی علمی تحقیقی مجلہ)

# العرفان

جنوری۔ جون ۲۰۲۰ء

جلد: ۵، شمارہ: ۹



## مجلسِ ادارت

چیئر مین سپریم کونسل، منہاج القرآن انٹرنیشنل، لاہور	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	سرپرست اعلیٰ
وائس چانسلر، منہاج یونیورسٹی، لاہور	پروفیسر ڈاکٹر ساجد محمود شہزاد	سرپرست
ڈین فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز اینڈ شریعہ، منہاج یونیورسٹی	پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا	مدیر اعلیٰ
پرنسپل، کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز، لاہور	ڈاکٹر ممتاز الحسن	مدیر
پرنسپل منہاج کالج فار ویمن، منہاج یونیورسٹی، لاہور	پروفیسر ڈاکٹر ثمرنا طمہ	نائب مدیر
چیئر مین شعبہ علوم اسلامیہ، منہاج یونیورسٹی، لاہور	ڈاکٹر شبیر احمد جامی	معاون مدیر برائے اردو
چیئر مین شعبہ عربی، منہاج یونیورسٹی، لاہور	ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی	معاون مدیر برائے عربی

فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز اینڈ شریعہ، منہاج یونیورسٹی، لاہور

0321-4457966, 03344053291

E:mail:alirfan@mul.edu.pk

## مجلس مشاورت (بین الاقوامی)

۱. الأستاذ الدكتور محمد عبد الرحيم البيومي، عميد كلية أصول الدين، جامعة الأزهر، زقازيق، مصر
۲. الدكتور بان حميد الراوي، رئيس قسم علوم القرآن، كلية التربية للبنات، جامعة بغداد، عراق
۳. الدكتور غلام محمد قمر الأزهرى، أمريكة
۴. پروفیسر ڈاکٹر شاہ کوثر مصطفیٰ، یونیورسٹی آف ڈھاکہ، بنگلادیش
۵. پروفیسر ڈاکٹر در مش بلگر، استنبول یونیورسٹی، ترکی
۶. پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد سلیم، برطانیہ
۷. ڈاکٹر محمد رفیق حبیب، گلاسگو، برطانیہ
۸. ڈاکٹر حافظ منیر، برطانیہ
۹. ڈاکٹر محمد یعقوب بشوی، المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی، قم ایران

## مجلس مشاورت (قومی)

۱. پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، چیئرمین ہجویری چیئر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
۲. پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز، ڈائریکٹر، شیخ زید اسلامک سنٹر، کراچی یونیورسٹی، کراچی
۳. پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد
۴. پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک، صدر شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
۵. پروفیسر ڈاکٹر سلطان شاہ، ڈین علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، لاہور
۶. پروفیسر ڈاکٹر عبد الحمید خان عباسی، شعبہ عربی و اسلامک سٹڈیز، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
۷. پروفیسر ڈاکٹر محمد عبد اللہ، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
۸. ڈاکٹر حافظ محمد سجاد، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
۹. ڈاکٹر شمس الرحمن، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد
۱۰. ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، اسسٹنٹ ڈائریکٹر اقبال اکادمی، ایوان اقبال، لاہور
۱۱. ڈاکٹر ظہور اللہ الازہری، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف لاہور
۱۲. ڈاکٹر عاطف اسلم راؤ، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، کراچی یونیورسٹی

## تعارف شرکاء

محمد افضل	پی ایچ ڈی اسکالر، دی یونیورسٹی آف لاہور
ڈاکٹر محمد نواز الحسنی	پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور
ڈاکٹر نعمان انوار	شریحہ بورڈ ممبر، گلوبل حلال سروسز، پاکستان
حافظ وقاص خان	سینئر لیکچرار، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد
نادیہ عالم	پی۔ ایچ۔ ڈی اسکالر، دی یونیورسٹی آف لاہور
محمد شفیق	پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور۔
ڈاکٹر غلام حسین	ایلیمنٹری ٹیچر، دلہکے مہار، بصیر پور (اوکاڑہ)
ڈاکٹر احمد سعید راشد	اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ میونسپل ڈگری کالج، فیصل آباد
سید محمد رحمان الحسن گیلانی	پی ایچ ڈی اسکالر، لاہور یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر مفتی محمد اسماعیل خان	اسسٹنٹ پروفیسر، اسلامک سٹڈیز، مانسہرہ
ڈاکٹر محمد تاج الدین	سینئر ریسرچ اسکالر، (FMRD) منہاج یونیورسٹی، لاہور
عبد الجبار قمر	پی ایچ ڈی اسکالر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر اشتیاق احمد گوندل	ایسوسی ایٹ پروفیسر، شیخ زاہد اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر منظور احمد الازہری	ایسوسی ایٹ پروفیسر، اسلامک سٹڈیز، ہائی ٹیک یونیورسٹی، ٹیکسلا
ڈاکٹر علی اکبر الازہری	ایسوسی ایٹ پروفیسر، اسلامک سٹڈیز، گیریشن یونیورسٹی، لاہور
محمد اقبال	پی۔ ایچ۔ ڈی اسکالر، منہاج یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر فیض اللہ بغدادی	اسسٹنٹ پروفیسر، منہاج یونیورسٹی، لاہور
حافظ ذوالفقار احمد	پی۔ ایچ۔ ڈی اسکالر، منہاج یونیورسٹی، لاہور
محمد موسیٰ	ایم۔ فل اسکالر، UMT، لاہور

## فہرست مقالہ جات

صفحہ نمبر	مقالہ نگار	عنوانات
	مدیر اعلیٰ	اداریہ
01	محمد فضل / ڈاکٹر محمد نواز الحسنی	عالم اسلام کا تجارتی اشتراک اور حائل رکاوٹیں
22	ڈاکٹر نعمان انوار / حافظ وقاص خان	غیر مسلم ممالک سے درآمد اشیاء اور حلال سرٹیفیکیشن کی ضرورت و اہمیت
36	نادیہ عالم	غذائے نبوی ﷺ میں دودھ کا استعمال اور جدید علم غذائیت میں اس کی افادیت
59	محمد شفیق / ڈاکٹر غلام حسین	لفظ زیور کے معنوی و شرعی اطلاقات
87	ڈاکٹر احمد سعید راشد / سید محمد رحمان الحسن گیلانی	”الشمامة العنبرية من مولد خير البرية“ میں بیانِ معجزات
105	ڈاکٹر مفتی محمد اسماعیل خان / ڈاکٹر محمد تاج الدین	علم اسناد و جرح کی تاریخ و ارتقاء
123	عبد الجبار قمر / ڈاکٹر اشتیاق احمد گوندل	مسلم فکر کے احیاء میں امام غزالی کا کردار
136	الدكتور منظور أحمد الأزهرى / الدكتور علي أكبر الأزهرى	أولويات الإنفاق اللازم في النظام الاقتصادي الإسلامي
156	محمد إقبال الدكتور فيض الله البغدادي	القواسم المشتركة والمختلفة بين رسالة الغفران للمعري ورسالة الخلود لمحمد إقبال
1	Hafiz Zulfiqar Ahmad/ Muhammad Musa	Islamic Hijrah Law a Guideline for Modern Law

**نوٹ:** ادارہ مقالہ نگار کے پیش کئے ہوئے حقائق کی ذمہ داری قبول کرنے کا پابند نہیں ہوگا۔

### زرتعاون

اندرون ملک قیمت: 300 روپے فی شمارہ / 500 روپے سالانہ

بیرون ملک قیمت: 30 ڈالر فی شمارہ / 50 ڈالر سالانہ

## Author Guidelines

### مقالہ نگاران سے ضروری گزارشات

- ۱۔ ”العرفان“ میں قرآن و حدیث، سیرت النبی، تصوف، فقہ، تقابل ادیان، اسلامی فلسفہ اور اسلامی تہذیب و تمدن سے متعلقہ موضوعات پر اردو، عربی، اور انگریزی زبان میں علمی و تحقیقی غیر مطبوعہ مقالات شائع کئے جاتے ہیں۔ تاہم جدید طرز کے موضوعات قابل ترجیح ہوں گے۔
- ۲۔ علمی مقالہ پہلے کسی مجلے میں شائع نہ ہوا ہو اور نہ ہی اشاعت کیلئے کہیں اور جمع کرایا گیا ہو۔
- ۳۔ تمام مقالات A-4 سائز کے کاغذ پر (M.S Word) میں ایک جانب بغیر اغلاط کے کمپوز کروا کر بھیجے جائیں۔
- ۴۔ تحقیقی مقالہ مآخذ و مصادر سمیت 6000 سے 7000 الفاظ پر مشتمل ہو۔
- ۵۔ تحقیقی مقالہ Microsoft word میں کمپوز کیا گیا ہو، جس میں اردو عبارت کے لئے Jameel Noori Nastaleeq استعمال کیا گیا ہو، جبکہ عربی عبارت کے لئے Traditional Arabic استعمال کیا گیا ہو اور انگریزی کے لئے Times New Roman استعمال کیا جائے۔
- ۶۔ عنوان کا فونٹ سائز 25، سب ہیڈنگز (Sub Headings) کا سائز 18، متن کا فونٹ سائز 14 ہو، جبکہ فٹ نوٹ (Foot Note) کا سائز 12 ہوگا۔
- ۷۔ مقالہ میں درج شدہ تمام حواشی و حوالہ جات (Auto Arrange) ہوں اور مقالہ کے فٹ نوٹ (Foot note) میں ہی درج کیے جائیں۔
- ۸۔ مقالے کے آغاز میں انگریزی میں خلاصہ (Abstract) لازماً لکھا جائے جو 150 الفاظ سے زیادہ نہ ہو۔ علاوہ ازیں Abstract کے ساتھ Keyword بھی لکھے جائیں۔
- ۹۔ مقالہ نگار اپنے نام کے انگریزی ہیجے، موجودہ عہدہ، نیز مکمل پتا اور رابطہ نمبر بھی ارسال کرے۔
- ۱۰۔ حوالہ جات میں Edition Format APA6th سٹائل کو مدنظر رکھا جائے۔ نیز حوالہ جات اور مآخذ و مصادر مقالے کے آخر میں فراہم کئے جائیں۔
- ۱۱۔ مقالہ نگار زبان کی صحت اور اسلوب نگارش کے حسن کو پیش نظر رکھے۔

۱۲۔ انگریزی مقالے میں شامل غیر انگریزی الفاظ کو لکھتے وقت (Transliteration) کے لیے ”العرفان“ مجلہ کے جدول کو مد نظر رکھا جائے۔ اسی طرح اردو مقالے کے انگریزی خلاصے میں شامل غیر انگریزی الفاظ کی نقل حرفی کے لیے بھی مذکورہ جدول کو مد نظر رکھا جائے۔

۱۳۔ مقالے کی Soft copy بذریعہ e-mail یا CD میں اور Hard copy میں بھی مہیا کی جائے۔

۱۴۔ مقالے کا عنوان جدید نوعیت کا ہو جس کے نتائج سے معاشرہ مستفید ہو سکے۔

۱۵۔ مقالے کی ریسرچ کے جملہ اہداف اور تقاضوں کو پورا کرتا ہوا نظر آئے۔

۱۶۔ دوسری زبانوں (عربی اور انگلش) کی غیر مروجہ اصطلاحات بریکٹ کی صورت میں دی جائیں۔

۱۷۔ صفحہ کا مارجن دائیں ”0.75“، بائیں ”0.75“، اوپر ”1“، نیچے ”0.75“ ہو۔

۱۸۔ ادارہ ہر مقالہ نگار کو شائع شدہ مجلہ کی ایک اعزازی کاپی فراہم کرے گا۔

۱۹۔ العرفان میں چھپنے کے لئے بھیجے گئے مقالے کی Evaluation اور Plagiarism Report کے مراحل میں اگر کوئی تبدیلی ضروری ہوئی تو مقالہ نگار کو مذکورہ بالا دونوں رپورٹس کے مطابق مقالے میں اصلاح کے لئے زحمت دی جائے گی۔

کتاہت مقالے کے دوران آیات قرآنیہ کو پھول دار بریکٹس ﴿﴾ اور احادیث و اقوال کو (Inverted Commas) میں اندراج کیا جائے گا، نیز مقالے کے دوران حوالہ جات کے اندراج کے لیے درج ذیل اسالیب کو اپنایا جائے گا:

قرآن کا حوالہ: سورۃ بقرہ، 56/2

حدیث کا حوالہ: بخاری، محمد بن اسماعیل، (1408ھ)، الصحیح، دار الفکر العربی، بیروت، لبنان۔ ج 1، ص 34، رقم: 109

کتاب کا حوالہ: یزدانی، ڈاکٹر خواجہ حمید، (2004ء)، شرح اسرار و رموز، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان۔ ص 45

مجلہ کا حوالہ: اوج، ڈاکٹر محمد شکیل، نکاح و طلاق میں زوجین کے حقوق کا تعین، ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، (انڈیا)، دسمبر، 2010ء،

ص: 432

<https://dorar.net/article/1716>

آن لائن دستاویز کا حوالہ:

## اداریہ

سب تعریفیں اس ذاتِ اقدس کے لیے ہیں جس نے انسان کو قلم کے ذریعے علم کی نعمت عطا فرمائی۔ علم کا قلم کا یہی باہمی تعلق تجدید و احیائے اسلام کا راستہ ہموار کرتا رہا ہے۔ یہ علمی کاوشیں تا قیامت انسان کا منصب بھی ہے اور اس کی ذمہ داری بھی۔ ”العرفان“ کا تازہ شمارہ اہل فکر و نظر کی خدمت میں انہی قلمی اور تحقیقی کاوشوں کا چھوٹا سا ہدیہ ہے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ ”العرفان“ کے صفحات پر آپ کے لیے روایتی اور تخلیقی تحقیق کے ذریعے معاصر چیلنجز کو زیر بحث لایا جائے۔ ذیل میں مضمولات مجلہ کا اجمالی تعارف پیش خدمت ہے۔

➤ اس شمارے کا پہلا مقالہ ”عالم اسلام کا تجارتی اشتراک اور حائل رکاوٹیں“ مضمون نگار کی ایک اجتہادی کاوش ہے جس میں محقق نے مسلمانوں کی معاشی ترقی میں حائل رکاوٹوں میں سے ایک اہم رکاوٹ کی طرف متوجہ کرنے کی نہایت کامیاب کاوش کی ہے۔ جب پوری دنیا ایک گلوبل ویلج بن چکی ہے اور عالمی ماحولیاتی ادارے پوری دنیا کی معیشت کو اپنے کنٹرول میں کرنے جارہے ہیں مگر ان کی ناک کے نیچے تیسری دنیا کے غریب ایشیائی اور افریقی ممالک میں اب بھی بھوک اور افلاس موجود ہے۔

➤ مجلہ کا دوسرا مضمون ”غیر مسلم ممالک سے درآمدی اشیاء اور حلال سرٹیفیکیشن کی ضرورت و اہمیت“ بھی جدید ترین معاشی موضوعات میں شامل ہے۔ مسلمان ممالک اور معاشروں میں حلال و حرام میں تمیز ایک بنیادی فریضہ ہے۔ اس وقت بہت سی اشیاء درآمد ہو رہی ہیں جن میں حرام اشیاء کی ملاوٹ ہے۔ یا پھر ان کی تجارت جائز اور حلال نہیں۔ ایسے میں شرعی نقطہ نظر سے ان کی چھان بین اور فنی تجزیہ کے بعد تجارتی اداروں کی رہنمائی ہونی چاہیے۔ منہاج نیورسٹی میں ایک شعبہ مستقل طور پر اس مقصد کے لیے سرگرم عمل ہے۔ یہ آرٹیکل اس شعبے کی اہمیت کو بھی مزید واضح کر رہا ہے۔

➤ سیرت طیبہ جہاں دیگر معاملات میں ہمارے لیے رہنمائی مہیا کرتی ہے وہاں خوراک اور غذاؤں میں بھی ہم اسوہ رسول اکرم ﷺ سے روشنی حاصل کر سکتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی پسندیدہ غذاؤں کا استعمال بلاشبہ مسلمانوں کے لیے سعادت اور سنت کی حیثیت رکھتا ہے۔ زیر نظر مقالہ ”غذائے نبوی میں دودھ کا استعمال اور جدید علم غذاہیت میں اس کی افادیت“ ایک اہم تحقیق ہے جس میں محقق نے عرق ریزی سے دودھ سے بنی اشیاء کے فوائد کو جدید علم غذاہیت کی روشنی میں زیر بحث لایا ہے۔



- مجلہ میں شامل چوتھا مضمون ”لفظ زیور کے معنوی اور شرعی اطلاقات“ دراصل روزمرہ کی سماجی ضرورت و اہمیت پر ہے جو محقق کی مصنوعی زیور پر (PhD) کی ریسرچ میں سے ایک حصہ ہے۔
- پانچواں آرٹیکل نواب صدیق حسن خان کی کتاب ”الشمامة العنبرية“ میں بیانِ معجزات سے متعلق ہے۔ اس مضمون میں اُن کا عقیدہ اور مسلکِ محبت واضح ہو رہا ہے۔
- چھٹے مضمون میں محقق نے ”علم اسناد و جرح کی تاریخ و ارتقاء“ پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ حدیثِ نبوی ﷺ کا ایک اہم موضوع ہے جو مسلمانوں کے پاس بجا طور پر فخریہ دستاویزات اور تاریخ کا حامل ہے۔
- ساتویں مضمون کے مصنف نے معروف مفکر صوفی اور متکلم امام محمد غزالی نے سفرِ علم و تحقیق پر روشنی ڈالی ہے، خصوصاً ان کی حیاتِ مبارکہ کا فلسفیانہ اور بعد ازاں صوفیانہ دور جس میں امام غزالی نے فلسفے کو گمراہی اور اہل تصوف کو کامیابی کی سند قرار دیا ہے۔
- آٹھواں مضمون عربی زبان میں ہے جس میں انفاق فی سبیل اللہ کی ترجیحات اور صدقاتِ واجبہ کی معاشی اور معاشرتی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
- اسی طرح بقیہ دو مضامین میں بھی عربی اور انگریزی زبان میں نئے موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اہل علم و فکر ہماری اس کاوش کو سراہتے ہوئے مناسب رہنمائی سے بھی نوازیں گے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا

مدیر اعلیٰ، ششماہی العرفان

# عالم اسلام کا تجارتی اشتراک اور حائل رکاوٹیں

(دور جدید کی آزاد تجارت کے تناظر میں)

## Trade cooperation in the Muslim World and apparent obstacles

[in the context of modern free trade]

☆ محمد افضل

☆ ☆ ڈاکٹر محمد نواز الحسنی

### ABSTRACT

The present research paper explained that the absence of joint trade is the basic reason of the backwardness of the Muslim world. The whole world is divided into different trading blocs and has set up joint trade markets. European nations started developing trade alliances in the mid-20th century. In this way not only a number of free trade agreements were made but also joint trade markets were established. The method used for the present research was descriptive and qualitative. The review of literature revealed that at present the Muslim world has no joint trade market nor any commonwealth as a trading bloc. Moreover, the mutual trade of the Islamic world (that is, the 57 members of the OIC) is on a miniscule level. If the countries of western and eastern Europe can agree upon the creation of the European Union following long and destructive wars, if America, Canada and Mexico can form NAFTA, if twenty one African countries can form an alliance of COMESA, if trade organizations like ASEAN and SAARC can work in partnership in Asia, why cannot the Muslim community form an economic and trade bloc? The formation of an economic trade alliance of the Muslim nation is the need of the hour. It is obligatory for the Muslim world to overcome the hurdles in the way of setting up a joint trading bloc. For this purpose, the Muslim world must pool up its efforts for motivating the OIC to join hands, so that the Muslim world could realize economic stability and it could save itself from the exploitative world economic forums.

**Keywords:** joint trade market, free trade agreements, commonwealth, Muslim community, mutual trade

☆ بی ایچ ڈی سکالر، دی یونیورسٹی آف لاہور

☆ ☆ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور

اس وقت پوری دنیا اپنے معاشی و اقتصادی احياء کے لیے مختلف بلاکوں اور مشترکہ منڈیوں کو تشکیل دے چکی ہے۔ یورپی اقوام نے بیسویں صدی کے وسط میں ہی اپنی تمام تر دشمنیاں بھلا کر فری ٹریڈنگ کلچر کی بنیاد پر وسیع البنیاد تجارتی اتحاد پر کام شروع کر دیا تھا۔ اس کے نتیجے میں براعظم یورپ کے ۲۷ ممالک نے یورپی یونین (European Union) کی صورت میں اقتصادی و سیاسی اتحاد قائم کیا۔ اس کے برعکس مسلم دنیا آج تک کوئی مشترکہ تجارتی منڈی (Common trade market) یا اقتصادی بلاک (Economic block) قائم نہیں کر سکی۔ اگر مغربی اور مشرقی یورپ کے ممالک دو طویل اور تباہ کن جنگوں کے بعد یورپی یونین (European Union) پر متفق ہو سکتے ہیں، امریکہ، کینیڈا اور میکسیکو نافتا (NAFTA) بنا سکتے ہیں، ۲۱ ممالک کا افریقی اتحاد 'کومیسا' (COMESA) بن سکتا ہے، ایشیا میں آسیان (ASEAN) اور سارک (SAARC) بن سکتی ہے، تو عالم اسلام کا مشترکہ تجارتی بلاک کیوں نہیں بن سکتا؟ یہ امر امت مسلمہ کے لیے ایک لمحہ فکریہ ہے۔ اس مضمون میں عالم اسلام کے تجارتی اشتراک سے متعلق ان امور کو زیر بحث لایا جائے گا کہ مسلم ممالک میں کیسے تجارتی اشتراک معرض وجود میں آسکتا ہے اور اس اشتراک کے ذریعے مسلم دنیا کس طرح ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتی ہے:

### تجارتی اشتراک سے متعلق اسلامی تعلیمات

امت کے عظیم ترمفاد کے لیے لازم ہے کہ تمام مسلم ممالک اپنی جغرافیائی حدودوں اور فاصلوں کے باوجود تجارتی اشتراک پر سنجیدگی سے غور کریں۔ قرآن حکیم نے اس حوالے سے اصولی راہنمائی فراہم کرتے ہوئے دنیا کے تمام مسلمانوں کو 'أُمَّةً وَاحِدَةً' فرما کر ایک امت اور ایک برادری قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ﴾<sup>(۱)</sup>

”اور بے شک یہ تمہاری امت ہے ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو مجھ سے ڈرا کرو۔“

اسی طرح سورہ الحجرات کی آیت **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ**<sup>(۱)</sup> میں بھی یہی پیغام ہے کہ تمام مسلمان سماجی و اقتصادی الغرض ہر سطح پر اتحاد و یکجہتی کا مظاہرہ کریں تاکہ امت کو قوت و استحکام نصیب ہو۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو باہم ایک دوسرے کے لیے ”بنیاد“ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

”إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا“ (۲)

”بے شک ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے بنیاد کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو طاقت پہنچاتا ہے۔“

ساری دنیا کے مسلمان ایک دوسرے کے لیے اُمَّةً وَاحِدَةً اور الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ کی عملی تصویر صرف اسی وقت بن سکتے ہیں جب وہ عبادات کے ساتھ معاملات یعنی معیشت و تجارت میں بھی اخوت و وحدت کا مظاہرہ کریں۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ اسلامی برادری اس وقت تک کَالْبُنْيَانِ اور كَمَثَلِ الْجَسَدِ (۳) کا عملی مظاہرہ نہیں کر سکتی جب تک وہ یورپی یونین (European Union) اور NAFTA (۴) کی طرح تجارتی اشتراک تشکیل دے کر ہر کسی قسم کی تجارتی پابندیاں ختم نہیں کرتی۔ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ (۵) کے حیات آفریں تصور کا عملی اظہار اُس دن ہو گا جب مسلم دنیا کی پیداوار اور اشیاء بلا روک ٹوک عالم اسلام کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک منتقل ہوں۔

### تجارتی اشتراک سے متعلق اہل علم کی آراء

عالمی اقتصادی رجحان کو دیکھتے ہوئے تقریباً تمام طبقہ ہائے فکر کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اس وقت کوئی ملک یا خطہ دنیا سے الگ تھلگ ہو کر اقتصادی ترقی نہیں کر سکتا۔ آج امریکہ اور یورپ جیسے اقتصادی پاور ہاؤس (Economic powerhouse) بھی مجبور ہیں کہ وہ ارد گرد کے ممالک سے تجارتی اشتراک قائم کریں۔ اس تناظر میں مسلم دنیا کا ایک وسیع البنیاد تجارتی اشتراک نہایت ناگزیر ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (۲۳ھ) کا یہ سرکاری فرمان مسلم ریاستوں کے

(۱) سورة الحجرات، ۴۹/۱۰۔ ”(بات یہی ہے کہ (سب) اہل ایمان (آپس میں) بھائی ہیں۔)“

(۲) بخاری، الجامع الصحیح، ج ۱، ص ۱۸۲، رقم: ۴۶۷۰۔

(۳) بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، (۱۹۸۷ء)، الصحیح، دار القلم، بیروت، لبنان، ج ۵، ص ۲۳۳۸، رقم: ۵۶۶۵۔

(۴) امریکہ، میکسیکو اور کینیڈا نے اب جنوری 2017ء سے NAFTA کی جگہ USMCA یعنی United States–Mexico–

Canada Agreement کے نام سے نیا معاہدہ کر لیا ہے۔

(۵) بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، (۱۹۸۷ء)، الصحیح، دار القلم، بیروت، لبنان، ج ۲، ص ۸۶۱، رقم: ۲۳۱۰۔

باہن تجارتی اشتراک کے لیے مشعل راہ ہے جس میں آپ ﷺ نے دیگر خطوں کے تاجروں کو پُرکشش مراعات دیتے ہوئے فرمایا:

”أَيُّمَا جَالِبٍ جَلَبَ عَلَى عَمُودِ كَبِدِهِ فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ فَذَلِكَ ضَيْفٌ عُمَرُ فَلْيَبِيعْ كَيْفَ شَاءَ اللَّهُ وَيُمْسِكْ كَيْفَ شَاءَ اللَّهُ“ (۱)

”جو تاجر خون پسینہ ایک کر کے، گرمی اور سردی برداشت کر کے ہمارے ملک میں غلہ لائے وہ عمر کا مہمان ہے۔ پھر جیسے اللہ چاہے اپنے غلہ کو بیچے اور جیسے اللہ چاہے اسے روکے (ریاست اس میں مداخلت نہیں کرے گی)۔“

اس سرکاری فرمان کے بعد جو تاجر (موجودہ دور کی اصطلاح میں تجارتی اتحاد کے رکن ممالک) بھی اسلامی ریاست کی منڈیوں میں باہر سے مال لے کر آتے تو وہ ریاستی مہمان ہوتے۔ ذیل میں مسلم دنیا کے تجارتی اتحاد کے حوالے سے چند اہل علم کی آراء درج کی جاتی ہیں:

۱۔ تجارتی اشتراک سے معاشی سطح پر مفادات کے حوالے سے ڈاکٹر نور محمد غفاری لکھتے ہیں:

”وحدتِ اُمت کا پاکیزہ درس امت مسلمہ کو اس حقیقت کی تبلیغ کرتا ہے کہ تمام ممالک اسلامیہ اور ان کے مختلف شہر دراصل ایک ہی وحدت کی کڑیاں ہیں۔ ان کی مختلف پیداواریں اور مصنوعات تمام عالم اسلام کے لیے افادیت کی چیزیں ہیں اور فاضل عاملین پیداکنش (Factors of production) اور ذرائع پیداوار ان بلاد اسلامیہ کے درمیان بلا روک ٹوک منتقل ہوتے رہیں اور اس طرح تمام ممالک اسلامیہ کے مکینوں کی ضروریات زندگی باسانی اور بافراوانی پوری ہوتی رہیں۔“ (۲)

۲۔ مسلم دنیا کے تجارتی اتحاد اور مشترکہ تجارتی منڈی کی اہمیت کے بارے میں ڈاکٹر حسین محی الدین قادری لکھتے

ہیں:

(۱) مالک، مالک بن انس اصحیح، (۱۴۰۶ھ)، الموطا، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان۔ ج ۲، ص ۶۵۱، رقم: ۱۳۲۔

(۲) نور محمد غفاری، ڈاکٹر، (۱۹۸۶ء)، اسلام کا قانون تجارت، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لاہور، پاکستان۔ ص ۱۹۲۔

”آج مسلم ممالک کے مابین معاشی اتحاد ناگزیر ہو چکا ہے۔ مسلم ممالک اپنی مشترکہ تجارتی منڈیاں (Common Trade Markets) قائم کریں۔ اس سے نہ صرف غریب ملکوں کی معاشی حالت بہتر ہوگی بلکہ اسلامی ممالک کا معاشی بلاک بننے کی طرف بھی پیش قدمی ہوگی۔“<sup>(۱)</sup>

۳۔ مسلم دنیا کے حکمران بھی وقتاً فوقتاً باہمی تجارت کے فروغ کے لیے ماحول سازی کرتے رہتے ہیں۔ پنجاب کے سابقہ چیف منسٹر ایم ایم شہباز شریف نے باہمی تجارتی اشتراک کی ترغیب دیتے ہوئے کہا:

“Muslim countries should promote mutual trade and economic cooperation and lay the foundation of Islamic international market which should be based on the universal Islamic principles of trade. Islamic countries could make rapid progress through benefiting from each others' experiences, skills and technology”<sup>(2)</sup>

”مسلم ممالک کو چاہیے کہ وہ باہمی تجارت اور معاشی تعاون کو فروغ دیں اور ایک ایسی اسلامی بین الاقوامی مارکیٹ کی بنیاد رکھیں جو تجارت کے آفاقی اسلامی اصولوں پر استوار ہو۔ اسلامی ممالک ایک دوسرے کے تجربات، مہارت اور ٹیکنالوجی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تیزی سے ترقی کر سکتے ہیں“

۴۔ مسلم دنیا کی باہمی تجارت موجودہ گراف سے بہت زیادہ بلند کرنے کی ضرورت ہے۔ عبدالشکور چوہدری مسلم دنیا کی باہمی تجارت کو فروغ دینے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”وہ اشیاء جو پاکستان اور دیگر ممالک کی ضرورت ہیں اور مقامی طور پر تیار نہیں ہوتیں، بہتر ہے کہ ایک دوسرے سے ترجیحی بنیادوں پر خریدی جائیں۔ پاکستان ٹیکسٹائل، لیڈر، اسپورٹس اور سرجیکل کے شعبے کے علاوہ سروس سیکٹر میں ٹیلی کمیونیکیشن، انفارمیشن ٹیکنالوجی، بیکنگ اور انشورنس میں اپنی مہارت دیگر ممالک کو فراہم کر سکتا ہے۔ اس طرح ملائیشیا پام آئل، انڈونیشیا ربر، ایران آئل، جبکہ ترکی لائٹ

(۱) حسین محی الدین، ڈاکٹر، (۲۰۱۱ء)، اسلامی نظام تجارت تاریخ کے آئینے میں، روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۲۹ اگست ۲۰۱۱ء۔

(2) Muslim countries mutual trade, Retrieved Nov 13, 2019, from <https://defence.pk>.

انجینئرنگ پروڈکٹس (light engineering products) میں پاکستان کے ساتھ جوائنٹ وینچرز قائم کر کے باہمی تجارت اور اقتصادی تعاون کو فروغ دے سکتے ہیں۔ اس طرح سنٹرل ایشیا کے ممالک کے قدرتی وسائل سے پاکستان، بنگلہ دیش، انڈونیشیا اور ملائیشیا جیسے ممالک فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔<sup>(۱)</sup>

اس باہمی تجارتی اشتراک سے اسلامی ممالک اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ اپنے امور حیات کی تنظیم خود کر سکیں۔ اس طرح ایک نئی صبح طلوع ہوگی جو اُس قیادت اور سرفرازی کو واپس لائے گی جو کسی بھی خطے کے معاشی استحکام کا لازمی نتیجہ ہوتی ہے۔

### مسلم دنیا کے تجارتی اشتراک کے لیے بہترین مواقع

ذیل کی مباحث سے یہ امر واضح ہو جائے گا کہ اگر مسلم دنیا تجارتی اتحاد قائم کرنا چاہے تو اس کے پاس تجارتی اشتراک کے بہترین وسائل اور مواقع موجود ہیں:

#### ۱ - عالم اسلام کا نہایت موزوں محل وقوع

قدرتی طور پر مسلم دنیا کرۂ ارض کے درمیان میں عمدہ، دفاعی اور سٹریٹیجک مقام (Strategic position) پر واقع ہیں۔ جغرافیائی، موسمیاتی اور وسائل کے اعتبار سے عالم اسلام کا محل وقوع نہایت موزوں ہے۔ فطرت نے اسلامی دنیا کو قابل رہائش خطہ (Habitable area)، گرم پانی (Warm Water)، مادی وسائل (Material resources)، انسانی وسائل (Human resources)، قدرتی وسائل (natural resources)، تہذیبی مراکز (Civilization Center) اور اسلام جیسی اُن تمام نعمتوں سے نوازا ہے جو کسی بھی قوم کی اقتصادی و معاشی ترقی کے لیے ناگزیر ہیں۔ ڈاکٹر رفیق احمد<sup>(۲)</sup> تحریر کرتے ہیں:

(۱) چوہدری، عبدالشکور، (۲۰۰۷ء)، عالم اسلام کا معاشی بحران اور اس کا حل (مقالہ پی ایچ ڈی)، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز،

اسلام آباد۔ ص ۲۲۹۔

(۲) پروفیسر ڈاکٹر رفیق احمد سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی تھے۔ آپ ۲۶ مارچ ۲۰۲۰ء کو لاہور میں فوت ہوئے۔

”اسلامی علاقے بحر اوقیانوس (Atlantic Ocean) کے مشرقی سواحل سے لے کر بحر الکاہل کے مغربی سواحل تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی اہمیت یہ ہے کہ اشیاء کی کھپت اور تجارت کے لیے ایک بہت ہی وسیع مارکیٹ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان ممالک کا غالب حصہ جغرافیائی طور پر متصل ہے جس سے آمد و رفت میں بہت آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔“<sup>(۱)</sup>

۲ - مسلم دنیا کی اہم تجارتی آبی گزر گاہیں

حقیقت یہ ہے کہ دنیا بھر کے بیشتر زمینی و بحری راستوں کے سنگم (junction) اسلامی ممالک میں ہیں۔ تمام تجارتی آبی گزر گاہیں مسلم دنیا میں ہیں۔ اس بارے ڈاکٹر رفیق احمد لکھتے ہیں:

”ایشیا، یورپ اور افریقہ کے تقریباً تمام سمندری تجارتی راستے (Maritime trade routes) اسلامی علاقوں سے گزرتے ہیں۔ جبرالٹر، سویز، عدن اور سنگاپور کا محل وقوع تجارتی جہازوں کی آمد و رفت کے لیے بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔“<sup>(۲)</sup>

مسلم دنیا کی چند اہم تجارتی آبی گزر گاہیں درج ذیل ہیں:

۱۔ آبنائے باسفورس	(Straits of Bosphorus)	(ترکی)
۲۔ درہ دانیال	(Straits of Dardanelles)	(ترکی)
۳۔ آبنائے جبل الطارق	(Straits of Gibraltar)	(مراکش)
۴۔ نہر سویز	(Suez Canal)	(مصر)

(1) Zahid Malik, Re-emerging Muslim World, National Book Foundation, Lahore. See article on “Muslim World’s Economic Relations” by Rafique Ahmad, PP. 66.

(2) Ibid.



(ببمن)	(Bab-el-Mandeb)	۵۔ باب المندب
(ملائشیا)	(Strait of Malacca)	۶۔ آبنائے ملاکا
(جزیرہ مالٹا کا آبی راستہ)	(Malta Channel)	۷۔ مالٹا چینل
(مالدیپ)	(Minicoy Channel)	۸۔ منیکو چینل
(ایران)	(Strait of Hormuz)	۹۔ آبنائے ہرمز

### ۳۔ عالم اسلام کے قدرتی اور انسانی وسائل

اسلامی دنیا کے پاس قدرتی اور انسانی وسائل (Natural & Human Resources) کی کوئی کمی نہیں ہے۔ پوری دنیا کے ۱۰۳ ملین کلو میٹر جغرافیائی رقبے میں سے مسلمان کے پاس ۳۰.۵۱ ملین کلو میٹر ہے، جو کہ ۲۹.۶۲ فیصد بنتا ہے۔ عالمی آبادی کے شمار کی جدید ترین ویب سائٹ Worldometers کے مطابق اس وقت دنیا کی آبادی ۷ ارب ۷۴ کروڑ اور ۳۶ لاکھ ہے<sup>(۱)</sup> اور عالمی آبادی جائزہ رپورٹ (World Population Review-2019) کے مطابق اس میں سے مسلمان 1 ارب 90 کروڑ ہیں یعنی مسلمانوں کی آبادی دنیا کی آبادی کا ۲۳.۴ فیصد ہے۔<sup>(۲)</sup> اقوام متحدہ کے ۱۹۳ ممبر ممالک میں ۵۷ مسلمان ممالک ہیں۔ عالم اسلام کے ان قدرتی وسائل اور تنظیمی ارتقا کا ذکر کرتے ہوئے عبد الشکور چوہدری لکھتے ہیں:

”مسلم ممالک میں لوہا، تانبا، ٹین، ربڑ، ہر قسم کا اچھے سے اچھا پتھر، سونا اور کوئلہ پایا جاتا ہے۔ عالم اسلام میں باہمی تعاون اور ترقی کیلئے اداروں کو بھی فروغ ملا ہے۔ عرب مشترکہ منڈی (Arab

(1) Current World Population, Retrieved Nov 13, 2019, 04:55pm from <https://www.worldometers.info/world-population>.

(2) World Population Review, Retrieved Nov 13, 2019, 04:55pm from <http://worldpopulationreview.com/countries/muslim-population-by-country/>

(Common Market-ACM)، خلیج تعاون کونسل (GCC)، اسلامی ترقیاتی بینک (IBD)

اسلامی کانفرنس تنظیم اور کئی دوسری تنظیمیں اور ادارے معرض وجود میں آچکے ہیں۔“ (۱)

اگرچہ مسلم دنیا کے یہ سب ادارے اور تنظیمیں عالم اسلام میں کام کر رہی ہیں اور آہستہ آہستہ عالم اسلام کو ایک دوسرے کے قریب بھی لارہی ہیں۔ لیکن ان کی رفتار انتہائی سست ہے۔ یہ تمام ادارے اگر بے جان نہیں تو نیم جان ضرور ہیں۔

## مسلم ممالک کی مشترکہ تجارتی منڈی

مسلم دنیا کا عالمی برادری سے پچھڑنے اور پس ماندہ رہ جانے کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ان کی کوئی مشترکہ تجارتی منڈی (common trade market) نہیں ہے۔ مشترکہ تجارتی منڈی کے فروغ میں سب سے بڑی رکاوٹ محصول ہوتا ہے۔ اسلامی عہد میں مسلم خطوں کی باہمی تجارت کے فروغ کے لیے وہاں کے مسلمانوں اور ذمیوں سے محصول نہیں لیا جاتا تھا۔ ابو عبیدہ قاسم بن سلام نقل کرتے ہیں کہ ابراہیم بن مہاجر نے حضرت زیاد بن حدیر کو فرماتے ہوئے سنا:

”مَا كُنَّا نَعْتَشِرُ مُسْلِمًا وَلَا مُعَاهِدًا، كُنَّا نَعْتَشِرُ نَصَارَى بَنِي تَغْلِبَ“ (۲)

”ہم مسلمان اور ذمی تاجروں (یعنی اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں) پر محصول نہیں لگاتے تھے، بلکہ ہم صرف بنو تغلب کے عیسائی تاجروں پر محصول لگاتے تھے۔“

حضرت عمر بن عبدالعزیز (۶۱-۱۰۱ھ) نے ٹیکس کو ظلم قرار دیتے ہوئے محصولات فری تجارتی اشتراک کو فروغ دینے کے لیے اپنے ایک گورنر کو لکھا۔

”وَضَعِ عَنِ النَّاسِ الْمَكْسَ، وَائِسَ بِالْمَكْسِ، وَلَكِنَّهُ الْبَحْسُ“ (۳)

”لوگوں سے محصول چوگی لینا بند کر دو کیونکہ یہ محصول نہیں بلکہ ظلم کا ٹیکس ہے۔“

(۱) عبدالشکور چوہدری، عالم اسلام کا معاشی بحران اور اس کا حل (مقالہ پی ایچ ڈی)، ص ۴۷-۴۸۔

(۲) ابو عبیدہ، قاسم بن سلام، (۱۴۰۸ھ)، کتاب الاموال، دار الفکر، بیروت، لبنان۔ ص ۶۳۵۔

(۳) ایضاً، ص ۶۳۲۔

مسلم دنیا کی مشترکہ منڈی اور اقتصادی بلاک کا قیام کتنا ضروری ہے، اس بابت ذیل میں چند اہل علم کے خیالات ذکر کیے جاتے ہیں:

۱۔ مسلم دنیا کے لیے ایک آزاد تجارتی مارکیٹ کی اہمیت کے بارے میں ڈاکٹر محمد طاہر القادری لکھتے ہیں:

”اب اُمتِ مسلمہ کے تمام اداروں خصوصاً او آئی سی (OIC) کا فرض ہے کہ فوری طور پر مسلم ممالک کی ”مشترکہ منڈی“ قائم کریں اور علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر اقتصادی تعاون کے مؤثر منصوبوں کو فروغ دیں۔ وسط ایشیا اور جنوبی ایشیا میں اقتصادی تعاون کی تنظیم ایکو (ECO) ایسے تعاون کی بہترین مثال ہے جو پاکستان سمیت 10 اسلامی ممالک پر مشتمل ہے۔ یہ تمام ممالک وسائل سے مالا مال ہیں۔ مسلم ممالک کو چاہیے کہ وہ اقتصادی تعاون کو فروغ دیں اور اس طرح ورلڈ بینک، آئی ایم ایف اور GATT<sup>(۱)</sup> کی اجارہ داریوں سے چھکارا حاصل کریں۔“<sup>(۲)</sup>

۲۔ ایران کے وزیر صنعت محمد رضا نعمت زادہ نے مسلم دنیا کو مشترکہ منڈیوں کی ترغیب دی۔ Daily Financial tribune کے مطابق:

“The minister also called on Muslim countries to establish joint markets, adding that it requires the improvement of industrial and technological capabilities of these countries”<sup>(3)</sup>

”وزیر نے مسلم ممالک سے مشترکہ منڈیوں کے قیام کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کے لیے ان ممالک کی صنعتی اور تکنیکی صلاحیتوں میں بہتری کی ضرورت ہے۔“

(۱) عالمی تجارت اور سرمایہ کاری کو فروغ دینے کے لیے یکم جنوری 1948ء میں ایک ادارہ تشکیل دیا گیا جسے اردو میں ’محصولات و تجارت کا معاہدہ عام‘ اور انگریزی میں گاٹ (General Agreement on Tariff and Trade-GATT) کہتے ہیں۔

(۲) طاہر القادری، ڈاکٹر، (۱۹۹۴ء)، نیو ورلڈ آرڈر اور عالم اسلام، منہاج پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان۔ ص ۶۴۔

(3) Daily Financial tribune, November 11, 2014, Retrieved Feb 08, 2020, from <https://financialtribune.com/articles/economy-business-and-markets>.

س- OIC کے رکن ممالک مشترکہ منڈی کا عظیم مقصد کیسے حاصل کر سکتے ہیں، اس بارے میں ڈاکٹر سعید کہتے ہیں:

“In order to attain the goal of the OIC Common Market, the member states should start from lower levels of integration such as preferential trade agreements, free trade areas and Customs unions. Moving in this direction can help them toward the shared goal of the common market while taking into account their different degrees of development.” (1)

”مسلم ممالک کی تنظیم کو مشترکہ منڈی کا ہدف حاصل کرنے کے لیے ممبر ممالک کو نچلی سطح پر ترجیحی تجارت کے معاہدوں، آزاد تجارتی علاقوں اور کسٹم یونین کے انضمام سے آغاز کرنا چاہئے۔ اس سمت میں عمل کرنے سے ترقی کی مختلف سطحوں کو مد نظر رکھتے ہوئے مشترکہ مارکیٹ کے ہدف کے حصول میں مدد مل سکتی ہے۔“

اہل علم کی ان آراء سے یہ ثابت ہوا کہ اگر مسلم دنیا دیگر خطوں کی طرح اقتصادی استحکام چاہتی ہے تو اسے بھی ایک فعال اور متحرک مشترکہ تجارتی منڈی تشکیل دینا ہوگی۔ ایسی منڈی جہاں نہ صرف عالم اسلام کے تمام ممالک ایک دوسرے کے قدرتی وسائل سے فائدہ اٹھائیں بلکہ وہاں پورے عالم اسلام کا تجارتی مال ہمہ وقت آتا جاتا رہے۔

مسلم دنیا کے تجارتی اشتراک میں حائل رکاوٹیں

مسلم ممالک کے تجارتی اشتراک میں حائل رکاوٹیں دور کیے بغیر باہمی تجارت کا یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل ”حِلْفُ الْفُضُولِ“ جیسے انسان دوست معاہدے کا مقصد ہی مختلف قبائل کے مابین تجارتی فروغ اور بیرونی تاجروں کا معاشی تحفظ تھا۔ اس معاہدے کی اہمیت کا اندازہ یہاں سے لگائیں کہ آپ ﷺ منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد بھی فرمایا کرتے تھے کہ:

”وَلَوْ دُعِيَ بِهِ فِي الْإِسْلَامِ لَأَجَبْتُ“ (۲)

(1) DAWN, 23 April, 2012.

(۲) ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (۱۴۰۷ھ)، البدایہ والنہایہ، دار الفکر، بیروت، لبنان ۲/۲۹۳۔

”اگر عہدِ اسلام میں بھی مجھے اس قسم کے معاہدہ کی دعوت دی جائے تو میں اسے بھی قبول کروں گا۔“

ریاستی سطح پر تجارتی تعلقات کے فروغ کی ایک مثال یمامہ کے سردار ثمامہ بن اثمال رضی اللہ عنہ کی ہے۔ جب اس نے قریش مکہ کے غیر منصفانہ رویوں کی وجہ سے تجارتی مقاطعہ کر کے انہیں خوراک کی سپلائی منقطع کر دی تو حضور ﷺ نے اسے کو حکم دیا کہ وہ مکہ کے ساتھ تجارتی سرگرمیاں بحال کرے۔ ابن ہشام (م ۲۱۳ھ) نقل کرتے ہیں:

”فُكِّتَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَيْهِ أَنْ يُحْلَى بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْحَمَلِ“<sup>(۱)</sup>

”حضور نبی اکرم ﷺ نے ثمامہ کو حکم دیا کہ وہ اہل مکہ اور تجارتی نقل و حمل کے درمیان ناکہ

بندی (blockade) ختم کر دے۔“

حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) آیت وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ<sup>(۲)</sup> کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی تاجر حالتِ جنگ میں بھی تجارتی مقاصد کے لیے پناہ طلب کرے تو اسے امان اور تحفظ (peace & security) فراہم کیا جائے گا۔<sup>(۳)</sup> یہاں سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام مختلف خطوں کے مابین تجارتی امور کی انجام دہی کے لیے لچک دار اور مصالحانہ رویہ اختیار کرتا ہے تاکہ کشیدہ اور تلخ حالات میں بھی تجارتی تسلسل متاثر نہ ہو۔ دوسری طرف آج اکثر مسلم ممالک کی صورت حال یہ ہے کہ جغرافیائی قربتوں، مذہبی و ثقافتی رشتوں اور دیگر مماثلتوں کے باوجود ان کی باہمی تجارت مایوس کن ہے۔ ان کے مابین تجارتی عدم اشتراک کی متعدد وجوہات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱ - باہمی رابطوں اور تعاون کی کمی

مسلم دنیا کے تجارتی اشتراک میں سب سے بڑی رکاوٹ مسلم ممالک کے مابین رابطوں اور تعاون کی کمی ہے۔ اس بے اعتنائی کی بنیادی وجہ قرار دیتے ہوئے عرفان قیصر شیخ لکھتے ہیں:

(۱) ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک ہشام الحمیری، (۲۰۰۳ء)، السیرة النبویة، دار ابن کثیر، بیروت - ۲/۳۸۸۔

(۲) التوبة، ۹: ۶ (اور اگر مشرکوں میں سے کوئی بھی آپ سے پناہ کا خواستگار ہو تو اسے پناہ دے دیں)۔

(۳) ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، (۱۴۰۰ھ)، تفسیر القرآن العظیم، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان - ۲/۳۳۸۔

“There is huge potential for increasing the share of the intra-OIC trade to address the issues of poverty, low economic growth and investment in the member states provided the problems restricting interaction and cooperation between private sector of the member states are removed.”<sup>(1)</sup>

”رکن ممالک میں غربت، کم معاشی نمو اور سرمایہ کاری کے مسائل کو دور کرنے کے لیے OIC ممالک کے درمیان تجارتی تناسب بڑھانے کی بہت بڑی صلاحیت موجود ہے بشرطیکہ ممبر ممالک کے نجی شعبے کے مابین باہمی رابطوں اور تعاون کو محدود کرنے والے مسائل کو دور کیا جائے۔“

مسلم دنیا کے حکمرانوں کے لیے باہمی معاشی تعاون کی ناگزیریت سے متعلق ڈاکٹر حسین محی الدین لکھتے ہیں:

”باہمی تجارت سے مسلم ممالک کو معاشی استحکام ملے گا۔ معاشی خوشحالی مسلم ممالک میں علم و تحقیق کے نئے دروازے کھولے گی مگر یہ تب ہی ممکن ہو گا جب مسلم حکمران معاشی تعاون کی ناگزیریت کو سمجھیں گے۔“<sup>(۲)</sup>

## ۲ - سیاسی عزم کا فقدان

سیاسی عزم کا فقدان اور باہمی عدم اعتماد بھی مسلم ممالک کے درمیان تجارتی عدم اشتراک کی اہم وجہ ہے۔ ڈان

(Dawn) اخبار لکھتا ہے:

“Lack of political will, cross-border disputes and mistrust are major factors hampering the development of trade among OIC (Organisation of Islamic Cooperation) countries which, according to the Islamic

(1) Ibid.

(۲) حسین محی الدین، ڈاکٹر، مسلم ممالک کے مابین معاشی تعاون کی ناگزیریت، روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۱۲ ستمبر ۲۰۱۱ء۔

Development Bank, accounts for less than six per cent of the global trade.”<sup>(1)</sup>

”اسلامی ممالک کے مابین تجارت کے عدم فروغ میں اہم عوامل سیاسی عزم کا فقدان، سرحد پار تنازعات اور عدم اعتماد ہیں۔ اسلامی ترقیاتی بینک (Islamic Development Bank) کے مطابق عالمی تجارت میں مسلم ممالک کا حصہ چھ فیصد سے بھی کم ہے۔“

۳ - تجارت میں غیر مسلم ممالک کو ترجیح دینا

مسلم ممالک کے تجارتی اشتراک میں ایک بڑی رکاوٹ یہ بھی ہے کہ کئی مسلم ممالک باہمی تجارت کی بجائے دیگر ممالک کے ساتھ تجارت کو ترجیح دیتے ہیں۔ کئی مسلم ریاستوں کے حکمران ایسے ہیں جو آج بھی کہتے ہیں کہ:

﴿هُؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا﴾<sup>(۲)</sup>

”مسلمانوں کی نسبت یہ (کافر) زیادہ سیدھی راہ پر ہیں“

یہ حکمران آج بھی مسلم برادری کی بجائے غیروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس لیے کے بارے میں محمد رضا نعمت زادہ لکھتے ہیں:

“Muslim countries mostly conduct trade with non-Muslim countries, while allocating only a small proportion of their foreign trade to Muslim partners .So, Islamic countries have the potential and capacity to further develop their cooperation.”<sup>(3)</sup>

(1) DAWN, 23 April, 2012.

(۲) سورۃ النساء، ۴/ ۵۱

(3) Daily Financial tribune, November 11, 2014, Retrieved Feb 08, 2020, from <https://financialtribune.com/articles/economy-business-and-markets>.

”مسلم ممالک اپنی زیادہ تر تجارت غیر مسلم ممالک کے ساتھ کرتے ہیں، جبکہ اپنی غیر ملکی تجارت کا صرف تھوڑا سا حصہ ہی مسلم شراکت داروں کے ساتھ کرتے ہیں، حالانکہ اسلامی ممالک اپنے تعاون کو مزید فروغ دینے کی صلاحیت اور قابلیت رکھتے ہیں۔“

ڈاکٹر حسین محی الدین اس بارے میں لکھتے ہیں:

”عالم اسلام کے زیادہ تر ممالک غیر رکن ملکوں سے کھانے کی اشیاء درآمد کرتے ہیں جب کہ وہ اشیاء دیگر رکن ممالک کے پاس وافر مقدار میں موجود ہوتی ہیں۔“<sup>(۱)</sup>

۴ - سیاسی تناؤ اور باہمی تنازعات

مسلم دنیا کے تجارتی عدم اشتراک کی ایک بڑی وجہ ان کے باہمی تنازعات بھی ہیں۔ قرآن نے اگرچہ صدیوں قبل اس امر کی صراحت کر دی تھی کہ وَلَا تَنَزَعُوا فِتْنَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ<sup>(۲)</sup> مگر عالم اسلام کے حکمرانوں نے اس حکمت آموز فرمان سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ ترکی کی معروف کاروباری شخصیت محمد حبیب (Mehmet Habbab) نے مسلم ملکوں خصوصاً مشرق وسطیٰ کے تنازعات کو تجارتی اشتراک کے لیے بنیادی رکاوٹ قرار دیتے ہوئے کہا:

“Political tension and the chaotic environment in the Middle East are significant obstacles for firms in the member states to buy and sell goods to each other.”<sup>(3)</sup>

”مشرق وسطیٰ میں سیاسی تناؤ اور افراتفری کا ماحول ممبر ممالک کے تجارتی اداروں کے لیے ایک دوسرے کے سامان خریدنے اور فروخت کرنے میں اہم رکاوٹیں ہیں۔“

(۱) قادری، حسین محی الدین، ڈاکٹر، مسلم ممالک کے مابین معاشی تعاون کی ناگزیریت، روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۱۲ ستمبر ۲۰۱۱ء۔

(۲) الأنفال، ۸: ۴۶۔ ”اور آپس میں جھگڑا مت کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور (دشمنوں کے سامنے) تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی“

(3) Daily Sabah, Istanbul, 14 April 2016, Retrieved Feb 07, 2020, from <https://www.dailysabah.com>



## عالم اسلام کے تجارتی اشتراک کے لیے تجاویز ۱ - عالمی مالیاتی اداروں کا قیام

عالمی مالیاتی اداروں کے بغیر عالمی تجارت تقریباً ناممکن ہے۔ تجارتی فروغ کے لیے سرمایہ کی فراہمی اور مالیاتی اداروں کا قیام کتنا اہم ہے، اس کا اندازہ اس حدیث سے ہو سکتا ہے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”إِذَا كَانَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ لَا بُدَّ لِلنَّاسِ فِيهَا مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالِدَّنَانِيرِ يُقِيمُ الرَّجُلُ بِهَا دِينَهُ  
وَدُنْيَاهُ“، (۱)

”آخر زمانہ میں ہر انسان کے لیے مال و دولت اتنا نگزیر ہو جائے گا کہ ایک انسان کے دین و دنیا کی بقا کا انحصار بھی درہم و دینار پر ہو گا۔“

عالم اسلام میں بین الاقوامی سطح کا کوئی بڑا اور موثر مالیاتی ادارہ موجود نہیں ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر طاہر القادری لکھتے ہیں:

”عالم اسلام کو چاہیے کہ مسلمان ممالک پر مشتمل مسلم اکنامک کمیونٹی (Muslim Economic Community) کی تشکیل کریں اور امریکہ اور مغربی طاقتوں کی اجارہ داریوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ جس طرح یورپ EEC<sup>(۲)</sup> کے پلیٹ فارم پر متحدہ یورپ کی شکل میں تیزی سے اقتصادی اصلاحات کر رہا ہے اور امریکہ، کینیڈا اور میکسیکو مل کر NAFAT کے ذریعے اقتصادی اصلاحات کر رہے ہیں۔ اسی طرح مسلمان ممالک کو بھی علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر اپنے ٹریڈ اور ٹیرف (trade and tariff) کے قوانین بنانے چاہیں تاکہ مسلمان اپنے وسائل بڑی طاقتوں کی لوٹ کھسوٹ سے محفوظ رکھ سکیں“، (۳)

(۱) طبرانی، ابوالقاسم سلیمان بن احمد الشامی، (۱۹۸۳ء)، المعجم الکبیر، الموصول، مکتبۃ الزہراء، عراق۔ ۲۷۹/۲۰۔

(۲) اس سے مراد یورپین اکنامک کمیونٹی (European Economic Community) ہے۔

(۳) طاہر القادری، ڈاکٹر، نیو ورلڈ آرڈر اور عالم اسلام، ص ۶۳-۶۵۔

اس کے علاوہ مسلم دنیا کو چاہیے کہ وہ بین الاقوامی تجارت کے فروغ کے لیے اسلامک چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹریز (Islamic Chambers of Commerce and Industries) اور کثیر القومی کارپوریشنز (Multi-National Corporations) تشکیل دے۔

## ۲ - مشترکہ بینک کا قیام

تاجروں کو سرمایہ فراہم کرنے اور پسماندہ مسلم ممالک کی مالی اعانت کے لیے اسلامی دنیا کا اپنا مشترکہ بینک ہونا نہایت ضروری ہے۔ اس کی نظیر ہمیں عہد نبوی میں قبیلہ اشعری کے اس عمل سے ملتی ہے کہ جب وہ معاشی بحران میں مبتلا ہوتے تو اپنا سارا مال ایک جگہ جمع کرتے اور پھر آپس میں برابر تقسیم کر لیتے۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”جَمَعُوا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِي تَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ افْتَسَمُوهُ بَيْنَهُمْ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ“،<sup>(۱)</sup>

”ان کے پاس جو کچھ ہوتا اسے ایک کپڑے میں جمع کرتے اور پھر ایک برتن کے ساتھ آپس میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔“

یہ مالی اشتراک اور حسن تقسیم انہیں معاشی بحران سے نکال دیتا۔ اس میں عالم اسلام کے لیے سبق یہ ہے کہ جس طرح یورپی اتحاد نے ۲۷ ممالک کا مشترکہ ”یورپین مرکزی بینک“ (European Central Bank) قائم کیا ہے اسی طرح انہیں بھی ’مسلم ورلڈ بینک‘ قائم کر کے پوری دنیا میں اسلامی بینکاری چیلنجز کھولنے چاہئیں تاکہ مسلم ممالک کے مابین معاشی اتحاد کے امکانات روشن ہوں۔ اس بینک کا ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ عرب دنیا کا جو سرمایہ مغربی بینکوں میں جاتا ہے اس سے مسلم دنیا فائدہ اٹھائے گی۔ عبد الشکور چوہدری لکھتے ہیں:

”اب عالم اسلام کو اپنا ایک مشترکہ بینک بنانا چاہیے جو بین الاقوامی معیار کا ہو۔ تمام مسلمان ممالک خاص طور پر عالم عرب اس اسلامی بینک میں اپنا پیسہ جمع کروائیں اور پھر وہاں سے دوسرے ترقی پذیر اسلامی ممالک کو قرضے دیئے جائیں“،<sup>(۲)</sup>

(۱) بخاری، الجامع الصحیح، ج ۲، ص ۸۸۰، رقم: ۲۳۵۴۔

(۲) عبد الشکور چوہدری، عالم اسلام کا معاشی بحران اور اس کا حل (مقالہ پی ایچ ڈی)، ص ۳۴۲۔

## ۳ - مشترکہ کرنسی کا اجراء

جب تک یورو (Euro) (۱) کی طرح کوئی مشترکہ کرنسی مسلم دنیا کا ”زر قانونی“ (legal tender) نہیں بنتا اس وقت تک ان کی باہمی تجارت میں ترقی، سہولت اور تیزی نہیں آسکتی۔ آج عالم اسلام کے وسیع تر مفاد کے لیے ناگزیر ہو چکا ہے کہ وہ بھی مشترکہ کرنسی کی طرف پیش رفت کرے۔ اس کی عملی شکل یہ ہو سکتی ہے کہ ابتدائی طور پر مسلم خطوں میں پائے جانے والے مختلف علاقائی معاشی اتحاد مثلاً ایکو (ECO) وغیرہ اپنی کرنسی کا اجراء کریں۔ ان کی کامیابی کے بعد OIC کی سطح پر پورے عالم اسلام کی مشترکہ کرنسی کو بھی شروع کیا جاسکتا ہے۔ ملائیشیا کے وزیر اعظم مہاتیر محمد نے امریکی ڈالر کی اجارہ داری ختم کرنے کے لیے دسمبر ۲۰۱۹ء میں کوالالمپور کانفرنس (kuala lumpur conference) کے دوران مسلم دنیا کی مشترکہ کرنسی کی تجویز پیش کرتے ہوئے کہا:

”تمام اسلامی ممالک امریکی ڈالر پر اپنا انحصار کم کرنے اور معاشی ترقی حاصل کرنے کے لیے اسلامی دینار نامی ایک مشترکہ کرنسی بنائیں اور اس کرنسی میں ہی ایک دوسرے کیساتھ تجارت کی جائے“، (۲)

عبد الشکور چوہدری مشترکہ کرنسی کے بارے میں لکھتے ہیں:

”عالم اسلام کی ایک مشترکہ کرنسی ہونی چاہیے اور مسلمان ممالک آپس میں اس کرنسی کے ذریعے تجارت کریں۔“، (۳)

## ۴ - مشترکہ ایوان ہائے صنعت و تجارت کا قیام

جس طرح یورپ اور امریکہ بلکہ ہر کامیاب اقتصادی اتحاد کا مشترکہ ایوان ہائے صنعت و تجارت ہوتا ہے اسی طرح مسلم دنیا کو بھی چاہیے کہ صنعت و تجارت اور سرمایہ کاری کے معاملات نمٹانے اور اسے مزید ترقی دینے کے لیے ایک مشترکہ ایوانِ صنعت و تجارت قائم کریں۔ اس پلیٹ فارم سے نہ صرف آپس میں تجربات و تحقیقات کا تبادلہ کریں بلکہ دیگر ترقی یافتہ اقوام کے تجربات و مشاہدات سے بھی فائدہ اٹھائیں۔ جس مسلمان ملک کا صنعتی زون کمزور ہو اس کی مدد کریں

(۱) یورپی یونین کے ۲۷ میں سے ۱۹ ارکان کی مشترکہ کرنسی جس کا اجراء ۲۰۰۲ء میں کیا گیا۔

(۲) روزنامہ اوصاف (E-Paper)، ۲۰ دسمبر، ۲۰۱۹ء۔

(۳) عبد الشکور چوہدری، عالم اسلام کا معاشی بحران اور اس کا حل (مقالہ پی ایچ ڈی)، ص ۳۲۔

اور جس کو تجارتی میدان میں تعاون درکار ہو اسے بھرپور سہارا دیں تاکہ اس مشترکہ ایوان سے مسلم دنیا کو صنعت و تجارت میں استحکام نصیب ہو۔

## ۵ - تجارتی و معاشی تحقیقات کا تبادلہ

مسلم ممالک کے مابین تجارتی اشتراک کے فروغ کے لیے تجارتی و معاشی تحقیقات کا تبادلہ نہایت ضروری ہے۔ مسلم ممالک کو چاہیے کہ ایک اعلیٰ سطحی تحقیقی ادارہ قائم کریں جو عالم اسلام کے معاشی حالات کا جائزہ لے کر تاجروں اور سرمایہ کاروں کی مناسب رہنمائی کرے۔ عالم اسلام کے جو ممالک تحقیق، سائنس اور ٹیکنالوجی میں نسبتاً بہتر ہیں انہیں چاہیے دیگر برادر ممالک کے ساتھ نہ صرف تکنیکی و سائنسی اور انتظامی شعبوں میں تعاون کریں بلکہ پیشہ وارانہ تربیت میں بھی ان کی راہنمائی کریں۔ عصر حاضر میں تجارتی و معاشی تحقیقات کے جلد تبادلہ کے لیے کن ٹولز کی ضرورت ہے، اس حوالے سے عبد الشکور چوہدری یوں رقم طراز ہیں:

”اسلامی ممالک کی تنظیم کے زیر انتظام نیوز چینل، بین الاقوامی سطح کے ٹی وی اور ریڈیو اسٹیشن قائم کئے جائیں۔ جو بی بی سی (British Broadcasting Corporation-BBC)، وائس آف امریکہ اور CNN (Cable News Network) کے معیار کے ہوں۔ بین الاقوامی سطح کے اخبار نکالے جائیں۔ ایک ریسرچ اور ٹرانسلیشن بیورو قائم کیا جائے جو ہمہ وقت پوری دنیا میں ہونے والی معاشی و اقتصادی تحقیقات اور ترقی سے باخبر رہے“ (۱)

## ۶ - مشترکہ تجارتی اور صنعتی نمائشوں کا اہتمام

آج کے دور میں مقامی اور بین الاقوامی سطح پر اپنی مصنوعات کی کھپت کے لیے مناسب تشہیر اور نمائشوں کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ تجارتی حوالے سے صنعتی نمائشوں کی اہمیت کے بارے میں عبد الشکور چوہدری لکھتے ہیں:

”صنعتی نمائش تجارت اور کاروبار کے فروغ میں اہم مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ نمائشوں کا انعقاد بھی products کی تشہیر کا موثر ذریعہ ہوتا ہے۔ یہ نمائشیں (exhibitions) اُن پروڈکس کو متعارف کروانے میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہیں جو عام تجارت کا حصہ نہیں ہوتی ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک جاپان، جرمنی اور امریکہ وغیرہ اس سسٹم کو منظم طریقے سے چلا کر قیمتی زر مبادلہ کما رہے ہیں۔

جرمنی کا شہر ”کولون“ (Cologne) جسے نمائشوں کا شہر کہا جاتا ہے۔ سب سے آگے ہے۔ یہاں

سارا سال نمائشیں لگتی رہتی ہیں۔“ (۱)

۷ - مسلم دنیا کی مصنوعات کو ترجیح دینا

اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ جب تک مسلم دنیا کی عوام اپنی تیار کردہ مصنوعات پر انحصار نہیں کریں گے اس وقت تک تجارتی اشتراک کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ مولانا سید ابوالحسن ندوی (۱۹۱۳-۱۹۹۹ء) عرب دنیا کو عالم اسلام کی مصنوعات استعمال کرنے کی تلقین کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

”عالم اسلامی کی طرح عالم عربی کے لیے ضروری ہے کہ وہ انہیں چیزوں کا استعمال کریں جو ان کی

زمین کی پیداوار اور ان کی صنعت و محنت کا نتیجہ ہوں۔ زندگی کے ہر شعبہ میں وہ مغرب سے مستغنی

ہوں۔ اپنی تمام ضروریات، مصنوعات، غذا، لباس، ہتھیار، مشینیں، آلاتِ حرب کسی چیز میں بھی وہ

غیر کے دست نگر اور مغرب کے نمک خوار نہ ہوں۔“ (۲)

مختصر یہ کہ اگر عالم اسلام نے فوری طور پر اپنا الگ تجارتی اقتصادی اشتراک قائم نہ کیا تو یورپ اور امریکہ بین الاقوامی مالیاتی اداروں یعنی آئی ایم ایف، ورلڈ بینک، ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن (WTO) اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ذریعے مسلم ممالک کا استحصال کرتے رہیں گے۔ ان عالمی مالیاتی اداروں نے عالم اسلام کو اقتصادی طور پر اپنا یرغمال بنا رکھا ہے۔ مسلم دنیا کو علاقائی اور عالمی دونوں سطحوں پر فعال اور متحرک تجارتی اشتراک تشکیل دینے چاہئیں تاکہ امت کو اقتصادی استحصال سے بچایا جاسکے۔

☆☆☆☆☆

(۱) ایضاً، ص ۲۲۹-۲۳۰۔

(۲) ایضاً، ص ۳۶۲۔

## مصادر و مراجع

۱. بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، (۱۹۸۷ء)، الصحیح، دار القلم، بیروت، لبنان۔
۲. حسین محی الدین، ڈاکٹر، (۲۰۱۱ء)، اسلامی نظام تجارت تاریخ کے آئینے میں، روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۲۹ اگست ۲۰۱۱ء۔
۳. حسین محی الدین، ڈاکٹر، مسلم ممالک کے مابین معاشی تعاون کی ناگزیریت، روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۱۲ ستمبر ۲۰۱۱ء۔
۴. چوہدری، عبدالشکور، (۲۰۰۷ء)، عالم اسلام کا معاشی بحران اور اس کا حل (مقالہ پی ایچ ڈی)، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد
۵. ابو عبید، قاسم بن سلام، (۱۴۰۸ھ)، کتاب الاموال، دار الفکر، بیروت، لبنان
۶. طاہر القادری، ڈاکٹر، (۱۹۹۳ء)، نیورلڈ آرڈر اور عالم اسلام، منہاج پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان
۷. طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد الشامی، (۱۹۸۳ء)، المعجم الکبیر، الموصل، مکتبۃ الزہراء، عراق
۸. ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، (۱۴۰۰ھ)، تفسیر القرآن العظیم، دار المعرفہ، بیروت، لبنان
۹. ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (۱۴۰۷ھ)، البدایہ والنہایہ، دار الفکر، بیروت، لبنان
۱۰. مالک، مالک بن انس اصحی، (۱۴۰۶ھ)، الموطا، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان۔
۱۱. نور محمد غفاری، ڈاکٹر، (۱۹۸۶ء)، اسلام کا قانون تجارت، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لاہور، پاکستان۔
۱۲. ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک ہشام الحمیری، (۲۰۰۳ء)، السیرۃ النبویہ، دار ابن کثیر، بیروت

13. Zahid Malik, Re-emerging Muslim World, National Book Foundation, Lahore. See article on "Muslim World's Economic Relations" by Rafique Ahmad
14. <https://www.worldometers.info/world-population>.
15. <https://defence.pk>.
16. <http://worldpopulationreview.com/countries/muslim-population-by-country/>
17. <https://financialtribune.com/articles/economy-business-and-markets>.

# غیر مسلم ممالک سے درآمدہ اشیاء اور حلال سرٹیفیکیشن کی ضرورت و اہمیت

(ایک تحقیقی مطالعہ)

## Imported goods from non-Muslim Countries and Importance of Halal Certification

☆ ڈاکٹر نعمان انوار

☆☆ حافظ وقاص خان

### ABSTRACT

The purpose of this article is to examine the Shari'ah ruling on goods imported from non-Muslim countries. And in the present era, the status of products is known through the process of halal certification. That is why this article describes halal certification, its scope and the procedures and types and contents in detail. However, it is understood that in the current era, there must be a halal certification process to check the permissibility and impermissibility of the products. And the head of the halal certification body must also be a Muslim. Laboratory testing will have the status of an assistant and Muslim countries should have their own scientific laboratories as far as possible. Moreover, the ISO can be approached for administrative reference in legislating halal and any non-Muslim explanation regarding halāl and harām will not be accepted.

**Keywords:** Permissibility, Non-permissibility, Laboratory, Halal Certification

عصر حاضر میں جہاں عام طور پر زندگی کے ہر شعبہ میں دین سے دوری، غذائی احکام سے بے توجہی اور عمل میں سستی ایک روش بن چکی ہے وہیں پر اکل و شرب میں حرام اور مشتبہات سے بچنے کا جذبہ بھی سرد پڑتا جا رہا ہے۔ بالخصوص دیار غیر سے درآمد کی جانے والی غذاؤں کو انکے اجزائے ترکیبی (Ingredients) کی حلت و حرمت کی تحقیق اور تفصیل جانے بغیر استعمال کیا جا رہا ہے حالانکہ غیر مسلم ممالک سے درآمد کی جانے والی غذاؤں میں حلال و حرام اور مشتبہ اشیاء کا خلط ملط ہونا واضح ہے۔

☆ شریعہ بورڈ ممبر، گلوبل حلال سروسز، پاکستان

☆☆ سینئر لیکچرار، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد

## حلال و حرام کے مسئلے میں غیر مسلم کے کردار و اختیار کا شرعی حکم:

موجودہ دور میں حلال انڈسٹری میں اجارہ داری بھی غیر مسلموں کی ہے اور مسلمان بہت سارے اجزائے ترکیبی (Ingredients) باہر کے ممالک سے منگواتے ہیں یا تیار شدہ مصنوعات ہی درآمد کر لی جاتی ہیں تو اس حوالے سے حلال و حرام کے باب میں کیا صرف مسلمان عاقل و بالغ کی خبر ہی معتبر سمجھی جائے گی یا غیر مسلم کی خبر پر اعتبار کیا جائے گا؟

عام طور سے فقہاء نے دینی معاملات کے سلسلہ میں ایک عادل مسلمان کی خبر کو کافی قرار دیا ہے، چنانچہ "فتاویٰ ہندیہ" میں ہے:

”خبر الواحد يقبل في الديانات كالحل والحرمة والطهارة والنجاسة إذا كان مسلماً عدلاً

ذكر أو أنثى حراً أو عبداً محدوداً أو لا، ولا يشترط لفظ الشهادة والعدد“ (۱)

”دینی امور جیسے حلال و حرام، اور پاکی و نجاست کے سلسلہ میں ایک شخص کی خبر مقبول ہے جب کہ مسلمان اور عادل ہو خواہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، زنا کی تہمت لگانے کے سلسلہ میں سزا یافتہ ہو یا نہ ہو، اور اس میں لفظ شہادت اور عدد شرط نہیں ہے۔“

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

”خبر الواحد في باب الديانات مقبول إذا كان عدلاً“ (۲)

”دینی امور کے باب میں ایک شخص کی خبر مقبول ہے جب کہ وہ عادل ہو“

امام زلیعی حنفی رقمطراز ہیں:

”دینی امور میں کافر کا قول مقبول نہیں، اور اس کا قول تو بس خاص طور سے بوجہ مجبوری معاملات میں مقبول کیا جاتا ہے، اور اس لیے بھی مقبول کیا جاتا ہے کہ اس کی خبر صحیح ہے، کیونکہ اس کا صدور عقل سے متصف اور ایسے دین کے پیرو شخص سے ہے جس دین میں جھوٹ کے حرام ہونے کا اعتقاد ہے، اور معاملات کے بہ کثرت پیش آنے کی وجہ سے اس کے قول کو مقبول کرنے کی سخت ضرورت ہے، اور ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے دینی امور

(۱) لجنة علماء برناسة نظام الدين البليغي، (۱۳۱۰ھ)، الفتاوى الهندية، دار الفکر، بیروت۔ ۳۰۸/۵

(۲) کاسانی، علماء الدین، أبو بکر بن مسعود بن أحمد، (۱۹۸۶م)، بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔ ۳۰۲/۱



میں مقبول نہیں۔ البتہ معاملات کے ضمن میں دیانات کی کوئی صورت داخل ہو تو اس میں بوجہ ضرورت اس کی خبر قبول کی جائے گی، کیونکہ کتنی ہی چیزیں ضمناً صحیح ہوتی ہیں اور اصالتاً صحیح نہیں ہوتیں، مثلاً تنہا حق شرب کی بیج جائز نہیں ہے لیکن زمین کے تابع ہو کر جائز ہے، اسی طرح یہاں پر اگر کسی کے پاس غیر مسلم خادم یا مزدور ہو اور وہ اس کو گوشت خریدنے کے لیے بھیجے اور وہ کہے کہ میں نے یہودی یا نصرانی یا مسلمان سے خریدا ہے تو اس کے لیے کھانے کی گنجائش ہے، اگر کہے کہ میں نے مجوسی سے خریدا ہے تو اس کے لیے وہ گوشت کھانا جائز نہ ہوگا، اس لیے جب خرید کے معاملے میں اس کی بات قبول کی گئی تو حلت و حرمت کے حق میں بھی ضرورتاً اس کی بات قبول کی جائے گی، جب کہ اصالتاً اگر وہ یہ کہتا کہ یہ حلال ہے یا یہ حرام ہے تو اس کی بات قبول نہیں کی جاسکتی تھی“ (۱)

"کفایۃ الاخیار" میں ہے:

"قبلہ کے سلسلہ میں کافر کا قول قطعی طور سے مقبول نہیں، اور ایسے ہی فاسق کا" (۲)

فقہاء کی مذکورہ تصریحات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلم کی خبر معاملات میں معتبر ہے، اور دیانات اور حلت و حرمت میں معتبر نہیں ہے، اس لیے حلال سرٹیفیکیٹ جاری کرنے والے کا مسلمان ہونا ضروری ہے، ہاں البتہ اگر معاملات کے ضمن میں دیانات کی بات آتی ہے تو ضمنی طور پر غیر مسلم کی بھی خبر مان لی جاتی ہے۔

**فائدہ:** مخبر کا خبر دینے کے لیے سامنے موجود ہونا ضروری نہیں، لہذا اس کی خبر میں تحریر وغیرہ بھی معتبر ہو

گی، بشرطیکہ اس تحریر کا مخبر کی طرف سے ہونے کا ظن غالب ہو جائے۔ (۳)

غیر مسلموں کی ملکیت ملٹی نیشنل کمپنیوں کے بارے میں فتاویٰ:

غیر مسلموں کی ملکیت جو ملٹی نیشنل کمپنیاں مارکیٹ کو اپنی مصنوعات سپلائی کرتی ہیں ان کی مصنوعات کے حلال

و حرام کے بارے میں عرصے سے اکابر علماء کرام نے فتویٰ دیا ہے۔ یہ کمپنیاں چاہے کسی مسلمان ملک میں واقع ہوں، اس کا عملہ ملازمین سارے مسلمان ہی کیوں نہ ہوں، لیکن ان کمپنیوں کو غیر مسلموں کی ملکیت کی بنیاد پر غیر مسلم کے حکم میں قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اسی کھانے پینے کی مصنوعات سے متعلق یہ فتاویٰ موجود ہیں کہ ان کی کھانے پینے کی مصنوعات

(۱) زیلعی، عثمان بن علی بن محمد الباری، (۱۳۱۳ھ)، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق وحاشیۃ الشلبی، القاہرہ، المطبعة الکبریٰ الامیریۃ،

بولاق - ۶/۱۲

(۲) الشافعی، ابو بکر بن محمد، (۱۹۹۳ء)، کفایۃ الاخیار فی حل غایۃ الاختصار، دار الخیر، دمشق - ص ۹۵

(۳) رشید احمد، مفتی، (۱۳۲۵ھ)، احسن الفتاویٰ، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی - ۴/۳۱۸ - ۴۲۰

خصوصاً گوشت اور گوشت سے بنی مصنوعات کے بارے میں ان کے دعویٰ کا اعتبار نہیں ہے۔ یعنی یہ کمپنیاں اپنی طرف سے حلال لکھتی ہیں اس کا اعتبار نہیں۔<sup>(۱)</sup>

غیر مسلم فرد / کمپنی کی طرف سے خود ساختہ دعویٰ کی شرعی حیثیت:

کسی بھی غیر مسلم کمپنی یا فرد کی طرف سے کیا جانے والا خود ساختہ دعویٰ غیر معتبر ہے اور اس کی طرف سے اپنی مصنوعات کو حلال قرار دینا درست نہیں۔<sup>(۲)</sup>

غیر مسلموں کی خشک خوردنی اشیاء:

خشک خوردنی اشیاء مثلاً؛ پھل فروٹ، اجناس وغیرہ ہر قسم کے غیر مسلم کے ہاتھ کے جائز و حلال ہیں۔ جن اشیاء میں صنعت کی ضرورت پڑتی ہے، ان میں چونکہ ان کے ہاتھ اور برتن کا استعمال ہوتا ہے، اس لیے بلا ضرورت شدیدہ استعمال نہ کرے، البتہ اگر طہارت کا اور کسی حرام چیز کی عدم شمولیت کا یقین ہو تو پھر استعمال میں حرج نہیں۔<sup>(۳)</sup> مشینوں (لیبارٹریز) سے حاصل شدہ معلومات:

لیبارٹری ٹیسٹ کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱. پہلی صورت یہ کہ ٹیسٹ میں صرف کسی مصنوع کے اجزائے ترکیبی (Ingredients) یا اجزائے ترکیبی

(Ingredients) کا ماخذ معلوم کرنا مقصد ہو اور صرف اسی حد تک رپورٹ تیار کر کے دینا ہو۔

یہ صورت شرعی اعتبار سے معاملات کے زمرے میں آتی ہے اور معاملات میں کسی با اعتماد غیر مسلم کی بات شرعاً قابل قبول ہے۔ لہذا ایسا کوئی ٹیسٹ کرنا، اس کی رپورٹ تیار کرنا وغیرہ، مسلمان اور غیر مسلم دونوں فرد یا ادارہ کر سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ فرد یا ادارہ اپنے فن میں ماہر ہو اور اس کی بات یا تحقیق و رپورٹ میں کسی جھوٹ یا سازش کا شبہ نہ ہو۔

(۱) حلال سرٹیفیکیشن، ص ۲۳۲، غیر مسلموں کے حلال تصدیقی اداروں کی شرعی حیثیت /

<https://www.banuri.edu.pk/bayyinat-detail>

(۲) حلال سرٹیفیکیشن، ص ۹۲

(۳) نصاب الاحتساب، (س-ن)، الباب العاشریں الاحتساب فی الاکل و الشرب و التداوی، مکة المكرمة، مکتبۃ الطالب الجامعی، ص ۱۴۹؛

شفیع، عثمانی، مفتی، (س-ن)، معارف القرآن، سورۃ المائدۃ، رقم الآیہ، ۵، کراچی، ادارۃ المعارف، ۳/۳۹-۵۰

۲. دوسری صورت یہ کہ کسی مصنوع کے اجزائے ترکیبی (Ingredients) یا اجزائے ترکیبی (Ingredients) کا مأخذ معلوم کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے حلال یا حرام ہونے کی بنیاد پر رپورٹ تیار کر کے دینا ہو، مثلاً اگر لیبارٹری حلال ٹیسٹنگ کے لیے خاص ہے جیسا کہ حلال سائنس سینٹر تھائی لینڈ، (Halal Science Center, Thailand) یا پاکستان کونسل آف سائنٹفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ (Pakistan Council of Scientific and Industrial Research) کے لاہور یا کراچی میں قائم مراکز میں حلال کے حوالے سے ٹیسٹنگ کرنا۔

یہ صورت شرعی اعتبار سے دینیات یا دیانات کے زمرے میں آتی ہے اور دینیات یا دیانات میں کسی غیر مسلم کی بات شرعاً قابل قبول نہیں۔ لہذا ایسا کوئی ٹیسٹ کرنا اور اس کی رپورٹ تیار کرنا صرف مسلمان فرد یا ادارہ کر سکتا ہے، بشرطیکہ وہ فرد یا ادارہ اپنے فن میں ماہر ہو اور اس کی بات یا تحقیق و رپورٹ میں کسی جھوٹ یا سازش کا شبہ نہ ہو۔<sup>(۱)</sup>

### حلال و حرام کے مسئلے میں ISO کا کردار و اختیار:

سوال: کیا انٹرنیشنل آرگنائزیشن فار سٹینڈرڈائزیشن (International Organization for Standardization) یا غیر مسلموں کی ملکیت اور ان کی نگرانی میں چلنے والے کسی اور ادارے کو حلال مصنوعات و خدمات کی نگرانی یا معیارات سازی کا اختیار دیا جاسکتا ہے؟

جواب: ISO کے تحت ایک نئی حلال ٹیکنیکل کمیٹی تشکیل دی جا رہی ہے، جو حلال مصنوعات و خدمات کے حوالے سے بین الاقوامی و عالمی حلال اسٹینڈرز بنائے گی، اس کے علاوہ یہ کمیٹی حلال سرٹیفیکیشن کے شعبے میں کام کرنے والے افراد کی اہلیت، حلال مصنوعات و خدمات فراہم کرنے والے اداروں کے لیے مکمل نظام کی ضروریات و تقاضوں کے حوالے مطلوبہ شرائط و ضوابط طے کرے گی۔ نیز یہ کمیٹی یہ بھی طے کرے گی کہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے حلال معیارات، حلال کے حوالے سے مطلوبہ فنی مہارتیں، لیب ٹیسٹ کے طریقے، حلال مصنوعات و خدمات کی سرٹیفیکیشن، انسپشن، آڈٹ وغیرہ تمام متعلقہ امور و سرگرمیوں کا بہترین عملی طریقہ کار، پالیسی اور رہنما اصول کیا ہیں؟ یہ کمیٹی یہ بھی طے کرے گی کہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر حلال مارکیٹ کی نگرانی کا طریقہ کار اور کسی غلطی یا خلاف ورزی کی صورت میں اصلاح و درستگی کی قابل عمل صورت کیا ہوگی؟

(۱) حلال سرٹیفیکیشن، ص ۱۹۸-۱۹۹

ISO کے ماتحت اس حلال ٹیکنیکل کمیٹی کے حوالے کی جانے والی حلال مصنوعات و خدمات میں مسلمانوں کے حلال و حرام سے متعلق مآگولات، مشروبات، ادویات، کاسمیٹکس، مالیات، سفر، سیر و تفریح وغیرہ زندگی کے تمام وہ شعبے شامل ہیں، جن میں حلال و حرام کا مسئلہ پیش آسکتا ہو۔

اسے حوالے سے معتدل رائے یہ ہے کہ عالمی معیارات بنانے والے ادارے ISO جس کا ہیڈ کوارٹر جنیوا سویٹزر لینڈ میں ہے، اور جو غیر مسلموں کی نگرانی میں کام کرنے والا ایک غیر سرکاری ادارہ ہے۔ اور پوری دنیا میں ISO کے معیارات رائج ہیں، اس ادارے کی خدمات اور فنی مہارتوں کا انکار ممکن نہیں۔ گو کہ حلال کے معیارات میں بھی ISO کے تجربے اور فنی اصولوں سے کافی حد تک استفادہ کیا گیا ہے۔

لیکن دراصل ISO جو کہ غیر مسلموں کا ادارہ ہے اور غیر مسلموں کی مکمل نگرانی و اختیار میں کام کرتا ہے، ایسے ادارے کو حلال کے حوالے سے مذکورہ بالا تفصیل کے ساتھ مکمل اختیار دینا اس بات کے مترادف ہے کہ غیر مسلموں کی نگرانی میں مسلمانوں کا مکمل مذہبی نظام حوالے کیا جائے، اور وہ غیر مسلم پھر جب اور جیسا چاہے، مسلمانوں کے دین و ایمان سے کھینا شروع کر دے، ہماری دنیا اور آخرت کو برباد کر دے، ہمارے اخلاقی نظام کو داؤ پر لگا دے۔

مزید یہ کہ یہ بات سب کو بخوبی معلوم ہے کہ حلال کے حوالے سے معیار سازی یا کوئی اور راہنما اصول تیار کر دینا دین کی تشریح کا نام ہے اور کسی بھی مذہب کی تشریح کا حق اس مذہب اور اس کے ماننے والوں کا حق ہے، شریعت کی نظر میں بھی کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینا خالص مذہب اسلام کا اختیار ہے اور کسی غیر مسلم کو حق دینا شرعاً ناجائز ہے۔ یہ بات بھی بالکل فطرت کے مطابق ہے کہ عالمی سطح پر مسلمانوں کے لیے حلال کے لیے متفقہ معیار بنانے میں وقت لگے گا، بلکہ احتیاط کا تقاضا بھی یہ ہے کہ پوری تسلی کے ساتھ اس پر غور و فکر اور کام ہونا چاہیے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ جلد بازی میں کوئی معیار تیار کیا جائے اور بعد میں خود مسلمان اس کے ماننے کے لیے تیار نہ ہوں۔

مفتی عارف علی شاہ لکھتے ہیں کہ:

مقالہ نگار کی رائے میں ISO کو حلال کے حوالے سے کوئی بھی کردار و اختیار دینا شریعت کی رو سے ناجائز ہے اور اس حوالے سے کسی غیر مسلم یا اس کے ماتحت کسی ادارے کو مسلمانوں کے دین و مذہب کا اتنا تفصیلی اختیار و کردار دینے کے تصور سے ہی روٹکھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس مسئلے کا آسان اور قابل عمل حل یہ ہے کہ بین الاقوامی اسلامک ممالک کی تنظیم (Organization of Islamic Countries) اور اس کے ماتحت پہلے سے تشکیل شدہ ادارے سیمک (The Standards and Metrology Institute for Islamic Countries) کو تمام مسلمان ممالک کی طرف سے مکمل سپورٹ کے ساتھ یہ حقیقی اختیار دے دیا جائے کہ وہ جلد از جلد کوشش کرے کہ حلال کے لیے عالمی معیارات اور تمام متعلقہ ضروری دستاویزات تیار کرے۔

واضح رہے کہ اس ادارے میں تمام اسلامی ممالک اور فقہی مسالک کی نمائندگی موجود ہے اور اس ادارے نے اس حوالے سے ابتدائی طور پر کچھ کام بھی کیا ہے جس پر غور و فکر اور نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ (۱)

مقالہ نگار کی رائے:

مقالہ نگار کی رائے یہ ہے کہ حلال معیارات کی تشکیل میں انتظامی حوالے سے ISO کے تجربے سے استفادہ کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہاں البتہ جہاں بات ہو قرآن و سنت کی یا اس سے مستنبط مسائل کی تو شریعت اس بات کی بلکل اجازت نہیں دیتی کہ کوئی غیر مسلم ادارہ یا تنظیم اس کی تشریح و توضیح کرے اور عالمی حلال اسٹینڈرڈ بنائے۔

حلال سرٹیفیکیشن / (Halal Certification):

- صارفین (Consumers) کے لیے ہر ایک اجزائے ترکیبی (Ingredients) کی تحقیق کرنا کہ:
- اس کا ماخذ (Source) کیا ہے؟
  - حلال ہے یا حرام؟
  - اور اگر حلال جانور ہے تو کیا اسے شرعی طریقے سے ذبح بھی کیا گیا یا نہیں؟
  - آیا مصنوعات میں کوئی حلال جانور کا حرام جز تو شامل نہیں؟
  - آیا مصنوعات میں خنزیر (Pig) کا گوشت یا جیلاٹین (Gelatin) تو شامل نہیں کر دی گئی؟
  - آیا مصنوعات میں کوئی رنگ تو ایسا شامل نہیں جو کیڑوں (Insects) سے کشید کیا گیا ہو؟
  - آیا مصنوعات میں کوئی ایسی حلال چیز تو شامل نہیں جسے حاصل کرنے میں حرام کیمیکل (الکوہل) کا استعمال کیا گیا ہو؟
  - آیا حرام شے میں استحالہ (Change of State) تو نہیں ہو گیا؟
  - آیا کوئی حلال شے مضرت کی وجہ سے تو حرام نہیں؟
  - آیا کسی بھی غذائی شے کی تیاری میں ابتدا سے لے کر انتہاء تک حلت و حرمت کے عمومی قواعد کو ملحوظ رکھا گیا یا نہیں؟

(۱) اشیاء میں اصل اباحت کے تناظر میں درآمد شدہ اشیاء کا حکم، (س-ن)، شعبہ نشر و اشاعت، حلال فاؤنڈیشن، کراچی، پاکستان۔ حلال سرٹیفیکیشن، ص ۳۰۶-۳۱۲ (بیز مذکورہ سوال کے حوالے سے ایک ای میل PNAC (Pakistan National Accreditation Council) کو ISO کی جانب سے موصول ہوئی جو کہ مذکورہ صفات میں درج ہے اور بھی اسی حوالے سے جواب کی تفصیل لکھی گئی)؛

بہت مشکل ہے اور نہ ہی شریعت میں عامۃ الناس کے لیے تنگی اور مشکل کو روارکھا گیا ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ صارفین کی سہولت کے پیش نظر صانعین (Manufacturers) غیر مسلم ممالک سے درآمدی اشیاء کی حلت و حرمت کی تعیین کے لیے اپنی مصنوعات کو مسلم حلال اداروں / اتھارٹیز سے سرٹیفائیڈ کروائیں تاکہ صارفین (Consumers) کے لیے درآمدی اشیاء کے استعمال کرنے اور کھانے پینے میں سہولت پیدا ہو سکے۔ مزید برآں یہ کہ ہر مسلم ممالک میں حلال اسٹینڈرز / معیارات (جیسے پاکستان میں (3733-PS)<sup>(1)</sup>) بن چکے ہیں اور حلال اتھارٹیز / سرٹیفیکیشن باڈیز کسی بھی چیز کو حلال سرٹیفائیڈ کرنے کے دوران ان معیارات کو بھی مد نظر رکھتی ہے۔

حلال سرٹیفیکیشن سے کیا مراد ہے؟

“A halal certificate is a document issued by an Islamic organization certifying that the products listed on it meet Islamic dietary guidelines, as defined by that certifying agency.”<sup>(2)</sup>

”حلال سرٹیفیکٹ وہ دستاویز ہے جو ایک مسلم تنظیم کی جانب سے جاری کی جائے اور اس میں اس بات کی تصدیق کی جائے کہ اس غذائی شے میں جن چیزوں کی فہرست دی گئی ہے وہ ان اسلامی تغذیہ ہدایات کے مطابق ہیں جن کی تعبیر و تشریح سرٹیفیکٹ دینے والے ادارے کی جانب سے کی گئی ہے۔“

“Halaal certification is a process which ensures the features and quality of the products according to the rules established by the Islamic Council that allow the use of the mark Halaal. It is mainly applied to meat products such as milk, canned food and additives”<sup>(3)</sup>

”حلال سرٹیفیکیشن ایسا عمل ہے جو کہ مصنوعات کے معیار اور خصوصیات کو اسلامی کونسل کی طرف سے قائم کردہ اصولوں کے مطابق یقین بناتا ہے اور یہی وہ عمل ہے جو مصنوع کے اوپر حلال کا نشان استعمال کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ یہ عمل زیادہ تر گوشت کی مصنوعات، دودھ، ڈبہ بند خوراک کی اشیاء اور خوراک کے اضافی عناصر میں لاگو کیا جاتا ہے۔“

(1)PSQCA. PS: 3733-2019; Pakistan Standard specification for halal food management systems requirements for any organization in the food chain, Karachi,2019

(2) Mian, N.Riaz, Muhammad, (2003), Halal Food Production, London, CRC Press, Boca Raton. p 165

(3)www.szutest.com/halal-certification

موجودہ دور میں تو حلال سرٹیفیکیٹ کا عمل اس حد تک پروان چڑھ چکا ہے کہ صانعین اپنی ہر ایک مصنوع کو حلال سرٹیفیکیٹ کروا رہے ہیں جس کی بڑی وجہ حلال مصنوعات کی بڑھتی ہوئی مارکیٹ ہے۔  
**فائدہ:** کوئی مسلمان، کوئی اسلامی تنظیم یا ایجنسی حلال سرٹیفیکیٹ جاری کر سکتا ہے۔<sup>(۱)</sup>  
**حلال سرٹیفیکیٹ کا دائرہ کار:**

ماگوالات، مشروبات، ادویات اور کاسمیٹکس سے متعلق حلال انڈسٹری کی ہر وہ چیز جو انسانی جسم کے داخلی یا خارجی استعمال میں آتی ہو، اور وہ چیز ان اشیاء سے نہ ہو جو اصلاً حلال ہیں، یا وہ چیزیں اصلاً تو حلال ہیں لیکن اپنی اصلی حالت میں استعمال نہ ہوتی ہو، بلکہ اس کے ساتھ اور بھی چیزیں ملا دی جاتی ہوں، اور یہ اضافی چیزیں یقیناً یا غالب گمان کے درجے میں حرام یا قوی درجے کے مشکوک ہوں، تو ایسی تمام اشیاء کی حلال سرٹیفیکیشن ضروری ہے، بشرطیکہ سرٹیفیکیٹ کے علاوہ مسلمان کے پاس حلال کے اطمینان کے حصول کے لیے کوئی اور قابل اعتماد شرعی ذریعہ نہ ہو۔<sup>(۲)</sup>  
**حلال سرٹیفیکیٹ کی انواع:**

حلال سرٹیفیکیٹ کی تاحال مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

۱ - متعلقہ مقام کے رجسٹریشن کا سرٹیفیکیٹ (Registration of a site certificate):

اس نوعیت کے سرٹیفیکیٹ کے تحت یہ بتایا جاتا ہے کہ غذائی اشیاء تیار کرنے والے پلانٹ، فیکٹری، مذبحہ اور ان غذاؤں کو تیار کرنے سے متعلق دیگر مقامات کی جانچ کر لی گئی ہے اور انہیں ان حلال غذائی اشیاء کی فراہمی اور فروخت کی منظوری دی جاتی ہے لیکن اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس فیکٹری میں تیار ہونے والی تمام غذائی اشیاء کو حلال سرٹیفیکیٹ دے دیا گیا ہے، کسی متعلقہ مقام کے بارے میں جاری کردہ سرٹیفیکیٹ غذائی اشیاء کے حلال سرٹیفیکیٹ کے طور پر استعمال نہیں کیا جاسکے گا۔

۲ - کسی مخصوص غذائی اشیاء کو ایک مخصوص مدت کے لیے حلال سرٹیفیکیٹ:

(Halal certificate for a specific product for a specific duration)

اس سے مراد یہ ہے کہ متعلقہ غذائی اشیاء کے سلسلے میں ان ہدایات کی پابندی کی جانی چاہیے جو حلال سرٹیفیکیٹ دینے والے ادارے نے مرتب کی ہیں، اس نوعیت کا سرٹیفیکیٹ کسی خاص مدت کے لیے یا کسی خاص

(1) Halal Food Production, p 166

(۲) شاہ، عارف علی، مفتی، (۲۰۱۵ء)، حلال سرٹیفیکیشن (شریعت کی روشنی میں)، ادارۃ النور، کراچی۔ ص ۱۱۶

مقدار کی غذائی اشیاء کے لیے جاری کیا جاسکتا ہے جو کسی مخصوص سپلائی یا درآمد کے لیے تیار کی جائے۔ اگر یہ سرٹیفیکیٹ کسی مخصوص مقدار کے لیے ہے تو اسے بیچ سرٹیفیکیٹ (Batch certificate) یا جہاز کے ذریعہ بھیجی جانے والی غذائی اشیاء کے بارے میں سرٹیفیکیٹ کہا جاسکتا ہے، گوشت اور پولٹری سے متعلق غذائی اشیاء جن کے لیے بیچ (Batch) یا بھیجے جانے والے سامان کا سرٹیفیکیٹ دینا ہوتا ہے انہیں عموماً بیچ سرٹیفیکیٹ دیا جاتا ہے۔

۳ - سالانہ سرٹیفیکیٹ (Yearly certification):

سالانہ جانچ اور حلال سرٹیفیکیٹ جاری کیے جانے کی فیس ادا کرنے پر یہ (Renew) کیا جاتا ہے۔<sup>(۱)</sup>

حلال سرٹیفیکیٹ کے مندرجات:

بعض حضرات نے حلال سرٹیفیکیٹ کے مندرجات میں درج ذیل اشیاء کی رعایت ضروری قرار دی ہے:

- مصنوع مذکور میں کسی بھی حرام شے کی آمیزش نہیں ہے۔
- اس کی تیاری میں حرام چربی وغیرہ کا استعمال کسی بھی غرض سے نہیں ہوا ہے۔
- اگر لحمی اجزاء پائے جاتے ہیں تو حلال جانور کے ہیں جن کو شریعت کے ضابطہ کے مطابق ذبح کیا گیا ہے۔
- حلال جانور کا کوئی ایسا جزو بھی شامل نہیں ہے جس کا کھانا جائز نہیں ہے۔
- اگر حرام جزو یا حرام لحمی اجزاء سے بنانے میں مدد لی گئی ہے تو اس کی ماہیت و حقیقت مکمل طور پر ختم ہو چکی

ہے۔<sup>(۲)</sup>

کن مصنوعات کو سرٹیفیکیٹ دیا جاسکتا ہے؟

ایسی غذائی مصنوعات جنہیں مسلمان استعمال کرتے ہوں انہیں سرٹیفیکیٹ دیا جاسکتا ہے، خواہ یہ اشیاء اندرونی طور پر استعمال ہوں یا جسم پر انہیں لگایا جاتا ہو، متعدد ممالک میں ایسی مصنوعات جو بطور دوا استعمال کی جاتی ہوں ان کے لیے سرٹیفیکیٹ درکار نہیں ہوتا، لیکن جو لوگ اس میں حساس ہیں وہ ان دواؤں کے اجزاء میں حلال اشیاء کو دیکھتے ہیں لہذا اگر دواؤں پر بھی حلال سرٹیفیکیٹ ہو تو بہتر ہوتا ہے۔<sup>(۳)</sup>

(1) Halal food production, p 166-167

(2) <https://halalcs.org/en/halal-certification-procedure-2;>  
<http://iso.net.pk/services/halal.php>

(3) Halal food production, p 167



## حلال سرٹیفیکیٹ جاری کرنے کا عمل:

حلال و حرام کو شریعت میں اساسی حیثیت حاصل ہے اسی لیے سرٹیفیکیشن کے عمل کو ممکنہ حد تک معیاری اور آسان بنانے کی کوشش کی گئی ہے تاہم اس عمل کے لیے مندرجہ ذیل طریقہ کار لازم ہے:

- درخواست
- فیٹری اور حلال کا عمل
- جانچ کے لیے میننگ
- طریقہ کار کی سفارش
- مرکبات کی تبدیلی
- فیٹری کی منظوری
- مصنوعات کی جانچ
- تیار کرنے کے عمل کی جانچ کا عمل
- مجموعی عمل
- سالانہ سرٹیفیکیٹ کا اجراء (آڈٹ)
- ادارے کو بھیجا گیا ریکارڈ
- ریکارڈ کی جانچ (۱)

## مسلم اور غیر مسلم ممالک میں حلال سرٹیفیکیشن کی اہمیت:

جو چیزیں مسلمان ممالک میں مقامی طور پر مسلمان خور تیار کرتے ہیں، مثلاً مسلمان ذابحین مقامی طور پر خود جانور ذبح کرتے ہیں یا ماکولات، مشروبات، ادویات اور کاسمیٹکس سے متعلق دوسری اشیاء تو ایسی چیزوں کی حلال سرٹیفیکیشن از روئے شریعت ضروری نہیں، لیکن اگر مسلمان ممالک میں ماکولات، مشروبات، ادویات اور کاسمیٹکس سے متعلق اشیاء غیر مسلم ممالک سے درآمد ہوتی ہیں یا وہ مسلمان صالحین مسلم ممالک میں تیار تو کرتے ہیں لیکن ان چیزوں کے اجزائے ترکیبی (Ingredients) غیر مسلم ممالک سے درآمد ہوتے ہوں اور ان اجزاء میں یقیناً یا غالب گمان کے درجے میں حرام یا قوی درجے کے مشکوک ہوں، تو ایسی تمام اشیاء کی حلال سرٹیفیکیشن ضروری ہے، بشرطیکہ سرٹیفیکیٹ کے علاوہ مسلمان کے پاس حلال کے اطمینان کے حصول کے لیے کوئی اور قابل اعتماد شرعی ذریعہ نہ ہو۔ اور اس میں مسلم اور غیر مسلم ممالک کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ (۲)

عالمی حلال ادارے:

حلال کو تسلیم کرنے کے بارے میں چند عالمی سطح کے ادارے مندرجہ ذیل ہیں:

● جیاتن کین جوان اسلام ملیشیا (JAKIM) ملیشیا

● مجلس علماء انڈونیشیا (MUD) انڈونیشیا

(1) Ibid, p 170

<https://halalcertification.ie/certifications/halal-certifications-procedure/>

(۲) حلال سرٹیفیکیشن، ص ۱۱۷، <https://halalcertification.ie/certifications/why-halal-certification>

• مجلس اداگانا اسلام سنگاپور (MUIS)

• مسلم ورلڈ لیگ (MWL) سعودی عرب (۱)

• منہاج حلال سرٹیفیکیشن، منہاج یونیورسٹی، لاہور

وطن عزیز کی معروف دانش گاہ ”منہاج یونیورسٹی“ نے حال ہی میں ایک مستقل شعبہ ”حلال سرٹیفیکیشن“ کے نام سے قائم کیا ہے۔ جو متعلقہ موضوع پر شرعی معیارات کے مطابق پاکستان میں رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔

### حلال سرٹیفیکیشن کے نشان کا استعمال:

جب مصنوعات کو حلال سرٹیفیکیشن دے دیا جاتا ہے تو اس چیز کے پیکٹ پر ایک خاص نشان چھاپ دیا جاتا ہے، مثال کے طور پر امریکہ کی اسلامی کونسل برائے خوراک اور تغذیہ (IFANCA) ہرے رنگ کے "ایم" نشان کا استعمال کرتی ہے، اس سے مراد ہے کہ یہ مسلمانوں کے لیے بہتر (قابل قبول) ہے، تاہم اگر غذائی مصنوعات میں سے کسی پر کسی مشہور ادارے کی جانب سے حلال سرٹیفیکیشن کا نشان ہو تو مسلمان اسے زیادہ رغبت سے قبول کرتے ہیں۔ (۲)

اس طرح کسی باختیار ادارے کی جانب سے جاری کردہ سرٹیفیکیشن سے خریدار کو اطمینان ہو جاتا ہے کہ دیار غیر سے آئی ہوئی سرٹیفیکیشن حاصل شدہ مصنوعات میں:

• کوئی ایسی شے یا مرکب شامل نہیں ہے جس کا کھانا مسلمانوں کے لیے از روئے شرع جائز نہ ہو اور اس غذائی مصنوعات کو شرعی طریقہ سے ذبح بھی کیا گیا ہے۔

• کوئی ایسا مرکب شامل نہیں ہے جو شریعت کے تحت ممنوع ہو۔

• اسے ایسے آلات یا مشین کے ذریعہ تیار نہیں کیا گیا جو شریعت کے معیار کے مطابق جائز نہ ہو۔

(۱) غذائی مصنوعات کا حکم اور حلال سرٹیفیکیشن کا اجراء شرعی اصول اور شرائط و معیارات، (۲۰۱۶ء)، نئی دہلی، جامعہ نگر، ایفا پبلیکیشنز ص ۳۹۶

(2) Halal Food Production, p169

- اس کی تیاری، بنانے یا اسٹور کرنے کے درمیان اسے کسی ایسی شے کے قریب یا اس کے ساتھ نہیں رکھا گیا جو شرعاً ممنوع ہو۔<sup>(۱)</sup>

## حلال مصنوعات کی تصدیق کرنے والے ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ:

حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والا ادارہ اسلامی ملکوں میں ہوں اور حکومت اس کی نگرانی کرے اور اس ادارہ میں علماء اور ماہرین کے وفود کو حکومت بھیجے اور وہ انتظامیہ سے اس بات کا مطالبہ کریں کہ وہ شریعت کے موافق کام کریں اور ان کو طریقہ کار سمجھائیں اور اس سلسلہ میں شرعی ہدایتوں کی وضاحت کریں اور اس ادارہ کی نگرانی کے لیے ایسے غیر مند مسلمان مقرر کیے جائیں کہ جب تک ان کو مکمل طور پر حلت کا یقین نہ ہو جائے وہ اس ادارہ کو سرٹیفیکیٹ جاری نہ کریں، نیز مصنوعات کی تصدیق اجمالی طور پر نہ ہو بلکہ حلال ہونے کی پوری وجہ لکھی جائے کہ یہ چیز فلاں فلاں چیز سے اس طریقہ پر تیار کی گئی ہے اور فلاں آدمی نے تیار کیا ہے، اور غیر مسلم ممالک کے ایسے اداروں کو بھی اجمالی تصدیق سے روکنے کی کوشش کی جائے اور اگر وہ نہ مانیں تو ان کی مصنوعات سے احتراز کیا جائے جب تک حلت کا یقین نہ ہو جائے، اور مسلم تنظیمیں ایسے ادارہ کے مالکان کو اکٹھا کر کے مسئلہ کی نزاکت کو سمجھائیں اور اس کی اہمیت کو باور کرائیں ورنہ مسلمانوں کا خاص ادارہ ہو جو مسلمانوں کے لیے اسلامی طریقہ پر کام کرے<sup>(۲)</sup>۔

## خلاصہ کلام:

غیر مسلم ممالک سے درآمد اشیاء کی جانچ پڑتال کے لیے موجودہ دور میں حلال سرٹیفیکیشن کا ہونا لازم ہے، اور حلال سرٹیفیکیشن جاری کرنے والے ادارے کے سربراہ کا مسلمان ہونا بھی لازم ہے۔ لیبارٹری ٹیسٹنگ کی حیثیت ایک معاون کے طور پر ہوگی اور مسلم ممالک کے پاس حتی الوسع اپنی سائنسی لیبارٹریز ہونی چاہیے۔ حلال معیارات کی قانون سازی میں انتظامی حوالے سے ISO سے رجوع کیا جاسکتا ہے البتہ حلال و حرام کے حوالے سے کسی بھی غیر مسلم کی تشریح و توضیح کو قبول نہیں کیا جائے گا۔



(۱) غذائی مصنوعات کا حکم اور حلال سرٹیفیکیٹ کا اجراء شرعی اصول اور شرائط و معیارات، ص ۴۹۸

(۲) نفس المصدر، ص ۵۵۲

## مصادر و مراجع

۱. اشیاء میں اصل اباحت کے تناظر میں درآمد شدہ اشیاء کا حکم، (س-ن)، شعبہ نشر و اشاعت، حلال فاؤنڈیشن، کراچی، پاکستان۔ حلال سرٹیفیکیشن
۲. رشید احمد، مفتی، (۱۴۲۵ھ)، احسن الفتاویٰ، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی
۳. زیلعی، عثمان بن علی بن محمد، (۱۳۱۳ھ)، تیسین الحقائق شرح کنز الدقائق وحاشیة الشلمی، القاہرہ، المطبعة الکبری الامیریة، بولاق
۴. شافعی، ابو بکر بن محمد، (۱۹۹۳ء)، کفایة الاختیار فی حل غایة الاختصار، دار الخیر، دمشق
۵. شاہ، عارف علی، مفتی، (۲۰۱۵ء)، حلال سرٹیفیکیشن (شریعت کی روشنی میں)، ادارة النور، کراچی
۶. شفیق، عثمانی، مفتی، (س-ن)، معارف القرآن، سورۃ المائدہ، رقم الآیہ، ۵، کراچی، ادارة المعارف
۷. غذائی مصنوعات کا حکم اور حلال سرٹیفیکیشن کا اجراء شرعی اصول اور شرائط و معیارات، (۲۰۱۶ء)، نئی دہلی، جامعہ نگر، ایف ای بیلکیشنز
۸. کاسانی، علاء الدین، ابو بکر بن مسعود بن احمد، (۱۹۸۶م)، بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیہ، بیروت
۹. لجنة علماء برناسة نظام الدین البلجی، (۱۳۱۰ھ)، الفتاویٰ الھندیة، دار الفکر، بیروت
۱۰. نصاب الاحتساب، (س-ن)، الباب العاشر فی الاحتساب فی الاکل والشرب والتداوی، مکة المکرمة، مکتبة الطالب الجامعی
11. Mian, N.Riaz, Muhammad, (2003), Halal Food Production, London, CRC Press, Boca Raton.
12. PSQCA. PS: 3733-2019; Pakistan Standard specification for halal food management systems requirements for any organization in the food chain, Karachi, 2019
13. www.szutest.com/halal-certification
14. http://www.iso.net.pk/services/halal
15. https://halalcertification.ie/scopes-of-certification
16. Halal food production, p 166-167
17. https://halalcs.org/en/halal-certification-procedure-2;
18. http://iso.net.pk/services/halal.php
19. https://halalcertification.ie/certifications/halal-certifications-procedure/
20. https://halalcertification.ie/certifications/why-halal-certification
21. https://www.banuri.edu.pk/bayyinat-detail

# غذائے نبوی ﷺ میں دودھ کا استعمال

اور جدید علم غذائیت میں اس کی افادیت

**Milk in the Prophetic diet and its benefit according to the modern science of nutrition**

☆ نادیہ عالم

## ABSTRACT

Consumption of milk as a food item and its products by the Prophet (ﷺ) is evident from many sources. Prophet (ﷺ) not only used to like drinking milk rather prayed for its abundance as well. Owing to its various nutrients, milk is regarded as a complete food in human diet. It is especially important for children. The fact that milk is the very first food consumed by all humans and animals, further highlights its importance in diet. Because its nutritional value, milk contains many important nutrients, including abundant water, proteins, carbohydrates, fats, important minerals and vitamins. Thus except Iron, milk contains all the essential ingredients that not only support growth in childhood but maintain health and strength at later stages of life too. This article discusses the animals whose milk was consumed by Prophet (ﷺ) and the useful ingredients found in their milk, the need of milk for human beings, and the usefulness and importance of milk and other important products like curd, buttermilk, butter, cheese and ghee in modern nutrition?

**Keywords:** Milk, Islam, Nutrition, Product

دودھ انسان کی اولین غذا ہے۔ پھر جب سے انسان کو مویشی پالنے کی سمجھ آئی انہوں نے ان کے دودھ سے فائدہ اٹھانا بھی سیکھ لیا۔ قرآن کریم میں کئی مقامات پر جنت میں دودھ کی ایسی نہروں کا ذکر آیا ہے جن کا ذائقہ کبھی خراب نہیں ہو گا۔ سورۃ النحل میں دودھ کا ذکر اور اس کی صفات کا بیان: ﴿لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشَّارِبِينَ﴾ (۱) یعنی ایسا لذیذ دودھ جو پینے والوں کے حلق سے بغیر کسی کوشش سے یا آسانی سے اتر جانے والا ہے“ کے الفاظ سے کیا ہے۔ نبی

☆ پی۔ ایچ۔ ڈی اسکالر، لاہور یونیورسٹی، لاہور

(۱) سورۃ النحل، ۱۶/۶۶

کریم ﷺ کو دودھ بہت پسند تھا۔ حضرت عبد اللہ سے روایت ہے کہ: ”کان رسول اللہ ﷺ یحب اللبن“ رسول اللہ ﷺ کو دودھ پسند تھا“ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:

”إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ لَيْلَةً أُسْرِي بِهِ بِإِيَالِيَاءَ بَقْدَحَيْنِ مِنْ حَمْرٍ وَلَبَنٍ، فَتَطَّرَ إِلَيْهِمَا فَأَخَذَ اللَّبَنَ، فَقَالَ لَهُ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَذَاكَ لِلْفِطْرَةِ، لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ“ (۱)

”جب شبِ معراج کو نبی کریم ﷺ کو پانی شراب اور دودھ پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے دودھ کو پسند فرمایا۔ جس پر آپ ﷺ کے اس فعل کو حضرت جبریل نے (بہت پسند کیا اور) کہا کہ اللہ تعالیٰ کی شکر ہے جس نے آپ کی فطرت پر راہنمائی فرمائی۔ اگر آپ ﷺ شراب کو منتخب فرماتے تو آپ ﷺ کی امت گمراہ ہو جاتی“

آپ ﷺ نے تمام غذاؤں میں صرف دودھ پینے کے بعد اس میں برکت اور اضافے کی دعا فرمائی کیونکہ آپ ﷺ کے نزدیک کوئی اور غذا دودھ سے افضل نہیں۔ آپ ﷺ نے امت کو اس دعا کی تعلیم بھی فرمائی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ أَطْعَمَهُ اللَّهُ طَعَامًا، فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ، وَارْزُقْنَا خَيْرًا مِنْهُ، وَمَنْ سَقَاهُ اللَّهُ لَبَنًا، فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ، وَزِدْنَا مِنْهُ، فَإِنِّي لَا أَعْلَمُ مَا يُجْزَى مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ، إِلَّا اللَّبَنُ“ (۲)

”جس کو اللہ تعالیٰ کھانا کھلائے تو اسے کہنا چاہیے کہ اے اللہ! ہمارے لیے اس (کھانے) میں برکت عطا فرما اور اس سے بہتر روزی عطا فرما اور جسے اللہ تعالیٰ دودھ پلائے تو اسے چاہیے کہ وہ یوں کہے کہ اے اللہ! تو ہمارے لیے اس (دودھ) میں برکت عطا فرما اور مزید عطا کر، کیونکہ دودھ سوا مجھے کسی اور چیز کا علم نہیں جو کھانے اور پینے دونوں کے لیے کافی ہو“

دودھ انسانی جسم کے لیے ایک مکمل غذا ہے۔ اس میں انسانی ضرورت کے تقریباً وہ تمام اہم اجزاء موجود ہوتے ہیں۔ جن سے جسم صحت مند رہ سکتا ہے اور اس کی درست نشوونما ہو سکتی ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ جن علاقوں کے لوگ دودھ زیادہ استعمال کرتے ہیں ان کی عمریں لمبی ہوتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے جن مختلف جانوروں کا دودھ نوش فرمایا

(۱) بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، (۱۹۸۷ء)، دار ابن کثیر، بیامد۔ ۳/۱۷۴۳، رقم: ۴۴۳۲

(۲) ابن ماجہ، محمد بن یزید، (س-ن)، دار احیاء الکتب العربیہ، القاہرہ۔ ص ۱۱۰۳، رقم الحدیث: ۳۳۲۲

ہے، ان میں بکری، گائے اور اونٹ شامل ہیں۔ ابن قیم طب نبوی ﷺ میں دودھ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بظاہر یہ بسیط (سادہ / غیر مرکب) معلوم ہوتا ہے۔ مگر درحقیقت یہ تین چیزوں یعنی، پنیر، گھی اور پانی سے مرکب ہوتا ہے۔ یعنی چکنائی دودھ کا ایک اہم جز ہے۔ اس بارے میں ڈاکٹر خالد غزنوی بخاری و مسلم سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَتَمَضَّمْضَمَّ، وَقَالَ: إِنَّ لَهُ دَسْمًا<sup>(۱)</sup> رَدَى، لِلْحَمُومِ وَذَى الصَّدَاعِ“<sup>(۲)</sup>

”نبی ﷺ نے دودھ پیا اور اس کے بعد کلی کی اور فرمایا کہ اس کی چکنائی ہوتی ہے، جو بخار کے مریضوں اور سر درد والے کے لیے بے فائدہ ہے۔“

دودھ کے فوائد و نقصانات کے بارے میں ابن قیم لکھتے ہیں: دودھ عمدہ خون پیدا کرتا ہے، خشک جسم کو شاداب بناتا ہے، بہترین غذائیت مہیا کرتا ہے۔۔۔ شہد ملا کر پینے سے اندونی زخموں کو متعفن اخلاط سے بچاتا ہے، شکر کے ساتھ پینے سے رنگت نکھارتا ہے، سینے اور پھیپھڑے کے لیے موافق ہے، سب (آنکھ کی بیماری جس میں آنکھ پر پردہ پڑ جاتا ہے / موتیا) کے مریضوں کے لیے عمدہ غذا ہے البتہ سر، معدہ، جگر اور تلی کے لیے ضرر رساں ہے۔ اس کا زیادہ استعمال دانتوں اور مسوڑوں کے لیے نقصان دہ ہے، اسی لیے دودھ پینے کے بعد کلی کرنا چاہیے۔<sup>(۳)</sup> فوائد کے لحاظ سے سب سے اچھا دودھ بکری کا اس کے بعد گائے اور پھر اونٹنی کا ہوتا ہے۔ دودھ کی عمدہ ترین حالت یہ ہے کہ اسے تازہ دوہا گیا ہو۔ ڈاکٹر خالد غزنوی دودھ کے بارے میں لکھتے ہیں: دودھ کی اچھائی کا ایک اصول یہ ہے کہ ہر وہ جانور جس کی مدت حمل انسان سے زیادہ ہو اس کا دودھ مفید نہیں ہوتا۔ دودھ پینے سے پیٹ کی تیزابیت کم ہوتی ہے، طاقت میں اضافہ ہوگا، دماغ کو طاقت دیتا اور وہموں کو دور کرتا ہے لیکن پیٹ میں نفخ پیدا کرتا ہے۔ اگر اس میں چینی ملائی جائے تو چہرے کی رنگت نکھارتا ہے۔ جلد پر حساسیت سے پیدا ہونے والی خارش دور کرتا ہے، جھلیوں کو طاقت دیتا ہے اس لیے استسقاء (پیٹ میں پانی پڑنا) میں مفید ہے۔<sup>(۴)</sup>

(۱) مسلم، مسلم بن حجاج، (س-ن)، الصحیح، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔ ص ۱۶۹، رقم الحدیث: ۳۵۸۔

(۲) خالد غزنوی، (ڈاکٹر)، (س-ن)، طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس، التفیصل ناشران و تاجر ان کتب، لاہور۔ ۲/۱۷۲۔

(۳) ابن القیم، ابو عبد اللہ ابن القیم، (س-ن)، طب نبوی، اسلامی کتب خانہ، لاہور۔ ص ۵۰۳۔

(۴) خالد غزنوی، طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس، ۲/۱۷۷۔

دودھ اپنے اثرات میں معتدل ہوتا ہے۔ اس لیے تیزاب یا زہر خوانی کے مریض کو دوائی کی نوعیت جانے بغیر بھی دودھ پلا دینا ایک مفید عمل ہے۔ کیونکہ یہ تیزاب اور الکلی دونوں کو ختم کرتا ہے۔ دودھ میں لحمیات، اور نشاستے کے علاوہ کچھ معدنیات نمکیات کی شکل میں مثلاً کیشیم فاسفیٹ، کیشیم کلورائیڈ، میگنیشیم فاسفیٹ، سوڈیم اور پوٹاشیم کے سائیٹریٹ شامل ہوتے ہیں۔ اس میں حیاتیات کی مقدار جانور کے چارے کے مطابق ہوتی ہے۔ سبز چارہ کھانے والے جانوروں کے دودھ میں حیاتیات الف، ب، ج اور د موجود ہوتے ہیں۔ دودھ کو کھلی کڑاہی میں زیادہ کاڑھنے سے اس کے حیاتیات الف اور ب تلف ہو جاتے ہیں۔ گائے اور بھینس کے دودھ میں فولاد (آئرن) نہیں پایا جاتا۔ اس لیے اگر کسی کی غذا کا دار و مدار لمبے عرصے تک صرف ان کے دودھ پر ہو تو اس میں خون کی کمی واقع ہو جاتی ہے۔

دل، گردہ اور جگر کے مریضوں کے جسم پر ورم آنے کے بعد غذائی پابندیاں لگتی ہیں۔ ان بیماریوں میں دودھ ایسی غذا ہے جو پورے اطمینان سے دی جاسکتی ہے۔ جب ذیابیطس کے مریضوں میں علاج کے باوجود شکر کی مقدار کم نہ ہو رہی ہو تو ایک آزمودہ طریقہ یہ ہے کہ چند ایسے مریضوں کو صرف دودھ ہی دیا جائے۔ کچھ ہی دنوں میں شکر کی مقدار کم ہونے لگتی ہے۔ پھر جب شکر کی مقدار اعتدال پر آجائے تو پھر آہستہ آہستہ غذا میں ایک ایک چیز شامل کر کے مشاہدات کے ساتھ پتہ لگایا جاتا ہے کہ کون سی چیزیں لینے سے مریض کی شکر حد کے اندر رہے گی؟ حاملہ خواتین اور بڑھنے والے بچوں میں ہڈیوں کی تعمیر کے لیے کیشیم اور فوسفورس کی ضرورت ہوتی ہے یہ دونوں چیزیں دودھ سے ملتی ہیں۔ آب و ہوا، اوقات اور خوراک جانوروں کے دودھ اور ان کی خاصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

### بکری کا دودھ:

بکری کا دودھ لطیف اور معتدل ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی حیات مبارکہ میں ہمیشہ اپنے پینے کے لیے بکری کے دودھ کو پسند فرمایا۔ بکثرت احادیث مبارکہ آپ ﷺ کے بکری کے دودھ پینے کی روایات کے بارے میں موجود ہیں۔ قانون مفرد اعضاء<sup>(۱)</sup> میں بکری کے دودھ کو ترگرم کہا گیا ہے۔ حکیم محمد یسین بکری کے دودھ کے بارے میں لکھتے ہیں: اس میں چکنائی کی مقدار کم ہوتی ہے۔ اس لیے شیر خوار بچوں کے لیے ماں کے دودھ کے بعد بکری کا دودھ بہترین مانا گیا ہے۔ جس پر بچے کی مکمل نشوونما ممکن ہے بلکہ جو بچے بد ہضمی اور بچوں کی ٹی بی (مرض دق الاطفال) کی وجہ سے سوکھ گئے ہوں ان کے لیے بکری کا دودھ آب حیات کی مانند ہے۔ یہ ان کے لیے بے حد مقوی غذائی دوا ہے۔ کیونکہ یہ زود ہضم ہوتا ہے اور اس سے معدہ اور انتڑیوں کو نقصان نہیں ہوتا۔ جن بچوں کی نشوونما رک جائے، ان کے لیے بے حد

(۱) قانون مفرد اعضاء ایک مفرد طریقہ علاج ہے۔ حکیم انقلاب دوست محمد صابر ملتان (م ۱۹۷۲ء) نے اسے رائج کیا۔ انہوں نے اس طریقہ علاج کی بنیاد طب اسلامی / طب یونانی پر رکھی۔ اس میں جدت پیدا کی اور بہت سی نئی جہات میں کام کیا۔



مفید ہے۔ خشک کھانسی، سل و تپ دق کی کھانسی، پھیپھڑوں کے زخموں اور حلق کی خراش میں خاص طور پر فائدہ مند ہے۔ خناق اور مٹانہ کی خراش و زخم میں بھی نافع ہے۔ مدقوق مریضوں کے لیے بکری کا دودھ آب حیات سے کم نہیں۔ (۱)

جدید تحقیق کے مطابق بکری کا دودھ دق (ٹی بی) کے جراثیم سے خود بھی سے خالی ہوتا ہے، یہ انسانی جسم میں موجود ٹی بی کے ان جراثیم کا مقابلہ کرتا ہے اور تباہ شدہ نشوونما دینے میں نمایاں حصہ لیتا ہے۔ جن بچوں کے گلے جلد خراب ہوتے ہوں انہیں خاص طور پر بکری کا دودھ پلانا چاہیے۔ اس سے بلغم پیدا نہیں ہوتا۔ نئی تحقیق کے مطابق جن لوگوں کو لیکٹوز پر اہلم (دودھ کے ہضم نہ ہونے کا مسئلہ) (۲) ہو اور ان کی آنتیں گائے اور بھینس کے دودھ کو ہضم نہ کر سکیں، انہیں بکری کا دودھ استعمال کرنا چاہیے۔ انہی خصوصیات کی بنا پر بعض محققین نے بکری کے دودھ کو گائے کے دودھ سے افضل بھی قرار دیا ہے۔ خاص طور پر دماغی کام کرنے والوں کے لیے بکری کے دودھ سے بہتر کوئی اور غذا نہیں۔ پھر اس کے استعمال (پینے) سے جلد نرم و ملائم رہتی ہے۔ کولیسٹرول نہیں بڑھتا، جسم میں مختلف قسم کی الرجی یا حساسیت سے لڑنے کی قوت مدافعت بڑھتی ہے۔ (۳)

بعض اطباء کے نزدیک بکری کا دودھ چہرے کا رنگ نکھارتا ہے، جھائیوں اور مہاسوں کو دور کرنے کے لیے بھی بہت مفید ہے، اس لیے خواتین کے لیے تو یہ خاص قدرتی تحفہ ہے۔ کثیرا گوند کے ہمراہ پینے سے پھیپھڑوں کے زخم ٹھیک ہو جاتے ہیں، غم، وحشت اور خفقان میں فائدہ دیتا ہے۔ گرم گرم بکری کا تازہ دودھ پیشاب کی رکاوٹ کو درست کرتا ہے، مقوی باہ ہے اور مٹانہ کے زخم کو درست کرتا ہے۔ یہ دودھ گرم مزاج والوں کے لیے بے حد مفید ہے۔ اگر گلے کی خرابی یا حلق میں ورم ہو تو دودھ کو تھوڑی دیر گلے میں روک کر پینا بے حد مفید ہے۔ اسی طریقے سے

(۱) دنیا پوری، محمد یسین، (حکیم)، (۲۰۱۳ء)، خواص المفردات، بلسین طبی کتب خانہ، دینا پور۔ ص ۸۴۔

(۲) قدرتی طور پر دودھ میں شامل شکر کو لیکٹوز (LACTOSE) کہتے ہیں۔ یہ شکر بعض افراد کو ہضم نہیں ہوتی اس وجہ سے وہ دودھ نہیں پیتے یا پانی نہیں سکتے۔ اس بد ہضمی کا سبب لیکٹیز (LACTASE) نامی ایک خامرے (ENZYME) کی کمی ہوتی ہے، لیکٹیز دودھ میں شکر کو علیحدہ کر دیتا ہے، تاکہ وہ زود ہضم ہو کر خون میں شامل ہو جائے۔ جب یہ خامرے کم ہو جاتے ہیں تو دودھ کثافت کے اعتبار سے بھاری رہتا ہے اور چھوٹی آنت اسے ہضم نہیں کر پاتی۔ وہ افراد جو لیکٹیز کی کمی کا شکار ہوتے ہیں، دودھ نہیں پی سکتے۔ دودھ ہضم نہ ہونے پر عام طور پر قے، متلی، اینٹھن، ریاح، اور دست کی شکایات ہونے لگتی ہیں۔ ایسے افراد جب لیکٹیز والی غذائیں کھا، یا پی لیتے ہیں ان میں مذکورہ علامات آدھے گھنٹے سے لے کر دو گھنٹے بعد ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ ان علامات کے کم یا زیادہ ہونے کا انحصار جسم میں موجود لیکٹیز کی تعداد پر ہوتا ہے۔

(۳) بکری کے دودھ کے فوائد / lifetips.pk/archives/36325/Aug16-2017

تالو، زبان اور کوئے کے ورم کا علاج کیا جاتا ہے۔ اس میں معدنی عنصر سوڈیم پایا جاتا ہے۔ جو جسم کے زہریلے مواد کو تحلیل کر کے گردے اور مثانے کے راستے خارج کرتا ہے۔

اصلاح خون کے لیے بکری کا دودھ تمام جانوروں کے دودھ سے پہلے نمبر پر ہے۔ بکری کا دودھ ہمیشہ ابال کر استعمال کرنا چاہیے۔ اس دودھ میں کچھ فولاد بھی ملتا ہے، جس سے پھیپھڑوں کے امراض، خصوصاً دمہ کے مرض میں فائدہ ہوتا ہے، تھوک یا قے میں خون آنے کو روکتا ہے، سینے کی جلن کو ختم کرتا ہے، نظام ہضم کی خرابیوں کو دور کرتا ہے، اسہال روکتا ہے۔ بکری کا مکھن اور گھی تپ دق کے مریض کے لیے بے حد مفید ہوتا ہے۔ خون کی اللتیاں آنے کی صورت میں بکری کے دودھ کے ساتھ صندل سرخ اور ملٹھی ملا کر پلانا مفید ہوتا ہے۔

حکیم محمد یسین دنیاپوری اس بارے میں وضاحت کرتے ہیں کہ بکری کے جسم کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ اس کو جس قسم کی جڑی بوٹیاں کھلائیں گے ان کا اثر فوراً اس کے دودھ میں آ جاتا ہے۔ جس کا یہ فائدہ ہے کہ ہم جس قسم کے افعال کا دودھ حاصل کرنا چاہیں تو بکری سے لے سکتے ہیں اور (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) مریض کو شفا یاب کر سکتے ہیں۔ یہ خوبی کسی اور دودھ دینے والے جانور میں نہیں پائی جاتی۔ (۱) سو گرام بکری کے دودھ میں ۷۰ حرارے، ۴.۳ گرام لحمیات، ۸.۳ گرام چکنائی، ۱.۷ گرام نشاستہ موجود ہوتے ہیں۔ معدنیات میں سے ۱۵۰ ملی گرام کیمشیم، ۱۲۰ ملی گرام فوسفورس، ۵۰ ملی گرام سوڈیم، ۲۰۴ ملی گرام پوٹاشیم اور ۱۰۰ ملی گرام فولاد ملتی ہیں۔ (۲) جبکہ روزمرہ ضرورت کی حیاتیات میں سے حیاتیات الف ۳ فیصد، حیاتیات ج ۲ فیصد، حیاتیات د ۱۲ فیصد اور حیاتیات ب ۱۲ (کوبال من) ایک فیصد پائے جاتے ہیں۔

### گائے کا دودھ:

رسول اللہ ﷺ نے گائے کا دودھ نوش فرمایا اور دوسروں کو اس کے پینے کی تاکید فرمائی ہے۔ گائے کے دودھ اور اس کے مکھن کو دوا اور شفا قرار فرمایا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”مَا أَنْزَلَ اللَّهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ دَوَاءً، فَعَلَيْكُمْ بِالْبَنَانِ الْبَقَرِ؛ فَإِنَّهَا تَرْمِي مِنْ كُلِّ الشَّجَرِ“ (۳)

(۱) دنیاپوری، محمد یسین، (حکیم)، خواص المفردات، یسین طبی کتب خانہ، دنیاپور - ۲ / ۲۱۰ - ۲۱۱

(۲) سعیدہ غنی، (پروفیسر) ودیگر، (۲۰۱۳ء)، غذا اور غذائیت، آزاد بک ڈپو، لاہور، پاکستان - ص ۹۷

(۳) نسائی، احمد بن شعیب، (۱۴۱۲ھ)، السنن الکبریٰ، موسسۃ الرسالۃ، بیروت - ۶ / ۲۹۸، رقم الحدیث: ۶۸۳۳ -

”اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے لیے دوا نازل فرمائی ہے، پس گائے کا دودھ پیا کرو کیونکہ یہ ہر قسم کے درختوں سے چرتی ہے“

امام حاکم مستدرک میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں:

”عَلَيْكُمْ بِالْبَلْبَانِ الْبَقَرِ وَ سُمْنَانِهَا، وَإِيَّاكُمْ وَ لَحُومَهَا فَإِنَّ أَلْبَانَهَا وَسُمْنَانُهَا دَوَاءٌ وَ شِفَاءٌ وَ لَحُومُهَا دَوَاءٌ“ (۱)

”تمہارے فائدے کے لیے گائے کا دودھ اور مکھن ہے اور اس کا گوشت ہے، تو اس کے دودھ اور مکھن میں دوا اور شفا ہے اور اس کے گوشت میں بیماری ہے“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک دوسری روایت میں بیان کرتے ہیں:

”تَدَاوُوا بِالْبَلْبَانِ الْبَقَرِ؛ فَإِنَّ أَرْجُو أَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ فِيهَا شِفَاءً؛ فَإِنَّهَا تَأْكُلُ مِنَ الشَّجَرِ“ (۲)

”گائے کے دودھ سے علاج کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں شفا رکھی ہے کیونکہ یہ ہر قسم کے درختوں سے چرتی ہے“

قانون مفرد اعضا میں گائے کے دودھ کا مزاج تر گرم بتایا گیا ہے، لکھا ہے کہ یہ دودھ اپنی افادیت کے لحاظ سے یکتا ہے، زود ہضم ہے، پینے سے نفخ پیدا نہیں ہوتا، اس کے استعمال سے چربی وافر بنتی ہے جس وجہ سے دبلا جسم فرہ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گائے کے دودھ کو ”مسن بدن“ یعنی جسم کو موٹا بنانے والا کہا جاتا ہے۔ جبکہ پنجاب میں بہت پسند کیا جانے والا بھینس کا دودھ مزاج کے لحاظ سے تر سرد ہوتا ہے، یہ اپنے مزاج اور وافر چکنائی کا حامل ہونے کی بنا پر خصوصاً بچوں کے لیے موافق نہیں۔ کتب طب میں جب مطلق دودھ کا ذکر ہو تو اس سے مراد ہمیشہ گائے کا دودھ ہی ہوتا ہے۔ تر اور گرم ہونے کی وجہ سے یہ طبیعت کو نرم کرتا ہے، تازہ دودھ خفقان، سل اور دق، پھیپھڑوں کے زخم بند کرتا ہے۔ تازہ دوہا ہو اگر گرم دودھ پینے سے دماغ کو قوت اور تری ملتی ہے۔ یہ مالینجولیا، نسیان اور وساوس کی بیماریوں میں بہترین ثابت ہوتا ہے۔ رنگت نکھارتا ہے، کچھ دیر بالوں پر لگانے سے انہیں نرم کرتا ہے۔ (۳) مولد خون ہے، مقوی قلب ہے، بند چوٹوں میں ہلدی کے ساتھ گرم دودھ کا استعمال فائدے مند ہے۔ اپنے تر گرم مزاج کی وجہ سے تمام

(۱) حاکم، محمد بن عبداللہ، (۱۴۱۱ھ)، المستدرک، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔ ۳/ ۴۳۸، رقم الحدیث: ۸۲۳۲۔

(۲) طبرانی، سلیمان بن احمد، (۱۴۱۵ھ)، المعجم الکبیر، باب مسند عبداللہ بن مسعود، دارالصیغی، الریاض۔ ۱۰/ ۱۴، رقم الحدیث: ۷۸۸۔

(۳) گرتے بالوں کو روکنے کے لیے گائے کا دودھ جوش دے کر ٹھنڈا کر کے پانچ منٹ تک سر پر مالش کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔

زہروں کا تریاق ہے، خصوصاً گائے کے گھی کے ساتھ ملا کر دینے سے فوراً فائدہ ہوتا ہے۔<sup>(۱)</sup> بادی، صفر اور خون کے فساد فساد کو دور کرتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ بہترین گائے کا دودھ وہ ہے جس کا بچہ چار ماہ کا ہو جائے۔ ایسا دودھ میٹھا، زود ہضم، مصفی خون اور مقوی ہوتا ہے۔

غذائی ماہرین کے مطابق گائے کا دودھ گائے کے دودھ میں نمکیات کم، پنیر اور روغنی اجزاء زیادہ ہوتے ہیں۔ قد بڑھانے کے عمل میں جو لحمیات درکار ہوتے ہیں، ان میں ایک کیمیائی مادہ لائی سین (Lysin) ہے جو گائے کے دودھ میں سب سے زیادہ پایا جاتا ہے۔ اس کی مقدار دودھ کے اندر ۷.۷۱ فیصد ہوتی ہے۔ جن لوگوں کے پیشاب میں تیز بدبو ہوتی ہے دراصل ان کے جسم میں یورک ایسڈ کی مقدار بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ گائے کا دودھ خاص طور پر اور باقی دودھ عام طور پر یورک ایسڈ جسم میں نہیں بننے دیتے۔ دماغی کام کرنے والوں کے لیے گائے کا آدھا کلو دودھ روزانہ استعمال کرنا بے حد مفید ہوتا ہے۔

وافر و ثامن اے اور ڈی رکھنے کی بنا پر بینائی تیز کرتا ہے۔ بھینس کے دودھ سے بہت بہتر ہوتا ہے کیونکہ گائے کے دودھ میں ایسی چیزوں کی مقدار اوسطاً زیادہ پائی جاتی ہے جو جسم میں جذب ہو کر اس میں چستی اور پھرتی پیدا کرتی ہیں۔ گائے کے گھی میں آئیوڈین بھی ہوتی ہے جو بھینس کے دودھ میں ابھی تک دریافت نہیں ہوئی۔ گائے کے دودھ کی چکنائٹ بھی زود ہضم ہوتی ہے۔ انسانی بال، ناخن، دانت اور آنکھوں کو بہتر حالت میں رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ایک گلاس روزانہ گائے کا دودھ استعمال کیا جائے۔ بالائی سمیت گائے کے (سوگرام دودھ) کے غذائی اجزاء میں حرارے ۶۶ گرام، کولیسٹرول پانچ ملی گرام، لحمیات ۳.۳ گرام، چکنائی ۳.۹ گرام، نشاستہ ۳.۶ گرام پائے جاتے ہیں۔ معدنیات میں سے کیشیم ۱۲۰ ملی گرام، فوسفورس ۸۷ گرام، سوڈیم ۴۴ ملی گرام، پوٹاشیم ۱۵۰ ملی گرام، میگنیشیم ۲۰ ملی گرام اور آئرن ۰.۳ ملی گرام ملتے ہیں۔<sup>(۲)</sup> جبکہ تجویز کردہ روزمرہ حیاتیات کی ضرورت میں سے حیاتیات الف پانچ فیصد، ب ۱۲ (کو بال من) آٹھ فیصد پایا جاتا ہے۔

اونٹنی کا دودھ:

رسول اللہ ﷺ نے اونٹنی کا دودھ نوش فرمایا اور اس کی افادیت بیان فرمائی ہے۔ امام احمد، مسند میں روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) دنیا پوری، محمد یسین (حکیم)، خواص المفردات، ۸۷-۸۸۔

(۲) سعیدہ غنی، غذا اور غذائیت، ص ۷۹۔

”إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَصْنَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ شِفَاءً، فَعَلَيْكُمْ بِاللَّبَنِ الْبَقْرِ، فَإِنَّهَا تَرُدُّ مِنْ كُلِّ الشَّجَرِ“ (۱)

”بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے لیے شفا رکھی ہے، (اس مقصد کے لیے) تمہارے لیے اونٹنی کا دودھ ہے، یہ ہر قسم کے درختوں سے چرتی ہیں“

آپ ﷺ نے اس کے دودھ کو استسقاء<sup>(۲)</sup> کا شافی علاج بھی قرار فرمایا اور کچھ لوگ جو اس مرض میں مبتلا ہو گئے تھے انہیں اونٹنیوں کا دودھ پینے کا حکم فرمایا اور اس کا انتظام فرمایا۔ اس بارے میں امام بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الطب میں ایک باب باندھا ہے: الدَّوَاءُ بِاللَّبَنِ الْإِبِلِ ”یعنی اونٹ کے دودھ سے علاج“ اس میں حضرت انس سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ بیمار لوگوں (دیگر روایات میں ان لوگوں کے پیٹ پھولنے، ٹانگوں اور چہروں پر سوجن کا ذکر آتا ہے) کو جنہوں نے مدینہ شریف کی ناموافق آب و ہوا کی شکایت کی تھی: إِنَّ الْمَدِينَةَ وَحَيْثُهَا ”کہ مدینہ (طیبہ) کی فضا (ہمارے) لیے خراب ہے“

”فَأَنْزَلَهُمُ الْحَرَّةَ فِي ذُوْدِ لَهُ، فَعَالَ: اشْرَبُوا اللَّبَانَةَ فَلَمَّا صَحُّوا“ (۳)

”چنانچہ آپ ﷺ نے حرہ میں چراگاہ میں آپ کا انتظام کر دیا اور فرمایا کہ ان اونٹوں کا دودھ پو پھر جب وہ صحت مند ہو گئے تو۔۔۔“

گویا اونٹ کا دودھ ان کی بیماری کا علاج تھا۔

یہ گرم تر مزاج کا حامل ہے چکنائی بے حد کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ کبھی چھوٹے بچوں کو دودھ سے ایک خاص قسم کی الرجی اور اسہال کی سی ایک شکایت پائی جاتی ہے۔ تحقیق سے ثابت ہوا کہ اس صورت میں اگر اونٹنی کا دودھ استعمال کروایا جائے تو اس سے افاقہ ہوتا ہے۔ بعض اطباء کے مطابق اونٹنی کا دودھ جگر کے تمام دردوں کے لیے دوائے شافی ہے۔ یہ مزاج جگر کے فساد کو بھی ختم کر دیتا ہے۔ اونٹنی کا دودھ زیادہ رقیق ہوتا ہے اس میں سرعت نفوذ کی غیر

(۱) احمد بن حنبل، (۴۲۱ھ)، المسند، مؤسسہ الرسالہ، بیروت، لبنان، ۱۳۱ / ۱۲۷، رقم: ۱۸۸۳۱۔

(۲) عام فہم طور پر اس کا مطلب پیٹ میں پانی پڑنا ہے۔ اس مرض میں گردے صحیح سے کام نہیں کرتے اور پانی کا اخراج ٹھیک نہیں ہوتا اور وہ اندر ہی مختلف اعضا میں جمع ہونے لگتا ہے۔ پیاس بہت بڑھ جاتی ہے، صحت گر جاتی ہے، جلد اور زبان خشک، آنکھیں ویران، نبض کمزور ہو جاتی ہے اتنی کہ چلنا پھرنا مشکل ہو جاتا ہے، اس کیفیت کو انگریزی میں (Ascites) کہتے ہیں۔

(۳) بخاری، الصحیح، ص ۱۲۲۳، رقم الحدیث: ۵۶۸۵۔

معمولی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ اس کے استعمال سے دست آتے ہیں اور جگر اور جسم کے دوسرے اعضا کے سدے کھل جانے سے جمع شدہ غلیظ مادے جسم سے خارج ہو جاتے ہیں۔

بی بی سی کی ایک حالیہ تحقیق کے مطابق مصر میں جزیرہ نماسنائی کے بدو زمانہ قدیم سے یقین رکھتے ہیں کہ اونٹنی کا دودھ تقریباً تمام اندرونی بیماریوں کا علاج ہے۔ ان کے خیال میں اس دودھ میں جسم میں موجود بیکٹیریا ختم کرنے کی صلاحیت ہے۔ اقوام متحدہ کے ادارہ برائے خوراک و زراعت کی ایک رپورٹ میں روس اور قزاقستان میں اکثر ڈاکٹر اونٹنی کا دودھ کئی مریضوں کے علاج کے لیے تجویز کرتے ہیں۔ بھارت میں اونٹنی کا دودھ یرقان، ٹی بی، دمہ، خون کی کمی اور بواسیر کے علاج کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور ان علاقوں میں جہاں اونٹنی کا دودھ خوراک کا باقاعدہ طور پر حصہ ہے، وہاں لوگوں میں ذیابیطس کی شرح بہت کم پائی گئی ہے۔<sup>(1)</sup> یہ دودھ کھانسی میں اور تلی کے امراض میں بے حد مفید ہے۔ ورم جگر میں اسے شربت بزوری کے ہمراہ پلانا مفید ہے۔ جسم پر اس کی مالش کرنے سے جلد ملائم ہوتی ہے۔

تحقیق کے مطابق اونٹنی کے دودھ میں اہم معدنیات جیسے فولاد، جست، پوٹاشیم، تانبا، سوڈیم اور میگنیشیم کا اجتماع گائے کے دودھ کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اس دودھ میں وٹامن اے اور ب کی مقدار بھی زیادہ ہوتی ہے۔ لحمیات کی مقدار بھی گائے کے دودھ سے زیادہ ہوتی ہے۔ اونٹنی کے دودھ میں وٹامن ج کی مقدار گائے کے دودھ کے مقابلے میں تین گنا زیادہ ہوتی ہے۔ یہ دودھ جراثیم کش بھی ہوتا ہے۔ اس میں کولیسیٹرول کی مقدار بھی گائے کے دودھ کے مقابلے میں کم ہوتی ہے۔ اونٹنی کا دودھ مانع تکسید عوامل (Antioxidants) سے بھرپور ہوتا ہے جو کہ جسم میں گردش کرنے والے آزاد ذرات (Free radicals) کے اخراج میں مدد دیتے ہیں، جس سے مختلف امراض سے تحفظ بھی ملتا ہے۔ اس دودھ میں ایک جزو الفابائیڈروٹول ایسڈ (Alfa hydrosol acid) ہوتا ہے جو کہ جلد کی جھریوں کی روک تھام کرتا ہے، جس سے عمر بڑھنے سے جسم پر مرتب ہونے والے اثرات سست روی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اونٹنی کے دودھ میں درد کش خصوصیات بھی ہیں جو کہ کھانسی، جوڑوں کے امراض اور دیگر امراض کے علاج میں موثر ثابت ہوتی ہیں۔ اس میں موجود اجزاء ذیابیطس سے تحفظ دینے یا اسے کنٹرول کرنے میں موثر ثابت ہوتے ہیں، اس میں ایک انسولین جیسا لحمی ترشہ موجود ہے جو کہ ذیابیطس کے اثرات کو کم کرتا ہے، خون کے لیے اس دودھ میں موجود انسولین کو جذب کرنا آسان ہوتا ہے۔ اس میں چکنائی بہت کم ہوتی ہے جو کہ جسمانی وزن میں اضافے کا خطرہ کم

(1) [bbc.com/urdu/science/2009/10/091003\\_camel\\_milk\\_na](http://bbc.com/urdu/science/2009/10/091003_camel_milk_na)

کرتی ہے، اس میں موجود اجزاء خون میں موجود شکر کی مقدار کو ریگولیٹ کرتے ہیں۔ جس سے جسمانی وزن میں کمی لانے میں مدد ملتی ہے۔<sup>(۱)</sup>

خاص حالات میں اونٹنی کے دودھ میں پانی کی مقدار ۹۱ فیصد تک ریکارڈ کی گئی ہے۔ ورنہ عموماً اس کے دودھ میں پانی کی مقدار ۸۶-۸۷ فیصد ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے عام طور پر اونٹنی کا دودھ، گائے کے دودھ ہی کی طرح گاڑا ہوتا ہے۔ مگر گرم موسم میں، جب حیوان پانی کی کمی کا شکار ہوں تو، اونٹنی کے دودھ میں پانی کی مقدار بڑھتے ہوئے ۹۱ فیصد تک پہنچ جاتی ہے۔ ان حالات میں گائے اور بکری وغیرہ کے دودھ میں پانی کی مقدار بتدریج گھٹتی ہے اور بالآخر دودھ کی پیداوار بند ہو جاتی ہے، جب کہ اس وقت اونٹنی کے دودھ میں پانی کی مقدار ۹۱ فیصد ہو جاتی ہے۔ دودھ کے ساتھ پانی کا یہ اضافی اخراج اگرچہ اونٹنی کے اپنے جسم میں پانی کی کمی کا باعث بنتا ہے، مگر دودھ میں یہ اضافی پانی اونٹنی کے بچے کو پانی کی کمی کا شکار ہونے سے بچاتا ہے۔ پھر یہی دودھ انسان کے لیے اُن خشک حالات میں پانی اور غذا کے حصول کا اہم ذریعہ ثابت ہوتا ہے، جو انسانی بقاء کے لیے نہایت اہم غذا بھی بن جاتا ہے۔

اونٹنی کے دودھ میں اگلیوٹینین (Agglutinin) نامی مادہ نہیں ہوتا (جو کہ دودھ میں شامل چکنائی کے ساتھ مل کر دودھ کے اوپر بالائی کی تہہ بناتی ہے)۔ لہذا، اگلیوٹینین کی غیر موجودگی کے باعث، اونٹنی کے دودھ کی چکنائی، گائے کے دودھ والی چکنائی کی طرح ایک جگہ جمع نہیں ہوتی اور ہضم میں بھی مسائل پیدا نہیں ہوتے۔ شاید اسی لیے بھی اونٹنی کے دودھ میں دہی بننے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ اونٹنی کے دودھ میں انسانی دودھ کی طرح الفا لیکٹوگلوبولن (Alpha lactoglobulin) کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ اونٹنی کے دودھ میں موجود ”وے (whey)“ قسم کی لحمیات گائے کی لحمیات سے مختلف ہوتی ہیں۔ اسی باعث شاید ان کی مانع تکسید (Antioxidant) اور مانع جراثیم (Antimicrobial) خصوصیات زیادہ ہوتی ہیں۔ اونٹنی کے دودھ میں موجود لحمیات (پروٹین) بہت زیادہ درجہ حرارت برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ گائے کے دودھ کو ۸۰ ڈگری سینٹی گریڈ پر آدھے گھنٹے گرم کرنے پر ۷۰ سے ۷۵ فیصد لحمیات ضائع ہو جاتے ہیں، جبکہ اونٹنی کے دودھ میں اس درجہ حرارت پر صرف ۳۲ سے ۳۵ فیصد لحمیات ضائع ہوتی ہیں۔

دودھ کی لحمیات میں اہم ترین چیز ان میں شامل خامرے (Enzymes) ہیں، جن کی وجہ سے دودھ کا انہضام اور دودھ کی طبعی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ اونٹنی کے دودھ میں شامل مختلف اہم خامروں کی بدولت اونٹنی کے دودھ کی افادیت اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ یہ خامرے بنیادی مدافعتی نظام میں حصہ لیتے ہیں۔ آنتوں کو بیکٹیریا کی نموسے

محفوظ رکھتے ہیں۔ مدافعتی نظام میں خصوصاً نقصان دہ بیکٹیریا کی فعالیت ختم کرتے ہیں۔ پھوڑے، سوجن کو ختم کرنے والے اینٹی ٹیومر (Antitumor) عوامل میں بھی کردار ادا کرتے ہیں۔ اونٹنی کے دودھ میں این خامروں (Enzymes) کی سب سے زیادہ مقدار دیکھی گئی ہے اور پہلے پہل انہیں اونٹنی ہی کے دودھ میں دریافت کیا گیا تھا۔ ان کے اثر سے چھاتی کا سرطان نہیں پھیلتا۔ تحقیق کے مطابق اس دودھ میں ایسے خامرے بھی پائے گئے ہیں جو بیکٹیریا کے علاوہ وائرس کا قلع قمع کرنے کی زبردست صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ مختلف خامرے اونٹنی کے دودھ کو وائرس اور بیکٹیریا کے خلاف انتہائی مؤثر بناتے ہیں۔ جس سے اونٹنی کے دودھ کی اہمیت اب گائے کے دودھ کے مقابلے میں زیادہ بڑھ گئی ہے۔

حیاتین کے تناظر میں دیکھا جائے تو اونٹنی کے دودھ میں وٹامن الف، ب<sub>۱</sub> (تھامین)، ب<sub>۲</sub> (رائبوفلیون)، حیاتین ای (E) اور فولک ایسڈ (Folic Acid) کی مقدار، گائے کے دودھ کے مقابلے میں کچھ کم ہوتی ہے، جب کہ حیاتین ج کی مقدار گائے کے دودھ سے تین گنا اور انسانی دودھ سے ڈیڑھ گنا زیادہ پائی جاتی ہے۔ 'حیاتین ج' جو کہ حیوانات کے جگر میں تیار ہوتا ہے۔ مگر قدرت کا کرشمہ کہ یہ ہمیں اونٹنی کے دودھ سے بھی حاصل ہوتا ہے۔<sup>(۱)</sup> یعنی تمام حیوانات میں اونٹنی کا دودھ منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ اس کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا کہ:

﴿أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ﴾<sup>(۲)</sup>

”تو کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کیسا بنایا گیا؟“

اونٹ میں اللہ تعالیٰ نے جو بے پناہ خاصیتیں رکھی ہیں اور جن کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اپنی احادیث میں بیان فرمایا اب ان کے بارے میں تحقیقات سے معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔

سو گرام اونٹنی کے دودھ میں (عام حالات میں) پانی تقریباً ۵۰۔ ۸۶ فیصد ہوتا ہے، مٹھاس ۳ گرام، غذائی حرارے ۴۶، کولیسترول ۶ ملی گرام (۲ فیصد)، لحمیات ۵.۳ گرام، چکنائی ۲ گرام (۳ فیصد) پائی جاتی ہیں۔ معدنیات میں سے سوڈیم ۶۳ ملی گرام، (تجویز کردہ روزانہ ضرورت کے مطابق کیلشیم ۱۵ فیصد، آئرن ایک فیصد موجود ہوتے ہیں۔ جبکہ

(۱) اونٹنی کے دودھ کی اہمیت، نوعیت اور افادیت (حصہ دوم) ڈاکٹر سید صلاح الدین قادری بدھ ۲۱ جون / 853438 / story / express.pk

(۲) سورۃ الغاشیہ، ۸۸ / ۱۷



حیاتین میں سے حیاتین الف دو فیصد، حیاتین ب<sub>۱</sub> (ریبو فلیون) آٹھ فیصد، حیاتین ب<sub>۱</sub> (تھامین) ۲۹ فیصد اور حیاتین ج پانچ فیصد ملتی ہیں۔ (۱)

دودھ سے حاصل ہونے والی اشیاء

دودھ حیوانی ذرائع سے حاصل ہونے والی اللہ تعالیٰ کی بیش بہا نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انسانوں کو جنتی نعمتوں کے بارے میں بارہا بتایا ہے۔ انہی میں سے ایک نعمت دودھ ہے۔ فرمایا جنت میں ایسے دودھ کی جاری نہریں ہیں جن کا ذائقہ کبھی خراب نہیں ہوگا۔ مثلاً سورۃ محمد میں ارشاد ربانی ہے:

﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وَعَدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرَ طَعْمُهُ﴾ (۲)

”احوال اس جنت کے جس کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے اس میں نہریں ہیں ایسے پانی کی جس کی بو اور مزہ نہیں بگڑتا اور نہریں ہیں دودھ کی جس کا ذائقہ نہیں بدلتا“

دودھ سے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی مزید کئی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ مثلاً دہی، لسی، پنیر، مکھن اور گھی۔ ان کو نبی کریم ﷺ نے بھی استعمال فرمایا ہے اور اپنے عمل اور قول مبارک سے ان کی اہمیت اور فوائد کا ذکر فرمایا ہے۔ مکھن:

مکھن دودھ کی چکنائی / بالائی سے حاصل کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مکھن تناول فرمایا اور اسے پسند فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے مکھن کو کھجور کے ساتھ، روٹی پر لگا کر اور کئی کھانوں میں ملا کر تناول فرمایا ہے۔ اس بارے میں امام ابو داؤد اپنی سنن میں بسرا سلمی کے دونوں بیٹوں سے روایت نقل کرتے ہیں:

”دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَدَمْنَا زُبْدًا وَتَمْرًا وَكَانَ يُحِبُّ الزُّبْدَ وَالتَّمْرَ“ (۳)

”رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے آپ کی خدمت میں مکھن اور کھجور پیش کیے اور آپ ﷺ کو مکھن اور کھجور بہت پسند تھے“

(1) livescience.com > Camel Milk Nutrition Facts. 03/02/2016

(۲) سورۃ محمد، ۱۵/۴۷

(۳) ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، (۱۴۱ھ)، السنن، مکتبۃ المعارف، الرياض، ص ۶۸۹، رقم الحدیث: ۳۸۳۷

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ یہ غذا آج بھی رائج و مستعمل ہے، اس میں کھجور کے سرے پر مکھن رکھتے ہیں اور اکثر اس میں تر کھجور استعمال کرتے ہیں تاکہ مکھن کی چکنائٹ تر کھجور کی عفونت کو مار دے (۱)، آپ لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے روٹی کو گھی اور مکھن سے تر کر کے تناول فرمایا ہے۔ (۲)

نبی کریم ﷺ نے گوشت اور روٹی سے بنا ہوا اثرید بے حد پسند فرمایا ہے اور اسے تمام کھانوں پر ترجیح دی ہے، اسی طرح آپ ﷺ نے حیس کو بھی بہت پسند فرمایا ہے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے:

”كَانَ أَحَبَّ الطَّعَامِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ التَّرِيدُ مِنَ التَّمْرِ وَهُوَ الْحَيْسُ“ (۳)

”رسول اللہ ﷺ کو کھانوں میں کھجور سے بنا ہوا اثرید بہت پسند تھا اور وہ حیس تھا“

حیس ایک قسم کا حلوا ہے۔ فتح خیبر کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے جب حضرت صفیہؓ سے شادی کی تو ولیمہ کے لیے حیس کا حلوا تیار کروایا تھا۔ کچھ محدثین کرام کا خیال ہے کہ اس دعوتِ ولیمہ میں کھجور، پنیر اور مکھن سے حاضرین کی تواضع کی گئی تھی۔ جبکہ دوسرے محدثین کرام بیان کرتے ہیں کہ ان سب چیزوں کو باہم ملا کر حلوا کی شکل میں پکا کر ضیافت کی گئی تھی۔ اس حلوا کے بنانے کے دو نسخے ہیں۔ ایک میں صرف جو کا آٹا ڈالا جاتا ہے اور دوسرے میں ساتھ پنیر کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔ مگر مکھن یا گھی حیس کے ضروری اجزاء میں شامل ہیں۔

اسی طرح اثرید میں (عموماً گوشت کا) سالن پکا کر اس میں روٹی کے ٹکڑے کر کے ڈال دیئے جاتے۔ تھوڑی دیر اسے ڈھانپ کر رکھا جاتا اور پھر کھاتے تھے۔ کبھی ڈھانپنے سے پہلے اس پر مکھن پگھلا کر ڈالتے تھے۔ ابن قیم طب نبوی ﷺ میں لکھتے ہیں کہ اثرید مرکب غذا ہے۔ اس کے اجزاء میں روٹی اور گوشت ہیں۔ روٹی تمام غذاؤں میں سے اعلیٰ ترین غذا ہے اور گوشت تمام سالنوں کا سردار ہے پھر جب ان دونوں کو ملا دیا جائے تو ان کی افضلیت کا کیا کہنا۔ (۴) پھر جب اس میں مکھن بھی شامل ہو جائے تو اس کی غذائیت متوازن اور کامل (ترین) ہو جاتی ہے اور اس کھانے میں جسمانی ضروریات کی تمام چیزیں شامل ہوتی ہیں۔

(۱) دہلوی، عبدالحق محدث، (۲۰۱۲ء)، مدارج النبوت، مترجم: غلام معین الدین، مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور۔ ۲/۲۲۸۔

(۲) ایضاً، ۲/۲۲۵۔

(۳) بغوی، حسین بن مسعود، (۱۴۱۶ھ)، الانوار فی شمائل النبی المختار، دار المکتبہ، دمشق، ۱/۶۲، رقم الحدیث: ۹۶۷۔

(۴) ابن القیم الجوزیہ، طب نبوی، ص ۳۹۳۔

گائے کا مکھن لطیف اور بھینس کا مکھن بھاری اور چکنا ہوتا ہے۔ گائے کا مکھن زردی مائل جبکہ بھینس کا مکھن سفید ہوتا ہے۔ قانون مفرد اعضاء میں مزاج کے لحاظ سے گائے کے مکھن کو تر سرد کہا گیا ہے (۱) مگر ابن قیم اسے گرم تر قرار دیتے ہیں۔ (۲) قانون مفرد اعضاء کے مطابق یہ مکھن ملین ہونے کی بنا پر اعلیٰ درجے کی قبض کشا غذائی دوا ہے۔ اپنے تسکین بخش اثرات کی بدولت دل کو فرحت دیتا ہے، جسم کی خشکی اور گلے اور پھیپھڑوں کی خشونت کو دور کرتا ہے، کثیر مقدار میں چربی پیدا کر کے جسم کو موٹا کرتا ہے، اسی وجہ سے مسمن بدن بھی کہلاتا ہے، معدہ کی خشکی اور سوزش میں بھی مفید ہے۔ خونی قے یا خونِ بلغم آنے کی صورت میں ہر قسم کے علاج سے قبل مکھن کھلائیں تو خون آنا فوراً بند ہو جاتا ہے۔ (۳)

ابن قیم نے طب نبوی میں مکھن کے بہت سے فوائد کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ مکھن مادے کو پکا کر اسے تحلیل کرتا ہے۔ جسم کے ورموں کو دور کرتا ہے، اس کا چائنا پھیپھڑوں سے آنے والے خون کے اخراج میں نافع ہے، دست آور ہے، سخت اعصاب کو نرم کرتا ہے، بالجورہ اور جسم کی خشکی کو دور کرتا ہے، بچوں کے مسوڑوں پر لگانے سے ان کے دانت باسانی نکل آتے ہیں، خشکی و ٹھنڈک کی وجہ سے ہونے والی کھانسی میں مفید ہے۔ پاخانہ نرم کرتا ہے مگر بھوک کم کر دیتا ہے۔ مزید دیکھتے ہیں کہ شیریں اشیاء مثلاً شہد یا چھوہارے بد ہضمی میں نافع ہیں۔ چھوہارہ اور مکھن کو نبی کریم ﷺ نے ایک ساتھ تناول فرمایا ہے (۴)، اس میں بہت بڑی حکمت ہے کیونکہ اس سے باہم دونوں کی اصلاح ہو جاتی ہے۔

دودھ سے نکلنے والے مکھن میں اسی فیصد (۸۰%) چکنائی اور تقریباً اٹھارہ فیصد پانی ہوتا ہے۔ اگر اس میں نمک ملا یا جائے تو یہ پانی زیادہ مقدار میں جذب کر لیتا ہے۔ بغیر نمک ملے سادہ مکھن کے غذائی اجزاء کو دیکھیں تو ایک چوتھائی پاؤنڈ (چار اونس) یا ۱۱۳ گرام سادہ مکھن میں ۱۸ فیصد پانی، ۸۱۳ حرارے، لحمیات ایک گرام، چکنائی ۹۲ گرام، کولیٹروں ۲۴۸ ملی گرام، کیلشیم ۲۷ ملی گرام، آرن ۰.۲ ملی گرام، پوٹاشیم ۲۹ ملی گرام، سوڈیم ۱۲ ملی گرام، وٹامن الف ۳۶۸، ۳، ۳ بین الاقوامی اکائیاں، ب، (تھامین) ۰.۰۱ ملی گرام اور ب، (رابو فلیون) ۰.۰۴ ملی گرام پائے جاتے ہیں۔

(۱) دنیا پوری، محمد یسین، خواص المفردات، ۳/۲۵۱۔

(۲) ابن قیم الجوزیہ، طب نبوی، ص ۴۲۱۔

(۳) دنیا پوری، محمد یسین، خواص المفردات، ۳/۲۵۱-۲۵۲۔

(۴) ابن قیم الجوزیہ، طب نبوی، ص ۴۲۱-۴۲۲۔

دہی:

دودھ سے حاصل ہونے والی متعدد اشیاء میں سے دہی ایک اہم شے ہے۔ نبی کریم ﷺ سے دہی کے استعمال کے بارے میں سوال پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے اسے مباح قرار فرمایا۔ ابن ماجہ میں حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے:

”سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ السَّمْنِ، وَالْجُبْنِ، وَالْفَرْأِ قَالَ: الْحَلَالُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ، وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ، وَمَا سَكَتَ عَنْهُ، فَهُوَ بِمَاءِ عَقَا عَنْهُ“ (۱)

”رسول اللہ ﷺ سے گھی، پنیر اور دہی کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ نے کتاب میں حلال کر دیا وہ حلال، جو حرام فرمایا وہ حرام ہے اور جس سے سکوت اختیار فرمایا تو وہ معاف ہے“

دہی میں دودھ کی مانند لحمیات کی کثیر مقدار موجود ہوتی ہے۔ مگر دہی کے بننے کے عمل سے اس میں موجود لحمیات زود ہضم بن جاتی ہیں۔ اصل میں یہ جما ہوا دودھ ہی ہوتا ہے۔ مگر دودھ کے مقابلے میں جلد ہضم ہو جاتا ہے۔ دودھ کو ضامن لگا کر چند کھٹے رکھنے سے دہی بن جاتا ہے۔ اس میں دودھ کی وہ ساری چکنائی موجود ہوتی ہے جس سے گھی نکالا جاتا ہے۔ قانون مفرد اعضا کے مطابق دہی کا مزاج گرم تر ہے۔ اس میں موجود چکنائی یا روغن کی وجہ سے اسے دماغ (سر) پر مالش کرنے کے کام لاتے ہیں۔ خصوصاً دہی کی بالائی مرطب اور نیند آور ہوتی ہے۔ چہرے کی جلد کے داغ دھبے دور کرنے کے لیے بھی آزمودہ ہے۔ بالوں کی تیزی سے افزائش کرتی ہے۔ اپنے گرم تر مزاج اور مقوی ہونے کی بنا پر دست، قے اور ہیضے کے لیے بہترین دوائی غذا ہے۔

دہی کو ساری دنیا میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر کئی ممالک میں اسے خصوصی اہمیت دی جاتی ہے۔ بلغاریہ کے لوگوں کی طبعی عمر دیگر ممالک سے زیادہ ہے۔ سائنسدانوں نے مسلسل تجربوں اور تجزیہ کے بعد پتا چلایا کہ اس کی ایک وجہ دہی ہے کیونکہ وہاں کے لوگ دہی کا استعمال بہت زیادہ کرتے ہیں۔ فرانس میں اسے حیات جاوداں کا نام دیا گیا ہے۔ فرانسیسی ماہر جراثیم پروفیسر میچ سنٹکو لکھتے ہیں کہ دہی درازی عمر کی چابی ہے۔ اس کے استعمال سے نہ صرف انسان بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے بلکہ طویل عمر پاتا ہے۔ دہی میں اچھی قسم کے بیکٹیریا پائے جاتے ہیں، جس سے جسم کو کئی طرح سے فائدہ ملتا ہے۔ آپور ویدک کے مطابق موسم گرما میں دودھ کے مقابلے دہی کھانے کے فوائد زیادہ ہیں۔ روزانہ پیالی دہی نہ صرف بیماریوں کو دور رکھتا ہے بلکہ جسم کو صحت مند بناتا ہے۔ دودھ میں شامل موٹی بالائی اور چکنائی جسم کو

(۱) ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، (دون السنہ)، السنن، تحقیق: فواد عبد الباقی، دار الفکر، بیروت، لبنان۔ ص ۱۱۷، رقم الحدیث: ۳۳۶۔

ایک خاص عمر کے بعد نقصان پہنچاتی ہے۔ لیکن اس کے مقابلے دہی سے ملنے والا فاسفورس اور وٹامن ڈی جسم کے لیے فائدہ مند ہے۔ دہی میں موجود کیلشیم میں ایسڈ کے طور پر جذب کرنے کی خوبی بھی ہوتی ہے۔ انسانی صحت کے لئے یہ دودھ کی مانند ہی فائدہ مند ہے۔ لیکن اگر دودھ کی مقدار میں اگر دہی استعمال کیا جائے تو اس میں کیلشیم کی مقدار دودھ کی نسبت کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ دودھ سے بیس فیصد زیادہ لحمیات کا حامل بھی ہے۔ دہی میں لیکٹو بیکٹیریا (Lacto Bacteria) پایا جاتا ہے۔ جو بڑی آنت کے کینسر سے محفوظ رکھتا ہے۔

ماہرین نے اپنی تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ دل کی تکالیف کی سب سے بڑی وجہ کو لیسٹرول ہے جسے دہی کم کر دیتا ہے۔ اگر روزانہ دو پیالے دہی کھایا جائے تو حیران کن رفتار سے کو لیسٹرول میں کمی دیکھنے میں آتی ہے۔ اس کے علاوہ انسانی جسم میں رَوَاں دَوَاں خون میں ہونے والے انفیکشن کے تدارک کیلئے اس سے بہتر کوئی دوسری غذا نہیں۔ اس لیے دہی کو ضد نامیہ جرثیم کش (Antibiotics) کا ذخیرہ بھی کہا جاتا ہے۔ آنتوں میں پائے جانے والے انتہائی خطرناک بیکٹیریا کو دہی گروں اور مٹانے میں جانے سے پہلے ہی ختم کر دیتا ہے۔ مدافعتی نظام کو بہتر کرنے میں دہی کا کوئی ثانی نہیں۔ تین ماہ تک روزانہ دو پیالی دہی استعمال کرنے سے مدافعتی نظام بہت تیزی سے بہتر ہوتا ہے۔ نمک کا زیادہ استعمال بہت خطرناک اور مہلک ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں ہائی بلڈ پریشر کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے میں دہی کا مسلسل استعمال جسم میں پائے جانے والے سوڈیم کی شدت کم کر کے بلڈ پریشر کو کنٹرول میں کرتا ہے۔ روزانہ دو سے تین پیالے دہی کھانا ہائی بلڈ پریشر سے محفوظ رکھتا ہے۔ (۱)

کمزور نظام ہضم والے افراد کو بھی دودھ کی بجائے دہی استعمال کرنے کی تجویز دی جاتی ہے۔ حراروں کی کم تعداد رکھنے کی بدولت وزن کم کرنے کے لیے بھی دہی ایک آئیڈیل خوراک ہے۔ نظام ہضم کو قوت فراہم کرنے کے علاوہ یہ غذا کو ہضم کرنے میں بھی مدد دیتا ہے۔ موٹے مرد و خواتین کے لیے بہت اہم بات یہ کہ دہی وزن کم کرنے میں بھی معاون ہے۔ دہی استعمال کرنے والے افراد تقریباً ۲۲ فیصد تک اپنا وزن کم کرنے میں کامیاب رہتے ہیں۔ ایک نئی امریکی تحقیق کے مطابق دہی میں موجود کیلشیم پیٹ کو کم کرنے میں مددگار ہوتا ہے۔ اس لیے ۸۱ فیصد افراد اپنے بڑھے ہوئے پیٹ کو کم کرنے میں کامیاب رہتے ہیں۔ بوڑھے لوگوں کیلئے دہی صحت کی علامت ہے، دہی ان کا معدہ اور نظام انہضام کو فعال اور بہتر رکھتا ہے۔ (۲) ایک اندازہ کے مطابق دودھ ایک گھنٹے میں ۳۲ فی صد ہضم ہوتا ہے، جبکہ دہی اتنے ہی وقت میں ۹۱ فی صد تک ہضم ہو جاتا ہے۔ دہی بھوک بڑھاتا ہے، ہاضم مگر قدرے قابض ہوتا ہے، طاقت فراہم کرتا،

(1) May09-2019. /dailytaqat.com/health/lasi-best-for-health

پیشاب لاتا اور جلن دور کرتا ہے۔ اس کے استعمال سے بلغم پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے بلغم کی زیادتی والے افراد کو کالی مرچ، سیندھانمک اور سیاہ زیرہ ملا کر استعمال کرنا چاہیے (۱)۔

۱۰۰ گرام دہی کے غذائی اجزاء میں ۷۱ حرارے، لحمیات ۰.۵ گرام، ۳.۰ گرام چکنائی، نشاستہ ۵.۳ گرام پائے جاتے ہیں۔ معدنیات میں کپاشیم ۱۶۶ ملی گرام، فوسفورس ۱۳۲ ملی گرام، میگنیشیم ۱۱ ملی گرام، پوٹاشیم ۱۳۱ ملی گرام، سوڈیم ۳۵ ملی گرام، میگنیزیم ۰.۰۰۹ ملی گرام، زنک ۰.۵۲ گرام اور آئرن ۰.۴ گرام ملتے ہیں۔ (۲) جبکہ حیاتین میں سے حیاتین الف اور حیاتین ب کی اکثر اقسام پائی جاتی ہیں۔ حیاتین الف ۲۶ مائکرو گرام، ب (تھامین) ۰.۰۲۳ ملی گرام، ب (رائبوفینون) ۰.۲۷۸ ملی گرام، ب (نیاسین) ۰.۲۰۸ ملی گرام، ب (نیکوٹینک ایسڈ) ۰.۳۳۱ ملی گرام، ب (پارزی ڈوکسن) ۰.۰۶۳ ملی گرام، اور ب (کو بالین) ۰.۷۵ مائکرو گرام پائے جاتے ہیں۔

**لسی:** کثیر روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ دودھ میں پانی، خاص طور پر گھڑے کا ٹھنڈا پانی ملا کر یعنی اسے ٹھنڈا کر کے نوش فرماتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی کہ:

”أَتَى (رسول الله) دَارَهُ، فَحَلَبْتُ شَاءَهُ، فَشَبْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْبُغْرِ، فَتَنَاوَلَ الْقَدَحَ فَشَرِبَ“ (۳)

”رسول اللہ ﷺ ان کے گھر تشریف لائے انہوں نے دودھ دوبا اور اس میں کنویں کا تازہ پانی ملا کر پیش کیا آپ ﷺ نے یہ دودھ قبول فرمایا اور نوش فرمایا“

یوں پانی ملا کر آپ ﷺ دودھ میں شامل چکنائی کی مقدار کو کم کر لیتے تھے۔ عرب خصوصاً حجاز مقدس میں جہاں زیادہ تر موسم گرم اور خشک رہتا ہے۔ (ہاں مدینہ شریف میں سردیوں میں موسم سرد ہو جاتا ہے) جب دودھ میں پانی ملا کر پیا جائے تو یہ گرمی کی وجہ سے پیشاب میں کمی کا بہترین علاج ہے۔ (۴) شدید گرم موسم اور شدید پیاس کے لیے دہی کی لسی بنا کر بھی استعمال کی جاتی ہے۔ جو پانی کی کمی دور کرتی ہے اور تسکین دیتی ہے۔ (۵)

(۱) مفید غذائیں دوائیں، (۲۰۱۱ء)، ہمدرد فاؤنڈیشن، کراچی، پاکستان۔ ص ۱۱۶۔

(۲) سعیدہ غنی، (پروفیسر) ودیگر، غذا اور غذائیت، ص ۷۹۔

(۳) بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، (۱۹۸۷ء)، الصحیح، دار ابن کثیر، الہمامہ۔ ص ۱۲۰۹، رقم الحدیث: ۵۶۱۲۔

(۴) مفید غذائیں دوائیں، ص ۱۱۴۔

(۵) دنیا پوری، محمد یسین (حکیم)، (۲۰۱۱ء)، خواص المفردات، یسین طبیبی کتب خانہ، دنیا پور۔ ۱ / ۱۷۱۔

چھاپھ پینے سے دل کا عارضہ نہیں ہوتا بشرطیکہ اسے مکھن نکال کر استعمال کیا جائے۔ لسی کے اندر ایسے جراثیم ہوتے ہیں جن کی خاصیت ہے کہ وہ پیٹ میں جاتے ہی امراض پیدا کرنے والے جراثیم سے جنگ شروع کر دیتے ہیں اور ان پر غالب آجاتے ہیں۔ لہذا انسانی جسم مختلف بیماریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس کے استعمال سے مرض سنگرہنی بالکل ٹھیک ہو جاتا ہے بلکہ یہ مرض ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتا ہے۔ تندرست آدمی اگر لسی کا استعمال موسم کی مناسبت سے کرتا رہے تو مختلف امراض سے بچا رہتا ہے۔ اس کے استعمال سے ثقیل اور ناقابل ہضم غذائیں بھی ہضم ہو جاتی ہیں، کیونکہ اس کے اندر کیشیم، میگنیشیم، پروٹین، سوڈیم، فاسفورس، کلورین، سلفر وغیرہ جیسے معدنیات ہوتے ہیں۔ جس سے گوشت اور ہڈیوں کی پرورش ہوتی ہے۔

### پنیر:

دودھ میں کھٹائی ڈال کر اسے گرم کریں تو دودھ پھٹ جاتا ہے اس کو کپڑے میں باندھ کر لٹکانے سے اس کا پانی نچڑ جاتا ہے اور خشک پنیر حاصل ہوتا ہے۔<sup>(۱)</sup> یہ چکنائی اور لحمیات سے بھرپور ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پنیر بھی تناول فرمایا ہے۔<sup>(۲)</sup> شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوت میں فرماتے ہیں: ”حضور ﷺ نے ’اقط‘ یعنی پنیر کو تناول فرمایا جسے دودھ سے مسکہ نکال کر جماتے ہیں یہ ترش اور سخت ہوتا ہے۔ پھر اسے پگھلا کر کھانوں اور سالنوں میں ڈالتے ہیں۔۔۔ اور حضور ﷺ نے ”جبن“ تناول فرمایا،“<sup>(۳)</sup> حضرت عبد اللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ:

”أَيُّ النَّبِيِّ ﷺ يَجْبَنِي فِي تَبُوكِ، فَدَعَا بِسِكِّينٍ، فَسَمَّى وَقَطَعَ“<sup>(۴)</sup>

”نبی کریم کی خدمت میں (غزوہ) تبوک کے موقع پر پنیر پیش کیا گیا آپ ﷺ نے چھری منگوائی اور بسم اللہ پڑھ کر اسے کاٹا، جیسا کہ اوپر دہی کے ضمن میں ذکر ہوا، نبی کریم ﷺ نے پنیر اور گھی کو کھانے کے لیے درست قرار دیا ہے۔ (۵)

(۱) آج پنیر کی بہت سی اقسام میں اس پنیر کو کاٹیج چیز کا نام دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ آگے تفصیل سے ذکر ہے۔

(۲) ان روایات معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مختلف قسم کا پنیر کھایا ہے۔ اس میں نرم بھی تھا اور سخت بھی۔ سخت اتنا ٹھوس تھا کہ اسے چھری سے کاٹنا پڑا۔ اس لیے ذیل میں پنیر کی دو مختلف مگر مشہور اقسام چیدڑ (یہ بہت سخت حالت میں ہوتا ہے) اور کاٹیج (یہ نرم اور بھر بھرا ہوتا ہے اور گھریلو طور پر بنایا جاتا ہے) کے غذائی اجزاء کے بارے تفصیل شامل کی گئی ہے۔

(۳) دہلوی، عبدالحق محدث (شیخ)، مدارج النبوت، ۲/۲۶۶۔

(۴) ابوداؤد، السنن، ص ۶۸۷، رقم الحدیث: ۳۸۱۹۔

(۵) ابن ماجہ، السنن، ص ۱۱۱۷، رقم الحدیث: ۳۳۶۷۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ:

”أَهْدَتْ خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ صَبَابًا وَأَفِطًا وَلَبَنًا، فَوَضِعَ الصَّبُّ عَلَى مَائِدَتِهِ، فَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُوضِعْ، وَشَرِبَ اللَّبَنَ، وَأَكَلَ الْأَفِطَ“ (۱)

”میری خالہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گوہ کا گوشت، پنیر اور دودھ ہدایتاً پیش کیا۔ اگر وہ حرام ہوتا تو آپ ﷺ کے دسترخوان پر گوہ کا گوشت نہیں رکھا جاسکتا تھا، آپ نے دودھ پیا اور پنیر کھایا“

(مگر گوہ کا گوشت تناول نہیں فرمایا) عہد رسالت مآب ﷺ میں کھجور سے حیس تیار ہوتا تھا۔ جسے کھجور کو گھی میں تلنے کے بعد پنیر ملا کر پکایا جاتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ نے ایک پیالہ پنیر کھانے کے بعد تازہ وضو فرمایا:

”إِنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ مِنْ تَوْرٍ أَفِطٍ“ (۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو مٹھاس پسند تھی۔ وہ مواہب سے نقل کرتے ہیں کہ وہ شیرینی جسے نبی کریم ﷺ پسند فرماتے تھے اس نام ”مَجِيع“ تھا۔ یہ ایک قسم کی کھجور تھی جسے دودھ کے نمیر (ایک قسم کے پنیر) سے بنایا جاتا تھا (۳) ابن قیم لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے شام و عراق میں پنیر کھایا۔ ابن قیم کے مطابق پنیر کا مزاج سرد تر ہے۔ نمک کے بغیر تازہ پنیر معدے کے لیے مفید ہے اور آسانی سے اعضا میں سرایت کر جاتا ہے، گوشت بڑھاتا اور معتدل انداز میں پاخانہ کو نرم کرتا ہے، زخموں کے لیے نافع ہے، دست روکتا ہے، سرد تر ہونے کی بنا پر اگر اسے بھون کر استعمال کیا جائے تو یہ معتدل ہو جاتا ہے کیونکہ آگ اسے معتدل بنا کر اس کی اصلاح کر دیتی ہے اور اسے زود ہضم، خوش ذائقہ، خوشبودار اور خوشگوار بنا دیتی ہے۔ نمکین پنیر میں تازہ پنیر کے مقابلے میں غذائیت کم ہوتی ہے اور وہ معدہ کے لیے بھی نقصان دہ ہوتا ہے۔ آنتوں کو تکلیف دیتا ہے۔ پرانا پنیر اور زیادہ پکا ہوا پنیر قبض پیدا کرتا ہے، لاغر کرتا ہے اور مثانہ و گردہ میں پتھری کا سبب بنتا ہے۔ (۴)

(۱) بخاری، الصحیح، ص ۱۱۷۱، رقم الحدیث: ۵۳۰۲۔

(۲) بغوی، حسین بن مسعود، (۱۹۹۵ء)، الانوار فی شمائل النبی المختار، دار المکتبہ، دمشق۔ ۱/ ۲۲۶، رقم الحدیث: ۹۶۵۔

(۳) دہلوی، عبدالحق محدث، مدارج النبوت، ۲/ ۲۲۲۔

(۴) ابن القیم الجوزیہ، طب نبوی، ص ۳۹۵۔



دنیا میں پنیر کی چار سو سے زائد اقسام مشہور ہیں۔ دودھ سے حاصل ہونے والی چیزوں میں دہی اور پنیر آسانی ہضم ہو جاتے ہیں۔ پیٹ کی خرابی کے مریضوں کو ان سے تکلیف نہیں ہوتی۔ کمزوری اور بیماری کے خلاف قوت مدافعت پیدا کرنے کے لیے پنیر ایک بہترین غذائی دوا ہے۔ کم چکنائی والا پنیر تان کے مریضوں کے لیے اکسیر ہے۔ (۱) پنیر کے غذائی اجزاء میں ایک خوش آئند بات چکنائی کی کمی اور لحمیات کی زیادتی ہے۔ یعنی پنیر کھانے سے جسم میں قوت آتی ہے، بیماری کا مقابلہ کرنے کے لیے لحمیات کی معقول مقدار میسر ہوتی ہیں اور کم چکنائی کی بدولت انسان کا وزن نہیں بڑھتا۔ کھجور کے ساتھ پنیر کو شامل کرنے سے اس کی غذائی استعداد میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ جسمانی کمزوری کے لیے ایک موثر غذائی دوا بن جاتا ہے۔

پنیر بنانے کے عمل میں دودھ پھاڑنے کے عمل میں زرد رنگ کا پانی علیحدہ ہوتا ہے جسے عموماً فالتو سمجھ کر پھینک دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ پانی ایک بہترین ٹانک ہے۔ اس میں دودھ کی تمام معدنیات اور حیاتیات موجود ہوتے ہیں۔ بلکہ کچھ مقدار میں لحمیات بھی باقی رہ جاتے ہیں۔ اسہال کا مریض بچہ جب کوئی غذا (یا دودھ بھی) ہضم نہ کر سکے اور دستوں کے ذریعے اس کے جسم سے پانی اور نمک خارج ہو گئے ہوں تو ایسے بچوں کے لیے پنیر کا بچا ہوا یہ پانی تریاق کا حکم رکھتا ہے۔ نمکول میں صرف دو نمک موجود ہوتے ہیں۔ مگر پنیر کے اس پانی میں کئی نمک اور قدرتی مٹھاس شامل ہونے کی بنا پر یہ جسم میں جاکر فوری طور پر جزو بدن بن جاتا ہے اور پانی کی کمی کو دور کر دیتا ہے۔ قدیم اطباء بھی اس پانی کی افادیت سے بخوبی واقف تھے۔ طب کی متعدد کتابوں میں اس پانی افادیت کا ذکر ملتا ہے۔

پنیر کی اہم اقسام میں چیدر (Cheddar) پنیر اور کاٹج (Cottage) پنیر اہم اور تقریباً سب سے زیادہ استعمال ہونے والی اقسام ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ چیدر پنیر انگلستان کی کاؤنٹی سمر سیٹ کے ایک گاؤں چیدر سے نکلا تھا۔ یہ گائے کے دودھ سے بنتا ہے اور اس کی رنگت زردی مائل سفید ہے۔ اپنی ساخت میں یہ بہت ٹھوس اور سخت ہوتا ہے۔ استعمال کے لحاظ سے چیدر پنیر تقریباً سب پنیروں سے لمبی زندگی رکھتا ہے یعنی اسے بہت لمبے عرصے تک محفوظ کیا اور استعمال کیا جاسکتا ہے۔ بعض اوقات اس پنیر کو ساٹھ ماہ یعنی ۵ سال تک محفوظ کیا جاسکتا ہے۔ یہ برطانیہ میں مشہور تو ہے ہی، اسے ساری دنیا میں تیار کیا اور استعمال کیا جاتا ہے۔ اسے مزید بہت سی اقسام میں تیار بھی کیا جاتا ہے۔ اس کے ایک بنیادی جزو کیشیم لیسکیٹ کی وافر مقدار کی بنا پر اس کی ساخت میں ٹھوس پن یا سختی پائی جاتی ہے۔ (۲)

(۱) خالد غزنوی، طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس، ۲ / ۱۶۷-۱۶۸۔

(۲) موزر یلانیور اور چیدر پنیر کے مانیب فرق۔ طرز زندگی &gt; you7behappy.com

پنیر کے غذائی اجزاء کو دیکھیں تو ایک کپ کش کئے ہوئے چیڈر پنیر (یا ۱۱۳ گرام) میں ۳۷ فیصد پانی، ۴۵۵ حرارے، لحمیات ۲۸ گرام، چکنائی ۳۷ گرام، کولیسترول ۱۱۹ ملی گرام، نشاستہ ایک گرام، کیشیم ۸۱۵ ملی گرام، فولاد ۰.۸ ملی گرام، پوٹاشیم ۱۱۱ ملی گرام، سوڈیم ۰.۱ ملی گرام، وٹامن الف ۱۹، اے، بین الاقوامی اکائیاں، ب (تھامین) ۰.۰۳ ملی گرام، ب<sub>۲</sub> (رابو فلیون) ۰.۴۲ ملی گرام اور ب<sub>۱۲</sub> (نیاسین / نیکوٹینک ایسڈ) ۰.۱ ملی گرام پائے جاتے ہیں۔ (۱) تناسب تناسب کے لحاظ سے کولیسترول ۳۵ فیصد، جبکہ لحمیات کا تناسب ۵۰ فیصد ہوتا ہے۔ تجویز کردہ رزومرہ کی ضرورت کے مطابق نمکیات میں سے سوڈیم ۲۵ فیصد، پوٹاشیم ۲ فیصد، کیشیم ۲۷ فیصد، آرن ۳ فیصد اور میگنیشیم ۷ فیصد پائے جاتے ہیں اور تجویز کردہ رزومرہ کی ضرورت کے مطابق حیاتین میں سے حیاتین الف ۲۰ فیصد، ب<sub>۱۲</sub> (کوبال من) ۱۳ فیصد، ب<sub>۱</sub> (پیریڈوکسن) ۵ فیصد اور حیاتین (Calci Pherole) ۶ فیصد ملتے ہیں۔ اس میں موجود بیش بہا غذائی اجزاء انسانی صحت کے لیے اہم اور ضروری اجزاء فراہم کرتے ہیں اور اسے صحت مند، توانا اور چست رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔

بآسانی گھر پر بھی تیار کیے جانے والے پنیر کو کاٹیج پنیر کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ دودھ کو کٹھا کر کے یا پھاڑ کر اسے نچوڑ لیا جاتا ہے اور یوں کاٹیج پنیر (Cottage) یا گھریلو سادہ پنیر بنایا جاتا ہے۔ یہ بہت سی چیزوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ بغیر کسی ٹھوس شکل کے ایک بھر بھری اور دانے دار شکل میں بنتا ہے۔ لحمیات کی زیادتی اور چکنائی کی کمی کی بنا پر اسے کیشیم کے ساتھ ایک اور اہم مائیکرو ویلیٹ، فارسفورس کی موجودگی کی بنا پر اسے وزن کم کرنے والے افراد اور خصوصاً بچوں کے لیے بہت مفید قرار دیا جاتا ہے۔ سادہ کاٹیج پنیر کے غذائی اجزاء کو دیکھیں تو ایک کپ یا ۲۲۵ گرام پنیر میں ۲۳۳ حرارے، لحمیات ۲۸ گرام، چکنائی ۱۰ گرام، کولیسترول ۳۴ ملی گرام، نشاستہ ۶ گرام، کیشیم ۱۳۵ ملی گرام، فولاد ۰.۳ ملی گرام، پوٹاشیم ۱۹۰ ملی گرام، سوڈیم ۹۱۱ ملی گرام، وٹامن الف ۳۶، بین الاقوامی اکائیاں، ب (تھامین) ۰.۰۵ ملی گرام، ب<sub>۱</sub> (رابو فلیون) ۰.۳۷ ملی گرام اور ب<sub>۱۲</sub> (نیاسین) 0.3 ملی گرام پائے جاتے ہیں۔ (۲) پنیر کی اس قسم میں حیاتین الف کا تناسب ۵ فیصد، نمکیات میں سے کیشیم ۸ فیصد، میگنیشیم ۲ فیصد، فارسفورس ۲۳ فیصد، پوٹاشیم ۲ فیصد، سوڈیم ۲۴ فیصد اور زنک ۴ فیصد پائے جاتے ہیں۔

(1) Susan E.Gebhardt & Robin G Thomas, Nutritive Value of Foods, Beltsville. Maryland: U. S.

Department of Agriculture, Agriculture Research Service.p16-17

(2) Susan E.Gebhardt & Robin G Thomas, Nutritive Value of Foods, p18-19

## خلاصہ بحث

اللہ تعالیٰ نے دودھ کو اولین غذا بنایا۔ جس سے انسان کے لیے اس کی ضرورت اور اہمیت کا معلوم ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے کچھ حلال جانوروں کے دودھ نوش فرمائے اور کئی کی باقاعدہ تعریف اور توصیف بھی فرمائی اور ان کی اہمیت اور افادیت کو اجاگر فرمایا۔ جدید تحقیق اور علم غذائیت کی روشنی میں جانچنے سے ان جانوروں کے دودھ کی ضرورت، اہمیت اور افادیت کھل کر سامنے آتی ہیں۔ آج کی بے حد مصروف زندگی میں انسان دوسرے بہت سے مسائل کے ساتھ ساتھ اپنی صحت سے متعلق بنیادی مسائل سے بھی دوچار ہے۔ دودھ جو کہ انسانی خوراک کا ایک بنیادی اور اولین جزو ہے، اگر اسے نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ کی پیروی اور آپ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں استعمال کیا جائے کہ آج غذائی سائنسی تحقیقات بھی ان کی ضرورت و افادیت کی گواہی دے رہی ہیں، تو صحت کے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

## مصادر و مراجع

۱. القرآن الکریم
۲. احمد بن حنبل، (۱۴۲۱ھ)، المسند، مؤسسہ الرسالہ، بیروت، لبنان
۳. بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، (۱۹۸۷ء)، دار ابن کثیر، بیامہ
۴. حاکم، محمد بن عبد اللہ، (۱۴۱۱ھ)، المستدرک، دار الکتب العلمیہ، بیروت
۵. خالد غزنوی، (ڈاکٹر)، (س۔ن)، طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس، الفیصل ناشران و تاجر ان کتب، لاہور
۶. ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، (۱۴۱۷ھ)، السنن، مکتبۃ المعارف، الریاض
۷. دہلوی، عبدالحق محدث، (۲۰۱۲ء)، مدارج النبوت، مترجم: غلام معین الدین، مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور
۸. دنیاپوری، محمد یسین، (حکیم)، (۲۰۱۳ء)، خواص المفردات، یسین طبی کتب خانہ، دنیاپور
۹. دنیاپوری، محمد یسین، (حکیم)، خواص المفردات، یسین طبی کتب خانہ، دنیاپور
۱۰. سعیدہ غنی، (پروفیسر) و دیگر، (۲۰۱۳ء)، غذا اور غذائیت، آزاد بک ڈپو، لاہور، پاکستان
۱۱. طبرانی، سلیمان بن احمد، (۱۴۱۵ھ)، المعجم الکبیر، باب مسند عبد اللہ بن مسعود، دار الصمیعی، الریاض
۱۲. ابن القیم، ابو عبد اللہ ابن القیم، (س۔ن)، طب نبوی، اسلامی کتب خانہ، لاہور
۱۳. ابن ماجہ، محمد بن یزید، (س۔ن)، دار احیاء الکتب العربیہ، القاہرہ
۱۴. مسلم، مسلم بن حجاج، (س۔ن)، الصحیح، دار احیاء التراث العربی، بیروت
۱۵. نسائی، احمد بن شعیب، (۱۴۱۲ھ)، السنن الکبریٰ، مؤسسہ الرسالہ، بیروت

## لفظ زیور کے معنوی و شرعی اطلاقات

(ایک تحقیقی مطالعہ)

### The literal and legal applications of the word jewellery

☆ محمد شفیق

☆☆ ڈاکٹر غلام حسین

#### ABSTRACT

A person uses many words day and night, some of which are meaningful and some of which are meaningless and then some meaningful words contain only literal meanings. While some meaningful words are used with a literal meaning, as well as a term that is why knowing the literal meaning of a word alone does not lead to perfect knowledge of the word. Therefore, it is important to know the literal meaning of the word, as well as the terminological meaning of the word, so that a complete understanding of the meanings and connotations of the word can be obtained. One of the words spoken in our environment and society is the word ornament which is used as a term as well as giving many literal meanings. For example, any thing that makes a person look beautiful in the eyes of others by using or adopting it is an ornament, usually it is a garment or something made of metals, minerals or diamonds or a person is adorned with ornaments of knowledge or good manners and be adorned with good deeds, all is adornment. Because just as a person becomes beautiful in the eyes of others by embellishing things made of gold and silver and other metals and diamonds and jewels, so also a person becomes beautiful in the eyes of others by adornment with knowledge and good morals and deeds. This article is an attempt to review the lexical and terminological applications of the word ornament.

**Keywords:** Jewelry, Islam, Hadith, Tradition, Culture

اللہ تبارک و تعالیٰ نے بننے، سنورنے اور خوبصورت دکھائی دینے کو روز اول سے انسان کی فطرت و جبلت میں ودیعت کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان ہر خوبصورت چیز کو پسند کرتا ہے اور خود خوبصورت بننے کی کوشش کرتا ہے۔

☆ پی ایچ، ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور۔

☆☆ ایلیمینٹری ٹیچر، دلپکے مہار، بصیر پور (اوکاڑہ)

اس فطری جذبے کے تحت خوبصورتی کے حصول کے لیے لباس کے ساتھ، ساتھ صدیوں سے زیورات کا استعمال کرتا چلا آ رہا ہے لہذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ زیور کے استعمال کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے۔ جتنا کہ خود انسان قدیم ہے، بھلے اس کی ہیئت کدایہ اور شکل و صورت کیسی ہی ہو۔ قرآن کریم نے موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا ذکر کرتے ہوئے زیورات کے استعمال کی تاریخ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ خَلْيِهِمْ عَجَلًا جَسَدًا لَهُ خُورًا﴾ (۱)

”اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے (کوہ طور پر جانے کے بعد) اپنے زیوروں سے ایک مچھڑا بنا لیا (جو) ایک مجسم تھا، اس کی آواز گائے کی تھی۔“

مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں جہاں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام، اللہ سے شرف ہم کلامی کے لیے کوہ طور پر تشریف لے گئے تو آپ کے پیچھے سے آپ کی قوم نے فرعونوں سے مانگے ہوئے زیورات کا مچھڑا بنا لیا جو گائے کی آواز نکالتا تھا۔ تو وہاں بین السطور یہ بات بھی واضح طور پر ثابت ہوئی ہے کہ موسیٰ ﷺ کے زمانہ میں مصریوں میں زیورات کے استعمال کا عام رواج تھا اور وہ لوگ زیورات کو خوشی کے مواقع، مثلاً عید اور شادی، بیاہ وغیرہ پر پہنتے تھے۔

تاریخی حوالہ جات کے مطابق جناب موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ مبارک ۱۴۳۹ تا ۱۵۵۱ قبل مسیح (۲) ہے۔ اس لحاظ سے اگر دیگر تاریخی حوالہ جات کو درست تسلیم نہ بھی کیا جائے تو بھی یہ بات واضح ہے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اہل مصر اور آس پاس کے علاقوں مثلاً عراق، یونان وغیرہ میں زیورات کے استعمال کا عام رواج تھا۔

قدیم مذہبی کتب، تاریخ اور آثار قدیمہ سے حاصل ہونے والی معلومات بھی اس بات پر شاہد ہیں کہ ابتداء میں انسان نے نباتات، پھولوں اور خوشبو دار گھاس کو تزئین و آرائش کے لیے بطور زیور استعمال کرنا شروع کیا۔ پھر معدنیات کی دریافت کے بعد انسان مختلف دھاتوں کو بطور زیور استعمال کرنے لگا جس سے زیورات کی تیاری نے ایک صنعت کی صورت اختیار کر لی اور اس میں نئی تکنیکوں اور مہارتوں کے تعارف کی بدولت زیورات سازی کے فن کو اک نئی جہت حاصل ہوئی۔ پھر رفتہ رفتہ انسان کے عقیدہ میں یہ بات شامل ہو گئی کہ ہیرے، جوہرات وغیرہ کی طاقتوں کا مظہر اور محل ہوتے ہیں جس کی وجہ سے انسان سونے اور چاندی اور دیگر دھاتوں کے زیورات کے ساتھ، ساتھ اپنے اعتقاد کی

(۱) سورة الاعراف، ۷/ ۱۳۸

تروج و اشاعت کے لیے پتھر اور ہیرے، جوہرات کو بطور ضرورت استعمال کرنے لگا۔ پھر جب انسان نے پتھر کی تراش و خراش کا فن سیکھ لیا تو مختلف معدنیات کے ساتھ، ساتھ پتھر بھی بطور زیور استعمال ہونے لگے۔

بیسویں صدی کے آغاز میں شیشہ کی مصنوعات کا آغاز ہوا تو مختلف دھاتوں اور ہیرے جوہرات، کے ساتھ شیشہ بھی زیورات کی تیاری میں استعمال کیا جانے لگا جس سے زیورات کی صنعت میں مزید نفاست اور خوبصورتی پیدا ہو گئی۔ پھر ایٹمی عناصر کی ایجاد، معاشرتی رکاوٹوں کے خاتمے اور مختلف ثقافتوں کے ملاپ سے زیورات کے ڈیزائن کی مختلف انواع نے جدیدیت کے میدان میں اس قدر ترقی حاصل کر لی کہ عصر حاضر میں زیورات جسمانی آرائش کے فروغ کا بہت بڑا ذریعہ بن گئے ہیں۔ شخصیت اور خوبصورتی کے اظہار کے لیے زیورات کا استعمال اس قدر عام ہو گیا ہے کہ مرد ہو یا عورت، عربی ہو یا انجلی، پاکستانی ہو یا ایرانی، یورپی یا افریقی ہر ایک زیور پہننا پسند کرتا ہے۔

البتہ زیور پہننے کے طور، طریقے ہر ملک اور قوم کے ایک دوسرے سے مختلف اور جدا ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مختلف اقوام میں لفظ زیور کی تعبیرات و تشریحات بھی دوسری قوم سے مختلف اور جدا ہو سکتی ہیں یعنی یہ ممکن ہے کہ ایک چیز کا استعمال کسی ایک قوم کے ہاں بطور زیور ہو اور دوسری قوم کے ہاں وہی چیز بلحاظ عقیدہ استعمال ہو رہی ہو۔ چنانچہ اسلام میں زیور سے کیا مراد ہے یا یہ الفاظ دیگر اسلام میں لفظ زیور کا اطلاق کس چیز پر کیا جاتا ہے زیر نظر مضمون اسی بات کی وضاحت کے لیے ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے جس میں اس چیز کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جائے گا کہ اسلام میں زیور کا اطلاق کس چیز پر ہوتا ہے؟ کیونکہ یہ بات مبنی بر حقیقت ہے کہ کسی لفظ کے محض لغوی معنی جان لینے سے اس لفظ کی کامل معرفت حاصل نہیں ہو سکتی لیکن کسی بھی لفظ کے لغوی معنی جانے بغیر اس کے صحیح معنی و مفہوم کا ادراک بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ کسی بھی لفظ کے لغوی معنی کا تعلق اس لفظ کے مادہ اور اصل (Origin) کے ساتھ ہوتا ہے اور اسی مادہ و اصل پر مصدر اور اس کے تمام مشتقات کے معانی کا انحصار ہوتا ہے۔ مادہ اور اصل سے جتنے بھی لفظ نکلتے ہیں ہر ایک میں اسی مادہ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ مثلاً "ضرب، ضارب، مضروب، مضراب" وغیرہ کے تمام مشتقات میں مارنے کا معنی و مفہوم موجود ہے، لہذا کسی بھی لفظ کی معرفت کے لیے اس لفظ کے لغوی اشتقاقیات کا جاننا بھی نہایت ضروری ہے۔

اردو زبان میں بولا جانے والا لفظ، زیور اپنی اصل کے اعتبار سے فارسی زبان کا لفظ ہے جبکہ عربی زبان میں اس کے لیے "حلیہ" کا لفظ مستعمل ہے اور انگریزی زبان میں اس کے لیے "Jewelry" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

صاحب فیروز اللغات نے لفظ زیور کی معنوی تحقیق مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی ہے۔

۱۔ زیور بمعنی زیب دینے والا

## ۲- زیور بمعنی گہنا پاتا (زیب آور کا مخفف) جمع زیورات۔ (۱)

فارسی زبان میں لفظ زیور کے صرف مذکورہ بالا معانی ہی بیان کیے گئے ہیں جبکہ عربی زبان میں اس کے لیے "حلیۃ" کا لفظ مستعمل ہے جو لغت عرب میں ویسح تر معنی و مفہوم کے لیے بولا جاتا ہے۔ لہذا لفظ زیور کے معنوی اطلاقات کو بیان کرنے کے لیے عربی زبان میں زیور کے لیے استعمال ہونے والے لفظ "حلیۃ" کا معنی و مفہوم جاننا ضروری ہے۔ زیر نظر تحقیق کا مطلوب و مقصود قرآن و احادیث اور لغت عرب کی روشنی میں لفظ زیور کے معنوی اطلاقات کا تحقیقی مطالعہ ہے جو عربی زبان میں زیور کے لیے استعمال ہونے والے لفظ "حلیۃ" کا معنی و مفہوم جانے بغیر ناممکن ہے۔ مندرجہ ذیل سطور میں لفظ "حلیۃ" کا معنی و مفہوم پیش کیا جا رہا ہے تاکہ لفظ "حلیۃ" کے ذریعہ زیور کے معنوی اطلاقات کو واضح کیا جاسکے۔

لفظ "حلیۃ" کا مادہ اشتقاق اور اصل "ح، ل، ی" یعنی "حلی" ہے جو تائے تانیث ملحقہ کے ساتھ "حلیۃ" "بروزن" "فعلیۃ" اور تائے تانیث ملحقہ کے بغیر "فا" کلمہ کے فتح کے ساتھ "حلی" "بروزن" "فعل" اور "فا" کلمہ کے کسرہ کے ساتھ "حلی" "بروزن" "فعل" اور "فا" کلمہ کے ضمہ کے ساتھ "حلی" "بروزن" "فعل" مستعمل ہے۔ حلیۃ اور حلی ثلاثی مجرد و مزید فیہ کے تمام ابواب میں بطور اسم اور بطور مصدر مستعمل ہے اور خاصیات ابواب کے مختلف ہونے کے باعث مختلف متعدد معانی رکھتا ہے۔

چنانچہ ابن منظور، مرتضیٰ زبیدی، راغب اصفہانی، لوئیس مالوف وغیرہم ائمہ لغت نے لفظ "حلی" اور "حلیۃ" کے متعدد معانی بیان کیے ہیں۔

مثلاً: لفظ "حلی" "فا" کلمہ کے فتح کے ساتھ ہو تو مندرجہ ذیل معانی کے لیے آتا ہے۔

۱- "الحلی: ما تُزین بہ من مصوغ المعدنیات أو الحجارة" (۲)

"معدنیات اور پتھر سے بنی ایسی چیز جس سے زینت حاصل کی جائے۔"

۲- "الحلی: کل حلیۃ حلیت بها امرأة أو سیفا و نحوه" (۳)

"ہر ایسی آرائش و زیبائش جس کے ذریعہ تو عورت یا تلوار وغیرہ کو آراستہ کرے۔"

لفظ "حلیۃ" "فا" کلمہ کے کسرہ اور تائے ملحقہ کے ساتھ مندرجہ ذیل معانی کے لیے آتا ہے۔

(۱) فیروز الدین، مولوی، (س۔ن)، فیروز اللغات، اردو، فیروز سنز، لاہور۔ ص: ۵۸۔

(۲) ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی، ابوالفضل، الافریق، (س۔ن)، لسان العرب، دار صادر، بیروت۔ ۱۳/۱۹۳

(۳) ایضاً، ۱۳/۱۹۵

۱- "الحلیة: هو اسم لكل ما يُتزين به من مصاغ الذهب والفضة" (۱)

”سونے، چاندی سے بنی ہر ایسی چیز، جس سے زینت حاصل کی جائے زیور ہے۔“

۲- حلّیة بمعنی زیور

۳- حلّیة بمعنی زیب و زینت

۴- حلّیة بمعنی چمک و دمق

۵- حلّیة بمعنی شکل و صورت، عادت و خصلت

لفظ "حلّیة" کے مذکورہ بالا تمام معانی قرآن و حدیث، عربی شاعری اور محاورات عرب میں کثرت سے

مستعمل ہیں۔

پہلا معنی: حلّیة: بمعنی زیور

اس معنی کے اطلاقات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- قرآنی اطلاقات:

لفظ حلّیة کے معانی میں "حلّیة" بمعنی زیور کو مرکزیت حاصل ہے اور قرآن کریم میں یہ لفظ اس معنی میں متعدد جگہ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً عورت جو ان ہو یا بوڑھی اس کی جبلت و فطرت میں یہ بات رکھ دی گئی ہے کہ وہ ہر وقت زیور پہننا پسند کرتی ہے قرآن کریم نے عورت کی اسی جبلت و فطرت کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿أَوْمَنُ يُنْتَنُ فِي الْحَلِيَّةِ﴾ (۲)

”یا وہ جو زیور میں پرورش پائے۔“

اسی معنی کو قرآن کریم دوسرے انداز میں اس طرح بیان کیا ہے۔

﴿مِنْ خَلِيَّتِهِمْ عَجَلًا جَسَدًا لَهُ خُوَازٍ﴾ (۳)

(انہوں نے) اپنے زیورات سے کچھڑے کا ایک مجسمہ بنا لیا۔

(۱) ایضاً، ۱۳/ ۱۹۵

(۲) سورۃ الزخرف، ۲۳/ ۱۸

(۳) سورۃ الاعراف، ۷/ ۱۳۸



زیور کے حصول و استخراج کا سب سے بڑا ذریعہ زمین اور سمندر ہے، قرآن کریم نے لفظ زیور اسی معنویت کو بیان کرتے ہوئے کہا:

﴿تَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا﴾ (۱)

اور تم اس (سمندر) سے زیور نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَتَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا﴾ (۲)

اور زیور (جن میں موتی، مرجان اور مونگے وغیرہ سب شامل ہیں) نکالتے ہو۔

۲۔ نبوی اطلاقات:

احادیث رسول ﷺ سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے متعدد مواقع پر لفظ "حلیة" کو زیور کے معنی میں استعمال فرمایا ہے۔ مثلاً:

آپ ﷺ نے ایک صحابی کو لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا تو ازراہ تعجب ارشاد فرمایا:

"مَا لِي أَرَى عَلَيْكَ حِلْيَةَ أَهْلِ النَّارِ" (۳)

"مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں تم پر جہنمیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں۔"

اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے گھر کی بچیوں کو زیور پہناتے ہوئے بھی اس لفظ کا استعمال فرمایا ہے۔ حدیث

مبارکہ میں ہے:

"فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَحْلِينَا الذَّهَبَ وَاللُّؤْلُؤَ" (۴)

"رسول کریم ﷺ ہمیں سونے اور موتیوں کا بنا ہوا زیور پہنایا کرتے تھے۔"

اسی طرح آپ ﷺ نے باوجود رہنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے بھی اس لفظ کا استعمال کرتے ہوئے ارشاد

فرمایا:

"تَبْلُغُ الْحَلِيَّةِ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوَضُوءَ" (۱)

(۱) سورۃ النحل، ۱۶/۱۴

(۲) سورۃ فاطر، ۳۵/۱۲

(۳) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، (س.ن)، السنن، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۴/۹۰، رقم: ۲۲۲۳

(۴) بیہقی، احمد بن حسین، (ع.۱۹۹۴)، السنن الکبریٰ، مکتبہ دارالبار، مکتبہ المکرّمہ، ۴/۱۴۱، رقم: ۳۵۲

”مومن کے اعضاء میں وہاں تک زیور پہنایا جائے گا جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچے گا۔“

### ۳۔ شعر کی اطلاقات:

لفظ "حلیۃ" کو زیور کے معنی میں عرب شعراء نے بھی کثرت سے استعمال کیا ہے، جب کبھی اور جہاں کہیں کسی ایسے حسین چہرے کو دیکھا کہ جس کے حسن کو اس کے زیور نے چار چاند لگا دیئے تو شعراء نے عرب نے محبوب کی تعریف کے ساتھ ساتھ اس چیز کو بھی کو موضوع سخن بنایا جو محبوب کے حسن میں اضافہ کا باعث بنی۔

مندرجہ ذیل شعر اسی معنی کی عکاسی کرتا ہے:

"كَأَنهَا مِنْ حُسْنٍ وَشَارَةٍ وَالْحَلِي حَلِي النَّبْرِ وَالْحِجَارَةِ" (۲)

”گویا کہ وہ (محبوبہ) بلوری حسن والی ہے، جو سونے اور ہیرے، جو اہرات کے زیور سے آراستہ ہے۔“

اسی طرح اغلب عجمی کا یہ شعر بھی حلیۃ بمعنی زیور کی تائید کرتا ہے:

"حَارِيَةٌ مِنْ قَيْسِ بْنِ نَعْلَبَةَ بَيْضَاءُ ذَاتُ سُرَّةٍ مُقْبَبَةٌ كَأَنَّهَا حَلِيَّةٌ سَيْفٍ مُذْهَبَةٌ" (۳)

”قیس بن نعلبہ کی گوری رنگت والی ایک لونڈی ہے جو اپنے گنبد نما جسم سے لوگوں کو خوش کرتی ہے، گویا کہ وہ

سونے کے پانی سے آراستہ کی ہوئی ایک تلوار ہے۔“

### دوسرا معنی: حلیۃ بمعنی زیب و زینت

لفظ حلیۃ کی لغوی تحقیق کے دوران جو معانی نچوڑ اور مغز کے طور پر سامنے آئے، ان میں سے دوسرا معنی

زیب و زینت ہے۔ حلیۃ بمعنی زیب و زینت، قرآن و احادیث اور لغت عرب یہ لفظ اس معنی میں متعدد جگہ استعمال ہوا ہے۔

### ۱۔ قرآنی اطلاقات:

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کی شان و شوکت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿يُحَلِّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ﴾ (۴)

”وہ اس (جنت) میں سونے کے کنگنوں سے مزین کیے جائیں گے۔“

(۱) مسلم، مسلم بن الحجاج، (س۔ ن)، ۱، صحیح، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان۔ ۱/۲۱۹، رقم: ۲۵۰۰

(۲) ابن منظور افریقی، لسان العرب۔ ۱۳/۱۹۳

(۳) ایضا

(۴) سورۃ الکہف، ۱۸/۳۱

مذکورہ آیت میں لفظ حلیۃ زیب و زینت کے معنی میں استعمال ہوا ہے، کیونکہ اصل جنت کو جنت میں زیور پہنانے کا مقصد جنتیوں کے حسن و جمال میں اضافہ کرنا اور انہیں آراستہ کرنا ہے اور آراستہ و پیراستہ کرنے کا دوسرا نام زیب و زینت ہے۔

۲۔ نبوی اطلاق:

لفظ "حلیۃ" کو زیب و زینت کے معنی میں بعض مواقع پر نبی کریم ﷺ نے بھی استعمال فرمایا ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

"كَانَ يُحَلِّينَا رِعَانًا مِنْ ذَهَبٍ وَلَوْلَا" (۱)

”رسول کریم ﷺ ہمیں سونے اور موتیوں کی بنی بالیوں سے زینت دیا کرتے تھے۔“

۳۔ محاورات عرب میں حلیۃ بمعنی زیور کا استعمال:

جب کوئی شخص کسی ایسی چیز کو زیب تن کر لے جس کا وہ اہل نہ ہو تو اہل عرب اس وقت محاورۃ کہتے ہیں:

"تَحَلَّى فُلَانٌ بِمَا لَيْسَ فِيهِ" (۲)

”فلاں نے اپنے آپ کو ایسی چیز سے آراستہ کیا جس کا وہ اہل نہیں۔“

تیسرا معنی: حلیۃ بمعنی چمک و دمک

لفظ حلیۃ کا ایک معنی چمک و دمک ہے اور اس معنی میں اس لفظ کو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے بھی استعمال فرمایا ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے:

"أمتي يوم القيامة غر من السجود محجلون من الوضوء" (۳)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن میری امت کے لوگوں کی پیشانیاں سجدوں اور (کثرت) وضو کی وجہ

سے چمکتی ہوں گی۔ دوسری حدیث میں ہے:

”عن أبي حازم قال كنت خلف أبي هريرة وهو يتوضأ للصلاة فكان يمد يده حتى تبلغ

إبطه فقلت له يا أبا هريرة ما هذا الوضوء فقال يا بني فروخ أنتم ها هنا لو علمت أنكم ها

(۱) بیہقی، السنن الکبری، حدیث نمبر: ۵۶۱۱

(۲) زبیدی، محمد بن محمد بن عبد الرزاق، (س۔ن)، تاج العروس من جواهر القاموس، دار الھدایت۔ ۳: ۳۳۷

(۳) ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، (دون السنن)، السنن، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۲/ ۵۰۵، رقم: ۶۰۷۰

هنا ما توضأت هذا الوضوء سمعت خليلي ﷺ يقول تبلغ الحلية من المؤمن حيث يبلغ الوضوء" (۱)

”حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑا تھا اور وہ نماز کے لئے وضو کر رہے تھے۔ انہوں نے دھونے کے لیے اپنا ہاتھ دراز کیا حتیٰ کہ بغل تک دھویا۔ میں نے عرض کیا اے ابو ہریرہ، یہ کیسا وضو ہے انہوں نے فرمایا، اے بنی فروخ، تم یہاں ہو۔ اگر مجھے پتہ ہوتا کہ تم یہاں ہو تو میں اس طرح وضو نہ کرتا۔ میں نے اپنے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مومن کو اعضائے وضو کی چمک تک زیور پہنایا جائے گا۔“

تیسری حدیث میں ہے:

" أن عبد الله بن مسعود قال قيل يا رسول الله كيف تعرف من لم تر من أمتك قال غر محجلون بلق من آثار الوضوء " (۲)

”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ انہوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: آپ اپنے اس امتی کو کیسے پہچانیں گے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آثار وضو سے ان کی پیشانیاں چمکدار ہوں گی۔“

یعنی قیامت کے دن امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضائے وضو کثرت وضو کی وجہ سے چمکتے ہوں گے جس سے وہ دوسرے لوگوں اور امتوں سے الگ تھلگ نظر آئیں گے اور اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے ان افراد کو پہچان لیں گے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ کا زمانہ میسر نہیں ہوا گا۔

### چوتھا معنی: حلیۃ بمعنی شکل و صورت، عادت و خصلت

"حلیۃ" بمعنی شکل و صورت اور عادت و خصلت بھی لغت عرب میں مستعمل ہے جیسا کہ امام ابو نعیم اصفہانی کی مشہور زمانہ کتاب کا نام "حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء" ہے۔ انہوں نے لفظ حلیۃ کو شکل و صورت کے معنی میں لیتے ہوئے یہ نام رکھا ہے۔ اسی طرح ابن منظور افریقی نے حلیۃ کے معانی میں ایک معنی شکل و صورت بھی بیان کیا ہے۔

ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

"الحلیۃ: الصّفۃ والصّورة" (۱) یعنی حلیۃ بمعنی شکل و صورت۔

(۱) مسلم، الصحیح، ۱/۲۱۹، رقم: ۲۵۰۰

(۲) ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، (س-ن)، السنن، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱/۱۰۴، رقم: ۲۸۴

اسی طرح مرتضیٰ زبیدی نے بھی حلیۃ بمعنی شکل و صورت لکھا ہے۔  
مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں:

"الحلیۃ، بِالْحَلِیَّةِ، بِالْكَسْرِ، الخِلْفَةُ وَالصُّوْرَةُ وَالصَّفَّةُ" (۲)  
”یعنی لفظ حلیۃ کسرہ کے ساتھ ہو تو خلقت اور شکل و صورت کا معنی دیتا ہے۔“

**پانچواں معنی:** حلیۃ بمعنی اچھا لگنا، دل میں بس جانا

لفظ حلیۃ کے متعدد معانی میں سے ایک معنی ہے کسی کو اچھا لگنا یا کسی کے دل میں بس جانا۔ لغت عرب میں یہ لفظ اس معنی میں بھی مستعمل ہے۔

ابن منظور افریقی اس معنی کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حَلِيٌّ فُلَانٌ بِعَيْنِي" (۳)

یعنی فلاں میری آنکھوں میں رچ، بس گیا۔

مندرجہ بالا معنی کی تائید سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل قول سے بھی ہوتی ہے:

"لكنهم حليت الدنيا في أعينهم" (۴)

”دنیا کی محبت ان کی نگاہوں میں رچ، بس گئی۔“

اسی طرح زاجر کا یہ شعر بھی اسی معنی کی تائید کرتا ہے:

"إِنَّ سِرَاجًا لَكَرِيمًا مَفْخَرَهُ تَخَلَّى بِهِ الْعَيْنُ إِذَا مَا بَجَّهَرَهُ" (۵)

”پیشک وہ ایسا قابلِ فخر، مہربان و سخی چراغ ہے جب وہ ظاہر ہو تو آنکھوں میں رچ، بس گیا“

مذکورہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ لفظ حلیۃ کے متعدد معانی ہیں جن میں ایک معنی زیور ہے اور اس معنی میں اس لفظ کا استعمال قرآن و حدیث اور لغت عرب میں کثیر ہے۔ قرآن میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مختلف پیرائے کے ساتھ، مثلاً کبھی "يُنَشِّئُ فِي الْحُلِيِّةِ" فرما کر اور کہیں "حَلِيَّتِهِمْ" فرما کر اور کہیں "حَلِيَّةٌ تَلْبَسُونَهَا" فرما کر اس لفظ کا

(۱) ابن منظور، لسان العرب: ۱۴: ۱۹۶۔

(۲) زبیدی، تاج العروس، ۳۷: ۴۳۔

(۳) ابن منظور، لسان العرب، ۱۴: ۱۹۶۔

(۴) ابن الاثیر، مجد الدین بن محمد، الشیبانی، (۱۹۷۹ء)، النہایہ فی غریب الحدیث والأثر، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت۔ ۱/ ۳۳۵

(۵) لسان العرب، ۱۴/ ۱۹۶

استعمال فرمایا ہے۔ ایسے ہی نبی کریم نے بھی اس لفظ کو مختلف مواقع پر اسی معنی میں استعمال فرمایا جیسا کہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک موقع پر "حَلِيَّةٌ أَهْلِ النَّارِ" فرما کر اس لفظ کی مذکورہ معنویت کو واضح فرمایا اور دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے "يُحَلِّينَا تَبَلُّغُ الْحَلِيَّةِ" فرما کر اس کی معنویت کو اجاگر فرمایا۔ لغت عرب میں بھی اس کا استعمال کثیر ہے جیسا کہ سابقہ سطور میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔

لفظ زیور کا اصطلاحی معنی:

سابقہ سطور میں لفظ زیور کی لغوی تحقیق سے واضح کیا جا چکا ہے کہ ہمارے ماحول و معاشرہ میں بولا جانے والا لفظ زیور اپنی اصل کے اعتبار سے فارسی زبان کا لفظ ہے اور عربی میں اس کے لیے "حلیۃ" کا لفظ مستعمل ہے اور لفظ "حلیۃ" متعدد معانی کے لیے آتا ہے اور اس لفظ کے اسی معنوی تعدد کے پیش نظر ہر طبقہ کے علمائے کرام نے لفظ "حلیۃ" کے اصطلاحی معنی متعین کرنے کے لیے اپنے، اپنے ذوق کے مطابق اس لفظ کی مختلف اصطلاحی تعبیرات و تعریفات بیان کی ہیں، کیونکہ کسی بھی لفظ کے اصطلاحی معنی کا تعین اہل زبان کے استعمال سے وابستہ ہوتا ہے اہل زبان لفظ کو جس معنی لیں گے وہی لفظ کا مرادی معنی ہوتا ہے یہ الگ بات کہ علاقہ اور زمانہ بدل جانے سے الفاظ کے مرادی معنی بدل جاتے ہیں یعنی یہ ممکن ہے کہ ایک لفظ سے ایک علاقہ اور زمانہ میں جو معنی مراد لیا جاتا ہو دوسرے علاقے اور زمانہ میں اسی لفظ سے کوئی دوسرا معنی مراد لیا جاتا ہو۔ پھر معنی کے تعین میں قرآن و احادیث کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے بلکہ قرآن و احادیث نے لفظ کو جس معنی میں لیا ہو وہی معنی صحیح بلکہ اصح ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات علمائے لغت، اصولیین، مفسرین اور فقہاء کے مابین الفاظ کی تعبیرات و تعریفات مختلف ہوتی ہیں۔ ذیل میں پہلے نمبر پر ائمہ لغت کا بیان کردہ لفظ زیور کا اصطلاحی معنی بیان کیا ہے گا دوسرے نمبر پر مفسرین اور تیسرے نمبر پر فقہاء کا بیان کردہ معنی و مفہوم بیان کیا جائے گا۔

ائمہ لغت کے نزدیک زیور کا معنی و مفہوم:

ابن منظور افریقی نے زیور کی مندرجہ ذیل تعریفات بیان کی ہیں:

۱- الحَلِيَّةُ: مَا تُزَيَّنُ بِهِ مِنْ مَصْنُوعِ الْمَعْدِنَاتِ أَوْ الْحِجَارَةِ (۱)

معدنیات یا پتھروں سے بنائی گئی ایسی چیزوں کو زیور کہتے ہیں جن کے ذریعے زینت حاصل کی جاتی ہے۔

۲- "الحلیۃ: هُوَ اسْمٌ لِكُلِّ مَا يُتَزَيَّنُ بِهِ مِنْ مَصَاغِ الذَّهَبِ وَالْفِصَّةِ" (۲)

(۱) لسان العرب، ۱۳/۱۹۳

(۲) یبنا -

”سونے اور چاندی سے بنی ہوئی ہر وہ چیز زیور ہے جس کے ذریعے زینت اختیار کی جائے۔“  
مجمع لفظ الفقہاء کے مصنف نے زیور کی تعریف کرتے کہا:

۳ - "الحلیة: ما يتزين به من الحجاره والمعادن المصوغه" (۱)

”پتھروں اور معدنیات سے بنائی گئی ایسی چیزیں زیور کہلاتی ہیں جن کے ذریعے زینت حاصل کی جاتی ہے۔“  
محمود عبد الرحمن زیور کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۴ - "الحلی: ما تتحلی به المرأة من جلال وسوار، وتزين به من ذهب أو فضة أو غیر ذلك" (۲)

”بالیوں اور کنگن وغیرہ جس کو عورت پہنتی ہے زیور ہے، اور سونا و چاندی وغیرہ جس کے ذریعے زینت حاصل کی جائے زیور ہے۔“

مفسرین کے نزدیک زیور کا اصطلاحی معنی و مفہوم:

ائمہ لغت کی طرح مفسرین کرام نے بھی اپنے ذوق کا اظہار کرتے ہوئے زیور کی مختلف تعبیرات و تعریفات بیان کی ہیں چنانچہ علامہ محمود آلوسی زیور کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الحلی: هو ما يتخذ للزينة ويتحلی به من الذهب والفضة" (۳)

”جو چیز بطور زینت اختیار کی جائے زیور ہے اور زیور سونا اور چاندی سے بنی ہوئی چیز سے حاصل ہوتا ہے۔“  
ہر مسئلہ کو فلسفیانہ انداز میں پیش کرنے والے امام رازی زیور کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الْحَلِي: اسْمُ مَا يُتَّحَسَّنُ بِهِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ" (۴)

”سونے و چاندی سے بنی ہر ایسی چیز کو زیور کہتے ہیں جس سے خوبصورتی حاصل کی جائے۔“  
علامہ محمود نسفی نے زیور کی تعریف کرتے ہوئے کہا:

"الحلی: هو اسم ما يحسن به من الذهب والفضة" (۵)

(۱) قلعجی، محمد رواس، قنیجی، حامد صادق، (س-ن)، مجمع لفظ الفقہاء، دار النفاہس، ۱: ۵۹۳۔

(۲) محمود، عبد الرحمن، (س-ن)، مجمع المصطلحات والالفاظ الفقہیہ، دار الفضلیہ، ۱: ۵۹۳۔

(۳) آلوسی، ابو الفضل شہاب الدین السید، (دون السنہ)، روح المعانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۹/ ۶۲۔

(۴) رازی، محمد بن عمر الحسن بن الحسن، (س-ن)، مفاتیح الغیب، دار الفکر، بیروت، ۱: ۶۱۵۔

(۵) نسفی، عبد اللہ بن احمد بن محمود، (س-ن)، مدارک التنزیل وحقائق التأویل، دار النفاہس، بیروت، لبنان، ۱: ۶۰۵۔

”سونے و چاندی سے بنی ہر ایسی چیز کو زیور کہتے ہیں جس سے خوبصورتی حاصل کی جائے۔“

علامہ ابو حفص سراج الدین زیور کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الحلّی: اسم لما يُحَسَّن به من الذهب والفضة" (۱)

”سونے و چاندی سے بنی ہر ایسی چیز کو زیور کہتے ہیں جس سے خوبصورتی حاصل کی جائے۔“

علامہ اسماعیل حقی نے زیور کی تعریف کرتے ہوئے کہا:

"الحلیة: ما يتحلّى به الإنسان وبتزین وبالفارسیة آرایش" (۲)

”حلیہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے انسان آرائش و زیبائش اور زینت حاصل کرے اور فارسی میں اس کو

آرائش دینا کہتے ہیں۔“

محقق العصر، علامہ محمد الامین بن عبد اللہ، الارمی، الشافعی، المصری نے زیور کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا:

"الحلیة: ما يتحلّى به الإنسان وبتزین" (۳)

”جس چیز کے ذریعے انسان اپنے آپ کو سنوارے اور خوبصورتی حاصل کرے زیور ہے۔“

فقہاء کے نزدیک زیور کا اصطلاحی معنی و مفہوم:

علوم دینیہ میں فقہ کی مثال ایسے ہے جیسے دودھ میں مکھن۔ یعنی جیسے دودھ کا جوہر اور مغز مکھن ہے ایسے ہی

قرآن و احادیث کا جوہر اور مغز فقہ ہے اور قرآن و احادیث نما دودھ سے، اس مکھن کو نکالنے والا فقہ کہلاتا ہے، یہی

وجہ ہے کہ احکام شریعہ سے متعلقہ چیزوں کی تعریفات و تعبیرات میں فقہاء کی بیان کردہ تعریفات و تعبیرات کو حرف

آخر سمجھا جاتا ہے کیونکہ کسی چیز کی تعریف و تعبیر بیان کرتے وقت فقہ کی مجتہدانہ نظر قرآن و احادیث کے ساتھ

ساتھ، لغت عرب، تعامل صحابہ، آثار صحابہ اور تعامل ناس پر بھی ہوتی ہے اسی وجہ سے بعض اوقات فقہاء کے مابین بعض

مسائل میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ زیور کی اصطلاحی تعریف بھی ان اشیاء میں سے ہے جن پر فقہاء نے اپنے، اپنے ذوق کے

مطابق اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ مثلاً: صاحب "العناية" نے زیور کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے کہا:

"الحلّی: هو ما يتحلّى به النساء من ذهبٍ أو فضةٍ أو جوهراً" (۴)

(۱) ابن عادل، ابو حفص عمر بن علی بن عادل، (س۔ن)، اللباب فی علوم الکتاب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔ ۳۱۵:۹۔

(۲) اسماعیل حقی، (س۔ن)، روح البیان، دار الفکر، بیروت، لبنان۔ ۳۵۸:۸۔

(۳) الارمی، محمد الامین بن عبد اللہ، (س۔ن)، تفسیر حدائق الروح والریحان فی علوم القرآن، دار طرک النجاة، بیروت، لبنان۔ ۲۰۵:۲۶۔

(۴) بابرٹی، محمد بن محمد بن محمود، العناية شرح حدایہ، دار الفکر، بیروت، لبنان۔ ۱۹۱:۵۔



”سونے، چاندی اور جوہر سے بنی ایسی چیز جس کے ذریعہ عورتیں زینت حاصل کریں، زیور ہے۔“  
علامہ ابن نجیم الحنفی لکھتے ہیں:

"الحلی: ما تتحلی به المرأة من ذهب وفضة" (۱)

”سونے اور چاندی سے بنی ہر ایسی چیز جس سے عورت خوبصورتی حاصل کرے، زیور ہے۔“  
مجمع لغة الفقہاء میں ہے:

"الحلیة: ما یتزین به من الحجارۃ والمعادن المصوغۃ" (۲)

”بگھلائی گئی معدنیات اور پتھروں سے بنی ہر ایسی چیز زیور ہے جس سے زینت حاصل کی جائے۔“  
علامہ بدرالدین، العینی لکھتے ہیں:

"الحلی: فی اللغة ما لبس من ذهب أو فضة أو جوهر، وقال ابن الأثیر: الحلی اسم لكل ما یزید من مصاغ الذهب والفضة" (۳)

”لغت میں سونے، چاندی اور جوہر سے بنی ہر ایسی چیز جو پہنی جائے زیور ہے اور ابن اثیر نے کہا: ہر ایسی چیز زیور ہے جو سونے، چاندی کی بناوٹ سے زائد ہو۔“  
الموسوعة الفقہیة الكويتیة میں ہے:

"الحلی: هو ما یتزین به من مصوغ المعدنیات أو الأحجار الکريمة" (۴)

”معدنیات اور قیمتی پتھروں سے بنی ہر ایسی چیز جس سے زینت حاصل کی جائے، زیور ہے۔“  
ملا علی القاری زیور تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الحلی: هو ما یزین به من مصوغ المعدنیات، أو الحجارۃ" (۵)

”ڈھلی ہوئی معدنیات اور پتھروں میں سے ہر ایسی چیز زیور ہے جس سے زینت حاصل کی جائے۔“

(۱) ابن نجیم، سراج الدین عمر بن ابراہیم، (س۔ن)، النہر الفائق شرح کنز الدقائق، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔ ۱: ۲۳۶-۲۳۷۔

(۲) مجمع لغة الفقہاء، ص ۱۸۵۔

(۳) بدرالدین عینی، محمود بن احمد بن موسیٰ، (س۔ن)، البناية شرح الھدایة، دارالکتب العلمیہ، لبنان، بیروت۔ ۶: ۲۳۸۔

(۴) الموسوعة الفقہیة الكويتیة، الكويت، وزارة الأوقاف والسجون الإسلامیة۔ ۱۸/ ۱۰۹

(۵) ملا علی بن سلطان محمد، (س۔ن)، مرآة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، دار الفکر، لبنان، بیروت۔ ۳/ ۱۳۵۱

لفظ زیور کی لغوی و معنوی تحقیق سے ثابت ہوا کہ ہمارے ماحول و معاشرہ میں بولا جانے والا لفظ زیور اپنی اصل کے اعتبار سے فارسی زبان کے لفظ "زیب آور" کا مخفف ہے جو اردو میں "گہنا پاتا" کا معنی دیتا ہے اور عربی میں اس کے لیے "حلیہ" کا لفظ مستعمل ہے جو زیور، عورت کا زیور پہننا، عورت کا بننا سورنا، زیب و زینت اختیار کرنا، زیبائش و آرائش اختیار کرنا، آنکھوں میں رچ بس جانا، اچھا لگنا، عادت و خصلت، شکل و صورت، رنگ و روپ، تلوار کا زیور جیسے متعدد معانی کے لیے مستعمل ہے اور اصطلاح میں علماء کی بیان کردہ تعریفات و تعبیرات کا نچوڑ مندرجہ ذیل ہے۔

- ۱۔ ہر ایسی چیز زیور ہے جس سے عورت زینت حاصل کرے۔
- ۲۔ معدنیات اور جوہرات سے بنی ہر ایسی چیز زیور ہے جس سے عورت زینت حاصل کرے۔
- ۳۔ سونے، چاندی اور جوہرات سے بنی ہر ایسی چیز زیور ہے جس سے زینت حاصل کی جائے۔
- ۴۔ جس چیز کے ذریعے انسان اپنے آپ کو سنوارے اور خوبصورتی حاصل کرے زیور ہے۔

مقالہ نگار کے نزدیک زیور کا اصطلاحی معنی و مفہوم:

مجھ ناچیز کے خیال میں عصر حاضر کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے زیور کی اصطلاحی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کی جائے تو زیادہ مناسب ہے۔ ہر ایسی چیز جس کو استعمال یا اختیار کرنے سے انسان دوسروں کی نگاہ میں خوبصورت دکھائی دے زیور ہے۔ عام ازیں کہ وہ لباس ہو یا معدنیات اور ہیرے جوہرات سے بنی کوئی چیز ہو یا کوئی انسان زیور علم سے آراستہ و پیراستہ ہو یا اخلاق حسنہ اور حسن عمل کو زیب تن کیے ہوئے ہو، سب زیور ہے۔ کیونکہ جس طرح سونے و چاندی اور دیگر دھاتوں اور ہیرے، جوہرات سے بنی چیزیں زیب تن کرنے سے انسان دوسروں کی نگاہ میں خوبصورت ہو جاتا ہے تو اسی طرح زیور علم اور اچھے اخلاق و اعمال سے بھی انسان دوسروں کی نگاہ میں خوبصورت ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے بوقت نماز صاف ستھرے لباس پہننے کو زینت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿تَخَذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾<sup>(۱)</sup>

”تم ہر نماز کے وقت اپنا لباس زینت پہن لیا کرو۔“

اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے نماز کے لباس پہن لینے کو زینت قرار دیا ہے تاکہ انسان اللہ کی بارگاہ میں خوبصورت دکھائی دے اور ہر وہ چیز جو انسان کو خوبصورت بنا دے زیور ہے اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے قارون کے مال و اسباب کو زینت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ﴾ (۱)

”پھر وہ اپنی قوم کے سامنے (پوری) زینت و آرائش کے ساتھ نکلا۔“

یہ آیت مبارکہ بھی اس بات کی مؤید ہے کہ ہر ایسی چیز جس سے انسان دوسروں کی نگاہ میں خوبصورت دکھائی دے زیور ہے۔ اسی طرح لغت عرب میں تلوار کے لیے "حلیۃ المسیف" (۲) کا لفظ بولا جاتا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ہر ایسی چیز جس سے کوئی چیز یا انسان خوبصورتی حاصل کرے زیور ہے۔ علامہ آلوسی نے سورۃ فاطر کی آیت نمبر ۲۱ ﴿وَتَسْتَخْرِجُونَ حَلِيَّةً تَلْبَسُونَهَا﴾ (۳) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا اس آیت مبارکہ میں "حلیۃ تلبسونہا" سے مراد عمدہ اخلاق و آداب اور اچھے احوال ہیں جن کو انسان بطور زینت اختیار کرتا ہے۔

علامہ آلوسی کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

"وتستخرجون حلیۃ تلبسونها: وهي الأخلاق الفاضلة والآداب الجميلة والأحوال

المستحسنة التي تكسب صاحبها زينة" (۴)

”وَتَسْتَخْرِجُونَ حَلِيَّةً تَلْبَسُونَهَا“ سے مراد ایسے عمدہ اخلاق، خوبصورت آداب اور اچھے احوال ہیں جن کو بطور زینت اختیار کیا جاتا ہے۔“

ایسے ہی حاشیہ الشہاب میں علامہ خفاجی نے لفظ "المدثر" کی تفسیر بیان کرتے کہا کہ ایسا اعلیٰ و عمدہ لباس جو کبھی کبھار پہنا جائے پہننے والے کے لیے زیور اور زینت کا باعث بنتا ہے۔

علامہ خفاجی کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

"المدثر بالنبوة إِمَّا أَنْ يَرَادَ الْمُتَحَلِّي بِهَا وَالْمُتَزِينِ كَمَا إِنَّ اللباس الذي فوق الشعار يكون

حلیۃ لصاحبه وزینة" (۵)

"المدثر بالنبوة" سے مراد ایسی چیز ہے جس کو انسان بطور زیور اور بطور زینت پہنتا ہے جیسا کہ معمول سے زیادہ مہنگا لباس پہننے والے کے لیے لباس زیور اور زینت کا باعث ہوتا ہے۔"

(۱) سورۃ القصص: ۷۹

(۲) لسان العرب: ۱۴: ۱۹۶

(۳) سورۃ فاطر: ۱۲

(۴) آلوسی، روح المعانی، ۱۱: ۷۹: ۳

(۵) الخفاجی، احمد بن محمد بن عمر، شہاب الدین، (س-ن)، عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی علی تفسیر البیضاوی، بیروت، دار صادر / ۸: ۲۶۹

الغرض مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ زیور کا اطلاق ہر ایسی چیز پر کیا جائے گا جو انسان کو دوسروں کی نگاہ میں خوبصورت بنا دے۔

لفظ زیور کے شرعی اطلاقات:

سطور بالا میں زیور کے لغوی و اصطلاحی اطلاقات بیان کرنے کے بعد اب زیور کے شرعی اطلاقات بیان کیے جائیں گے کیونکہ اسلام نے زیورات کے استعمال کو عام اور آزاد نہیں چھوڑا کہ مرد و عورت جیسا اور جس چیز کا چاہیں زیور پہن لیں بلکہ زیور کے استعمال کے لیے مرد و عورت کے لیے الگ، الگ قوانین اور حدود قیود بیان کی گئی ہیں لہذا اسلام میں مرد و عورت کے لیے زیور کا اطلاق صرف اس چیز پر کیا جائے گا جو چیز مرد و عورت کے لیے زیور بننے کی صلاحیت رکھتی ہو اور جو چیز اسلام میں مرد و عورت کے لیے زیور بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی اس پر زیور کا اطلاق نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ﴾ (۱)

”اور رسول جو تمہیں عطا کریں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں اسے چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو۔“

مرد کے لیے زیور کا شرعی اطلاق:

شرعیات اسلامیہ میں مرد کے لیے بطور زیور صرف انگوٹھی پہننا جائز ہے اس کے علاوہ مرد کے لیے کسی بھی دھات کا اور کسی بھی قسم کا زیور پہننا جائز نہیں ہے یعنی مرد کے لیے صرف انگوٹھی پر زیور کا اطلاق کیا جائے گا اس کے علاوہ زیورات مثلاً "گلے کا لاکٹ، کنکن، کڑا، چھلا، گانی، پازیب، گھنگرو، ٹاپس، بریلٹ، ہار وغیرہ میں سے کوئی بھی چیز مرد کے لیے زیور نہیں کہلائے گی کیونکہ شارع علیہ السلام مرد کو بطور زیور انگوٹھی کے علاوہ کسی بھی قسم کا زیور پہننے کی اجازت نہیں دی اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ جیسے اسلام میں شراب پر مشروب کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اسلام میں شراب ایک نجس اور غلیظ شئی ہے اور سود کے مال پر مال کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا ایسے ہی مسلمان مرد کے لیے انگوٹھی کے علاوہ کسی بھی قسم کے زیور پر زیور کا اطلاق نہیں کیا جائے گا اور جو مسلمان مرد انگوٹھی کے علاوہ کسی قسم کا زیور پہننے کا تو یہ نہیں کہا جائے گا اس نے زیور پہن رکھا ہے بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اس نے اپنے جسم پر ایک ناجائز و حرام شئی پہن رکھی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

”عن عبد الله ﷺ أن رسول الله ﷺ اتخذ خاتما من ذهب وجعل فضه مما يلي كفه فاتخذہ

الناس فرمی بہ واتخذ خاتما من ورق أو فضة“ (۱)

”حضرت نافع، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اور اس کا نگینہ اپنی ہتھیلی کی طرف رکھا پس لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں تو آپ ﷺ نے اسے چھینک دیا اور آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔“

دوسری حدیث میں ہے:

”عن ابن عمر رضی اللہ عنہما أن رسول الله ﷺ اتخذ خاتما من ذهب أو فضة وجعل فصه مما يلي باطن كفه ونقش فيه محمد رسول الله فاتخذ الناس مثله فلما راهم قد اتخذوها رمى به وقال لا ألبسه أبدا ثم اتخذ خاتما من فضة فاتخذ الناس خواتيم الفضة قال بن عمر فلبس الخاتم بعد النبي ﷺ أبو بكر ثم عمر ثم عثمان حتى وقع من عثمان في بئر أريس“ (۲)

”حضرت نافع، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سونے یا چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس کا نگینہ اپنی ہتھیلی کی طرف رکھا اور اس میں محمد رسول اللہ نقش کروایا پس لوگوں نے بھی اس جیسی انگوٹھیاں بنوالیں پس جب آپ ﷺ نے لوگوں کو دیکھا تو آپ ﷺ نے اس کو چھینک دیا اور فرمایا میں اس کو کبھی نہیں پہنوں گا پھر آپ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تو لوگوں نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنوالیں ابن عمر کہتے ہیں کہ اس انگوٹھی کو نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پہنا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے پہنا پھر حضرت عثمان نے اسے پہنا حتی کہ وہ حضرت عثمان سے بڑا ریس میں گر گئی۔“

ایک حدیث کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

”عن أنس بن مالك قال كتب النبي ﷺ كتابا أو أراد أن يكتب فقبل له إنهم لا يقرؤون كتابا إلا محتوما فاتخذ خاتما من فضة نقشه محمد رسول الله كأنه أنظر إلى بياضه في يده فقلت لقتادة من قال نقشه محمد رسول الله“ (۳)

”حضرت انس بن مالک سے روایت ہے جب رسول اللہ ﷺ نے اہل روم کی طرف خط لکھنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے کہا کہ وہ لوگ مہر والے خط کے سوا کسی دوسرے خط کو نہیں پڑھتے تو نبی کریم ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی

(۱) بخاری، ۱، الصحیح، ۵/۲۲۰۲، رقم: ۵۵۲۷

(۲) صحیح بخاری، ۵/۲۲۰۲، رقم: ۵۸۶۶

(۳) بخاری، ۱، الصحیح، حدیث: ۵۸۷۵

گویا کہ آج بھی میں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں اس انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا ہوں جس میں "مَحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ" نقش تھا۔

اسی طرح ایک حدیث کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

”عن عبد الله رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ اتخذ خاتما من ذهب وجعل فصه مما يلي كفه فاتخذة الناس فرمی به واتخذ خاتما من ورق أو فضة“ (۱)

”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اور اس کا نگینہ اپنی ہتھیلی کی جانب رکھتے تھے پھر لوگوں نے بھی انگوٹھیاں بنوالیں تو آپ ﷺ نے اسے پھینک دیا اور چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔“

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے مردوں کو سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔ حدیث کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

”عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ أنه نهي عن خاتم الذهب“ (۲)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔“

مندرجہ ذیل حدیث بھی اسی بات کی وضاحت کر رہی ہے۔

”عن عبد الله بن مسلم عن بن بريدة عن أبيه قال جاء رجل إلى النبي ﷺ وعليه خاتم من حديد فقال مالي أرى عليك حلية أهل النار ثم جاءه وعليه خاتم من صفر فقال مالي أجد منك ريح الأصنام ثم أتاه وعليه خاتم من ذهب فقال ارم عنك حلية أهل الجنة قال من أي شيء أتخذة قال من ورق ولا تنمه مثقالا“ (۳)

”ابن بريدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے حاضر ہوا، تو آپ ﷺ نے فرمایا، کیا بات ہے، کہ میں تم پر جہنمیوں کا زیور دیکھتا ہوں، پھر دوبارہ پیتل کی انگوٹھی پہنے حاضر خدمت ہوا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے کہ میں تجھ سے بتوں کی بو محسوس کر رہا ہوں، پھر تیسری دفعہ سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے حاضر خدمت ہوا، تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا کہ کیا بات

(۱) بخاری، ۱، الصحیح، ۲۲۰۲/۵، رقم: ۵۵۲۷

(۲) بخاری، ۱، الصحیح، ۲۲۰۲/۵، رقم: ۵۵۲۶

(۳) ترمذی، السنن، ۴، ۲۳۸/۴، رقم: ۱۷۸۵

ہے، کہ میں تجھ پر جہنمیوں کا لباس دیکھتا ہوں، تو اس آدمی نے عرض کیا کہ میں کس چیز کی انگوٹھی پہنوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا، چاندی کی انگوٹھی پہنو جو ایک مشقال سے کم ہو۔“

اسی طرح مندرجہ ذیل حدیث بھی مرد کے لیے زیور کے اطلاق کی وضاحت کر رہی ہے۔

”عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قدمت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حلیة من عند النجاشی أهداها له فیہا

خاتم من ذهب فیہ فص حبشی قالت فأخذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعود معرضا عنہ أو ببعض

أصابعہ ثم دعی أمامة ابنة أبي العاص ابنة ابنتہ زینب فقال تحلی بهذا یا بنیة“ (۱)

”ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نجاشی کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں زیور

بطور ہدیہ پیش کیا گیا اس میں سونے کی انگوٹھی تھی جس میں حبشی نگ لگا ہوا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے

اعراض کرتے ہوئے ایک لکڑی یا اپنی بعض انگلیوں سے چھوا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا اور اسے منع فرمایا۔

ابو العاص کو بلایا جو حضور کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھیں اور فرمایا کہ اے میری بیٹی اس سے

زینت اختیار کر۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”نہی عن خاتم الذهب“ (۲)

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے۔“

حضرت ابو ذباب اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں:

”کان خاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حديد ملوي عليه فضة“ (۳)

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوہے کی ایک انگوٹھی پہنتے تھے جس پر چاندی کا پانی چڑھا ہوا تھا۔“

مذکورہ بالا احادیث اس پر شاہد ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف انگوٹھی کو بطور زیور پہنا ہے اور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین نے بھی صرف انگوٹھی کو ہی بطور زیور پہنا ہے۔ انگوٹھی کے علاوہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے کسی بھی قسم کے زیور کو بطور زیور نہیں پہنا لہذا مرد کے لیے صرف انگوٹھی پر زیور

(۱) ابوداؤد، السنن، ۳/۹۲، رقم: ۳۳۳۵

(۲) بخاری، ۱، الصحیح، ۵/۲۲۰۲، رقم: ۵۵۲۶

(۳) ابوداؤد، السنن، ۳/۹۰، رقم: ۳۲۲۴

کا اطلاق کیا جائے گا انگوٹھی کے علاوہ کسی بھی قسم کے زیور پر مرد کے کے لیے زیور کا اطلاق نہیں کیا جائے گا۔

### عورت کے لیے زیور کا اطلاق:

شرعیات اسلامیہ میں عورت کے لیے زیورات کے استعمال پر کسی قسم کی کوئی قید اور پابندی نہیں لگائی گئی بلکہ عورت کو ہر قسم کا زیور پہننے کی اجازت دی گئی ہے چاہے وہ زیور کسی بھی دھات ہو اور کسی بھی قسم کا ہو یعنی اسلام میں عورت کے لیے ہر قسم اور ہر طرح کے زیور پر زیور کا اطلاق کیا جائے گا چنانچہ عورت کے لیے سونے، چاندی، لوہا، تانبا، پیتل وائٹ گولڈ وغیرہ کا ہر قسم کا زیور مثلاً انگوٹھی، گلے کا لاکٹ، کنگن، کڑا، چھلا، گانی، پازیب، گھنگرو، بالی، بریسٹل وغیرہ پر زیور کا اطلاق کیا جائے گا یعنی عورت کے لیے ہر وہ چیز زیور ہے جسے وہ بطور زیور پہنے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ (۱)

”وہ ذات جس نے تمہارے لیے وہ سب پیدا فرمایا جو کچھ زمین میں ہے۔“

دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَوْ مَنْ يُنشَأُ فِي الْحُلِيِّةِ﴾ (۲)

”یا وہ جو زیور میں پرورش پائے۔“

مذکورہ بالا آیات عورت کے لیے ہر قسم اور ہر چیز کا زیور پہننے کے جواز پر ظاہر و عام ہیں اور ان آیات کے عموم کو خبر واحد کے ذریعہ مقید نہیں کیا جاسکتا اور ان آیات کے عموم کا تقاضا یہی ہے کہ عورت کے لیے زیور ہر قسم پر زیور کا اطلاق کیا جائے گا۔ یہی بات امام ابو بکر جصاص کی عبارت سے ظاہر ہوتی ہے۔ (۳)

اسی طرح متعدد احادیث مبارکہ سے اس بات کی تائید ہوتی ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

”أحل الذهب والحلیر للإناث من أمتی وحرم علی ذکورھا“ (۴)

(۱) سورۃ البقرۃ: ۲۹

(۲) سورۃ الزخرف: ۱۸

(۳) جصاص، احکام القرآن، ۵: ۲۶۴

(۴) احمد بن حنبل، المسند، ۴/ ۳۹۲، رقم: ۱۹۵۲۱، بغوی، المحبین بن مسعود بن محمد بن الفراء، شرح السنۃ، المکتب الاسلامی، بیروت۔ حدیث: ۸۰۱۳



”میری امت کی عورتوں کے لیے سونا اور ریشم حلال کیا گیا ہے اور میری امت کے مردوں پر سونا اور ریشم حرام کر دیا گیا ہے۔“

اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہا کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں نجاشی کی طرف سے سونے کی انگوٹھی ہدیہ کی گئی جس میں حبشی نگینہ لگا ہوا تھا نبی کریم ﷺ نے اسے کسی لکڑی یا انگلی کے بعض حصہ سے پکڑا اور امامہ بنت ابی العاص کو بلوا کر فرمایا۔

”تحلی بهذا یا بنیة“ (۱)

”اے بیٹی اس سے زینت اختیار کر۔“

حضرت زینب بنت نبیط بن جابر سے روایت ہے:

”أوصی أبو أمامة أسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بأمی وخالتی فأتاه حللی فیہ ذهب ولؤلؤ یقال له الرعات فحلاهن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تلك الرعات فأدرکت ذلك الحللی عند أهلی“ (۲)

”حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے میری ماں اور میری خالہ کو سونے اور موتیوں سے بنا ایسا زیور دے کر رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں بھیجا جسے ”الرعات“ (یعنی بالیاں) کہا جاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ان بالیوں کا پہننا ان کے لیے حلال قرار دیا تو میں نے اس زیور کو اپنے گھر والوں سے لے لیا۔“

الموسوعة الفقهية الكويتية میں ہے:

”أجمع الفقهاء علی جواز اتخاذ المرأة أنواع حللی الذهب والفضة جميعا“ (۳)

عورت کے ہر قسم کا سونے و چاندی کا زیور پہننے کے جواز پر فقہاء کا اجماع ہے۔

علامہ محمد بن ابراہیم بن عبد اللہ التویجری لکھتے ہیں:

”فیباح للمرأة أن تلبس من الحللی ما شاءت بلا إسراف ولا مباحة سواء كان من الذهب

أو الفضة أو اللؤلؤ أو الألماس ونحو ذلك“ (۴)

(۱) ابوداؤد، السنن، ۴/۹۲، رقم: ۴۳۳۵

(۲) ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی بن محمد، المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانيہ۔ حدیث: ۲۵۵۴

(۳) الموسوعة الفقهية الكويتية، ۱۸: ۱۱۱

(۴) موسوعة الفقه الاسلامی۔ ۸۹: ۴

”عورت کے لیے اسراف و مباحات کے بغیر ہر قسم کا زیور پہننا جائز ہے عام ازیں کہ وہ سونے کا ہو یا چاندی کا یا موتیوں یا الماس کا ہو۔“

مذکورہ بالا آیات و احادیث اس بات پر شاہد ہیں کہ قرآن و احادیث میں عورت کے لیے بالعموم ہر قسم اور ہر دھات کا زیور پہننا جائز قرار دیا گیا ہے اور عورت کے لیے زیورات کے استعمال پر کسی قسم کی کوئی پابندی اور قید نہیں لگائی گئی ہے جس کا معنی یہ ہے کہ عورت کے لیے ہر قسم اور ہر دھات کے بنے ہوئے زیورات پر زیور کا اطلاق کیا جائے گا۔

زیور پہنے بغیر عورت کی نماز میں کراہت کی روایت:

عورت کے لیے ہر چیز اور ہر دھات کے بنے زیورات پر زیور کا اطلاق کیے جانے کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ استطاعت کے باوجود زیور پہنے بغیر عورت کا نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ زیور پہننے کی استطاعت کے باوجود زیور نہ پہننے والی عورت کو ناپسند کرتے تھے کیونکہ اس میں مردوں سے مشابہت ہے اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے اور استطاعت کے باوجود زیور نہ پہننے والی عورت کی نماز کو بھی آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

”عن بن عمر أنه كان يقول من السنة تدلك المرأة من بشيء من حناء عشية الإحرام

وتغلف رأسها بغسله ليس فيها طيب ولا تحرم عطلا“ (۱)

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ یہ بات سنت سے ہے کہ عورت احرام باندھتے وقت اپنے سر سے مہندی اتار دے اور ایسے موٹے کپڑے سے سر کو چھپائے جس میں خوشبو نہ ہو اور عورت پر حالت احرام میں زیور پہننا حرام نہیں ہے۔“

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

”أما كرهت أن تصلي المرأة عطلا ولو أن تعلق في عنقها حيطا. قال أبو عبيد قوله: عطلا

يعني التي لا حلي عليها“ (۲)

”ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ زیور پہنے بغیر عورت کا نماز پڑھنا مکروہ ہے اگر (زیور نہ پائے تو) اپنی گردن میں دھاگہ ہی لٹکالے۔“

(۱) الدار قطنی، علی بن عمر بن احمد، (۱۹۶۶ء)، السنن، مؤسسة الرسالہ، بیروت، لبنان، ۲/۲۷۲، رقم: ۱۶۸

(۲) بیہقی، السنن الکبری، ۲/۲۳۵، رقم: ۳۰۸۳

اسی طرح مشہور اور اجمل تابعی حضرت امام ابن سیرین کا نقطہ نظر بھی یہی تھا کہ زیور پہنے بغیر عورت کی نماز مکروہ ہے چنانچہ مصنف عبد الرزاق میں ہے۔

”عن أيوب عن ابن سيرين، كَانَ يَكْرَهُ أَنْ تُصَلِّيَ الْمَرْأَةُ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهَا قِلَادَةٌ، قُلْتُ: لِمَ؟ قَالَ: لِأَنَّ لَا تَشْبَهُهُ بِالرِّجَالِ“ (۱)

”ایوب حضرت ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ وہ گلے میں ہار پہنے بغیر عورت کے نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیتے تھے راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا کیوں تو فرمایا زیور پہننے سے مردوں سے مشابہت نہیں ہوتی۔“

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بھی موقف یہی ہے کہ عورت کا زیور پہنے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ہے چنانچہ مصنف عبد الرزاق میں ہے۔

”كُتِبَتْ أُمُّ الْفَضْلِ ابْنَةُ غِيلَانَ وَهِيَ ابْنَةُ يَزِيدَ بْنِ الْمُهَلَّبِ إِلَى أَنْسِ بْنِ مَالِكٍ: هَلْ تَصَلِّي الْمَرْأَةُ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهَا قِلَادَةٌ؟ قَالَ: فَكُتِبَ إِلَيْهَا: لَا تَصَلِّي الْمَرْأَةُ إِلَّا وَفِي عُنُقِهَا قِلَادَةٌ. قَالَ: وَإِنْ لَمْ تَجِدْ إِلَّا سِيرًا“ (۲)

”ام الفضل بنت غیلان نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا کہ کیا؟ عورت کا اس حالت میں نماز پڑھنا جائز ہے جب اس کے گلے میں ہار نہ ہو تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے (جو اباً) ان کی طرف لکھا کہ عورت کا گلے کا ہار پہنے بغیر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر وہ ہار نہ پائے تو دھاری دار کپڑا پہن لے۔“

اسی طرح امام الطبرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے مندرجہ ذیل حدیث روایت کی ہے جس میں زیور پہنے بغیر عورت کی نماز کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

”عن علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: يا علي، مر نساءك لا يصلبن عطلاً، ولو أن يتقلدن سيرا“ (۳)

”حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علی اپنے (گھر) کی عورتوں کو حکم دو کہ وہ زیور پہنے بغیر نماز نہ پڑھیں اور اگر وہ زیور نہ پائیں تو دھاری دار کپڑا پہن لیں۔“

امام احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں۔

(۱) الصنعانی، عبد الرزاق بن ہمام بن نافع، المصنف، الھند، المجلس العلمی۔ حدیث: ۵۰۴۳

(۲) عبد الرزاق، المصنف، حدیث: ۵۰۴۵

(۳) طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر، المعجم الاوسط، القاہرہ، دار الحرمین۔ حدیث: ۵۹۲۹

”بلکہ عورت کا باوصف قدرت بالکل بے زیور رہنا مکروہ ہے کہ مردوں سے مشابہت ہے۔“ (۱)

مجھ ناچیز کے خیال میں عصر حاضر کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے زیور کی اصطلاحی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کی جائے تو زیادہ مناسب ہے۔ ہر ایسی چیز جس کو استعمال یا اختیار کرنے سے انسان دوسروں کی نگاہ میں خوبصورت دکھائی دے زیور ہے۔ عام ازیں کہ وہ لباس ہو یا معدنیات اور ہیرے جو اہرات سے بنی کوئی چیز ہو یا کوئی انسان زیور علم سے آراستہ و پیراستہ ہو یا اخلاق حسنہ اور حسن عمل کو زیب تن کیے ہوئے ہو، سب زیور ہے۔ کیونکہ جس طرح سونے و چاندی اور دیگر دھاتوں اور ہیرے، جو اہرات سے بنی چیزیں زیب تن کرنے سے انسان دوسروں کی نگاہ میں خوبصورت ہو جاتا ہے تو اسی طرح زیور علم اور اچھے اخلاق و اعمال سے بھی انسان دوسروں کی نگاہ میں خوبصورت ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے بوقت نماز صاف ستھرے لباس پہننے کو زینت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (۲)

”تم ہر نماز کے وقت اپنا لباس زینت پہن لیا کرو۔“

اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے نماز کے لباس پہن لینے کو زینت قرار دیا ہے تاکہ انسان اللہ کی بارگاہ میں خوبصورت دکھائی دے اور ہر وہ چیز جو انسان کو خوبصورت بنا دے زیور ہے اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے قارون کے مال و اسباب کو زینت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

"فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ" (۳)

”پھر وہ اپنی قوم کے سامنے (پوری) زینت و آرائش کے ساتھ نکلا۔“

یہ آیت مبارکہ بھی اس بات کی مؤید ہے کہ ہر ایسی چیز جس سے انسان دوسروں کی نگاہ میں خوبصورت دکھائی دے زیور ہے۔ اسی طرح لغت عرب میں تلوار کے لیے "حلیۃ السیف" (۴) کا لفظ بولا جانا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ہر ایسی چیز جس سے کوئی چیز یا انسان خوبصورتی حاصل کرے زیور ہے۔ علامہ آلوسی نے سورۃ فاطر کی آیت نمبر ۲۱

(۱) احمد رضا بریلوی، فتاویٰ رضویہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، پاکستان۔ ۱۲:۲۲

(۲) سورۃ الاعراف: ۳۱

(۳) سورۃ القصص: ۷۹

(۴) ابن منظور، لسان العرب، ۱۳/۱۹۶

"وَتَسْتَخْرِجُونَ حَلِيَّةً تَلْبَسُونَهَا"<sup>(۱)</sup> کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا اس آیت مبارکہ میں "حلیۃ تلبسونہا" سے مراد عمدہ اخلاق و آداب اور اچھے احوال ہیں جن کو انسان بطور زینت اختیار کرتا ہے۔

علامہ آلوسی کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

"وَتَسْتَخْرِجُونَ حَلِيَّةً تَلْبَسُونَهَا وَهِيَ الْأَخْلَاقُ الْفَاضِلَةُ وَالْأَدَابُ الْجَمِيلَةُ وَالْأَحْوَالُ الْمُسْتَحْسَنَةُ الَّتِي تَكْسِبُ صَاحِبَهَا زِينَةً"<sup>(۲)</sup>

"وَتَسْتَخْرِجُونَ حَلِيَّةً تَلْبَسُونَهَا" سے مراد ایسے عمدہ اخلاق، خوبصورت آداب اور اچھے احوال ہیں جن کو بطور زینت اختیار کیا جاتا ہے۔"

ایسے ہی حاشیہ الشہاب میں علامہ خفاجی نے لفظ "المدثر" کی تفسیر بیان کرتے کہا کہ ایسا اعلیٰ و عمدہ لباس جو کبھی کبھار پہنا جائے پہننے والے کے لیے زیور اور زینت کا باعث بنتا ہے۔ علامہ خفاجی کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

"المدثر بالنبوة إِمَّا أَنْ يَرَادَ الْمُتَحَلِّيُّ بِهَا وَالْمُتَزِينُ كَمَا إِنَّ اللِّبَاسَ الَّذِي فَوْقَ الشُّعَارِ يَكُونُ حَلِيَّةً لِّصَاحِبِهِ وَزِينَةً"<sup>(۳)</sup>

"المدثر بالنبوة" سے مراد ایسی چیز ہے جس کو انسان بطور زیور اور بطور زینت پہنتا ہے جیسا کہ معمول سے زیادہ مہنگا لباس پہننے والے کے لیے لباس زیور اور زینت کا باعث ہوتا ہے۔"

الغرض مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ زیور کا اطلاق ہر ایسی چیز پر کیا جائے گا جو انسان کو دوسروں کی نگاہ میں خوبصورت بنا دے۔ مزید یہ کہ زیور پہننے سے زینت حاصل ہوتی ہے گویا کہ زیور اور زینت ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں کیونکہ زیور پہننے کا مقصد زینت اختیار کرنا ہے لہذا جہاں زیور ہو گا وہاں زینت ہوگی اور جہاں زینت ہوگی وہاں لازمی طور پر زیور بھی موجود ہوگا۔

☆☆☆☆☆

(۱) سورۃ فاطر: ۱۲

(۲) روح المعانی، ۱۱/۲۷۹

(۳) الخفاجی، احمد بن محمد بن عمر، شہاب الدین، (س-ن)، عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی علی تفسیر البیضاوی، دارصادر، بیروت۔ ۲۶۹/۸

## مصادر و مراجع

۱. القرآن الکریم
۲. آلوسی، ابو الفضل شهاب الدین السید، (دون السنه)، روح المعانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت
۳. احمد رضا، (مولانا)، (س-ن)، فتاوی رضویہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، پاکستان
۴. الارمی، محمد الامین بن عبداللہ، (س-ن)، تفسیر حدائق الروح والریحان فی علوم القرآن، دار طرق النجاة، بیروت، لبنان
۵. اسماعیل حتی، (س-ن)، روح البیان، دار الفکر، بیروت، لبنان
۶. ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، (دون السنه)، السنن، دار احیاء التراث العربی، بیروت
۷. ابن الاثیر، مجد الدین بن محمد، الشیبانی، (۱۹۷۹ء)، التہامیہ فی غریب الحدیث والاثار، المکتبۃ العلمیہ، بیروت
۸. ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، (س-ن)، السنن، دار الفکر، بیروت، لبنان
۹. باری، محمد بن محمد بن محمود، العنایۃ شرح ہدایۃ، دار الفکر، بیروت، لبنان
۱۰. بدر الدین عینی، محمود بن احمد بن موسیٰ، (س-ن)، البنایۃ شرح الہدایۃ، دار الکتب العلمیہ، لبنان، بیروت
۱۱. بغوی، الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء، شرح السنۃ، المکتبۃ الاسلامی، بیروت
۱۲. بیہقی، احمد بن حسین، (۱۹۹۳ء)، السنن الکبریٰ، مکتبہ دار البار، مکتۃ المکرّمہ
۱۳. ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی بن محمد، المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ
۱۴. خفاجی، احمد بن محمد بن عمر، شہاب الدین، (س-ن)، عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی علی تفسیر البیضاوی، دار صادر، بیروت
۱۵. الدار قطنی، علی بن عمر بن احمد، (۱۹۶۶ء)، السنن، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان
۱۶. رازی، محمد بن عمر الحسن بن الحسین، (س-ن)، مفاتیح الغیب، دار الفکر، بیروت
۱۷. زبیدی، محمد بن محمد بن عبدالرزاق، (س-ن)، تاج العروس من جواهر القاموس، دار الہدایۃ
۱۸. الصنعانی، عبدالرزاق بن ہمام بن نافع، المصنف، الہند، المجلس العلمی
۱۹. طبرانی، سلیمان بن احمد بن یوب بن مطیر، المعجم الاوسط، القاہرۃ، دار الحرمین
۲۰. ابن عادل، ابو حفص عمر بن علی بن عادل، (س-ن)، اللباب فی علوم الکتاب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان
۲۱. فیروز الدین، مولوی، (س-ن)، فیروز اللغات، اردو، فیروز سنز، لاہور
۲۲. قلیچی، محمد رواس، قنہجی، حامد صادق، (س-ن)، معجم لغتہ الفقہاء، دار النفاکس
۲۳. ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید، (س-ن)، السنن، دار الفکر، بیروت، لبنان

۲۴. مسلم، مسلم بن الحجاج، (س-ن)، الصحیح، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان
۲۵. محمود، عبد الرحمن، (س-ن)، معجم المصطلحات والالفاظ الفقہیہ، دار الفضیلۃ
۲۶. ملا علی بن سلطان محمد، (س-ن)، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، دار الفکر، لبنان، بیروت
۲۷. الموسوعۃ الفقہیہ الكويتیہ، الکویت، وزارة الأوقاف والشئون الإسلامیة
۲۸. نسفی، عبد اللہ بن احمد بن محمود، (س-ن)، مدارک التنزیل وحقائق التأویل، دار النفاہس، بیروت، لبنان
۲۹. ابن نجیم، سراج الدین عمر بن ابراہیم، (س-ن)، النہر الفائق شرح کنز الدقائق، دار الکتب العلمیہ، بیروت

## ”الشمامة العنبرية من مولد خير البرية“ میں بیانِ معجزات

(ایک تحقیقی و تنقیدی مطالعہ)

The miracles mentioned in al-Shamāma al-‘Anbariyya min  
Mawlid Khayr al-Bariyya

☆ ڈاکٹر احمد سعید راشد

☆☆ سید محمد ریحان الحسن گیلانی

### ABSTRACT

The description of the Miracles of The Holy Prophet ﷺ has always been a basic part of Seerah Writing. Nawab siddiq Hassan Khan (1832-1890), a well-known Islamic scholar of the Sub continent also described Miracles in his Urdu book of Seerah named "Al Shamama tul Anbariyya" which is a significant contribution in Seerah writing of this area. He wrote the said book in classical Urdu script of his time. In this article a research study is done to explore his sources while writing about the Miracles of The Holy Prophet ﷺ.

**Keywords:** Miracle, Holy Prophet, Islam, Seerah

سیرت النبی ﷺ کی تالیفات میں بیانِ معجزات کو شروع سے ہی خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ سیرت نگاروں نے دلائلِ النبوة کے عنوان سے تالیفات مرتب فرمائیں جن میں معجزات کو بطورِ خاص بیان فرمایا۔ اس ضمن میں جو اسالیب اپنائے گئے ان میں مختلف مصادرِ احادیث و سیرت سے رجوع کیا گیا۔ برصغیر کے علماء نے اس خطے کے لوگوں کا آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ سے قلبی تعلق پیدا کرنے کے لیے اردو زبان میں متعدد تالیفات سیرت مرتب فرمائیں جن میں سے اکثر میں معجزات کا بیان موجود ہے۔ نواب صدیق حسن خان (م: ۱۸۹۰ء) برصغیر کی ایک ہمہ جہت علمی شخصیت تھے جنہوں نے بیک وقت قرآن حکیم، حدیث مبارکہ، سیرتِ نبوی ﷺ، فقہ اسلامی اور تاریخ اسلام کے اہم

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ میونسپل ڈگری کالج، فیصل آباد

☆☆ پی ایچ ڈی اسکالر، لاہور یونیورسٹی، لاہور



موضوعات پر تالیفات تحریر کیں۔ موصوفؒ کی سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر ایک اہم اردو تالیف "الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ" ہے جسے اپنے اسلوب بیان اور مضامین کی وجہ سے مختلف کتاب فکر کے ہاں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ نواب صاحب نے اپنے پیش رو مصری عالم دین علامہ مومن بن حسن شبلنجیؒ (پ۔ ۱۲۵۰ء) کی عربی تالیف "نور الابصار فی مناقب آل النبی المختار ﷺ" کی نہ صرف اردو زبان میں تلخیص کی بلکہ اضافی مباحث سیرت بیان فرما کر اردو زبان میں ایک انتہائی وقیع تالیف سیرت کا اضافہ فرما دیا ہے۔ اس تالیف کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ انیسویں صدی عیسوی کی قدیم اردو زبان میں لکھی گئی جس میں مشکل الفاظ بکثرت موجود ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے مختلف مقامات پر عربی، فارسی اور اردو اشعار کا ذکر فرما کر اس تالیف کے انداز بیان کو انتہائی موثر بنا دیا ہے۔

نواب صاحب نے مذکورہ تالیف میں رسول اللہ ﷺ کے بہت سے معجزات بیان فرمائے ہیں۔ زیر نظر مقالہ میں نہایت اختصار کے ساتھ نواب صاحب کی مذکورہ اردو تالیف سیرت میں معجزات نبوی ﷺ کے بیان کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے گا اور نواب صاحب کے اسلوب بیان اور مصادر کو جاننے کی کوشش کی جائے گی۔

**معجزہ قرآن حکیم:**

بیان معجزات میں نواب صاحب نے سب سے پہلے قرآن حکیم کا ذکر فرمایا ہے:

”قرآن کریم اعظم المعجزات ہے اور تاقیامت دائم و باقی رہے گا۔ بغرض عمل و استعمال تلاوت و درس و عرض مجتہدات و فروع وغیرہ کے۔ عجائب قرآن لامتناہی ہیں اور نکات اس کے دلنشین ثقلین میں کوئی شخص ایک سورت اقصیٰ مثل اس کے نہیں لاسکتا“<sup>(۱)</sup>

امام ترمذی (م۔ ۲۷۹ھ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ عنقریب کوئی فتنہ برپا ہوگا۔ راوی نے عرض کیا کہ اس فتنہ سے بچنے کی صورت کیا ہوگی اے اللہ کے رسول ﷺ؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کتاب اللہ، اس میں تم سے پہلے کے لوگوں اور قوموں کی خبریں ہیں اور بعد کے لوگوں کی بھی خبریں ہیں اور تمہارے درمیان کے امور و معاملات کا حکم اور فیصلہ بھی اس میں موجود ہے، اور وہ دو ٹوک فیصلہ کرنے والا ہے، ہنسی مذاق کی چیز نہیں ہے۔ جس نے اسے سرکشی سے چھوڑ دیا اللہ اسے توڑ دے گا اور جو اسے چھوڑ کر کہیں اور ہدایت تلاش کرے گا اللہ اسے گمراہ کر دے گا۔ وہ (قرآن) اللہ کی مضبوط رسی ہے یہ وہ حکمت بھرا ذکر اور وہ سیدھا راستہ ہے جس کی وجہ سے خواہشیں ادھر ادھر نہیں بھٹک پاتیں۔ جو اس کے مطابق بولے گا اس کے مطابق عمل کرے گا اسے اجر و ثواب دیا جائے گا۔ اور جس نے اس کے مطابق فیصلہ کیا اس نے انصاف کیا اور جس نے اس کی طرف بلا یا اس نے سیدھے راستے کی ہدایت دی

(۱) نواب، صدیق حسن، (۲۰۱۲ء)، الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ، فاران اکیڈمی، لاہور، پاکستان۔ ص ۶۷

اور ان اچھی باتوں کا خیال رکھو۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے۔<sup>(۱)</sup> یہ حدیث امام ابن شیبہ<sup>(۲)</sup> (م- ۲۹۷ھ)، امام دارمی<sup>(۳)</sup> (م- ۲۵۵ھ)، امام البزار<sup>(۴)</sup> (م- ۲۹۲ھ)<sup>(۳)</sup> اور امام بیہقی (م- ۴۵۸ھ)<sup>(۵)</sup> کی تالیفات حدیث میں بھی موجود ہے۔ نواب صاحب کا بیان اس حدیث مبارکہ سے ماخوذ ہے۔ قرآن حکیم میں کفار کو اس جیسی ایک سورت بنالانے کا چیلنج دیا گیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾<sup>(۶)</sup>

دوسری جگہ فرمایا گیا:

﴿قُلْ لَئِنْ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾<sup>(۷)</sup>

نواب صاحب نے مذکورہ بیان میں قرآن وحدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ قرآن سراسر معجزہ ہے اور اس کی ایک ایک آیت، ایک ایک حرف اور ایک ایک حرکت بھی اپنے اندر شانِ اعجاز سموئے ہوئے ہے۔  
معجزہ شق قمر:

نواب صاحب معجزہ شق قمر کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

- 
- (۱) ترمذی، محمد بن عیسیٰ، (۱۹۹۸ء)، السنن، تحقیق: بشار عواد معروف، دار الغرب الاسلامی، بیروت، لبنان۔ ۵/۱۷۲، رقم: ۲۹۰۶
- (۲) ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد، (۱۹۹۷ء)، المصنف، تحقیق: عادل بن یوسف، احمد بن فرید، دار الوطن، ریاض، سعودی عرب۔ ۶/۱۲۵، رقم: ۳۰۰۰۶
- (۳) دارمی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن، (۱۳۰۷ھ)، السنن، تحقیق: نواز احمد زمرلی، خالد السبع العلمي، دار الکتب العربی، بیروت، لبنان۔ ۲۰۹۸/۴، رقم: ۳۳۷۴
- (۴) البزار، احمد بن عمرو، (۱۹۸۸ء)، المسند (المحر الذخار)، تحقیق: محفوظ الرحمن، زین اللہ، عادل بن سعد، عبد الخالق شافعی، مکتبہ دار العلوم والحکم، مدینہ منورہ، سعودی عرب۔ ۳/۷۰، رقم: ۸۳۴
- (۵) بیہقی، احمد بن حسین، ابو بکر، (۱۴۲۳ھ)، شعب الایمان، تحقیق: الدكتور، عبد العلی عبد الحمید، مکتبۃ الرشید للنشر والتوزیع، ریاض، سعودی عرب۔ ۳/۷۱، رقم: ۸۳۶
- (۶) سورۃ البقرہ، ۲/۲۳
- (۷) سورۃ الاسراء، ۱۷/۸۸

"انشقاق قمریہ ہے کہ جب قریش نے کہا کہ کوئی نشانی دکھاؤ، چاند دو پھانک ہو گیا۔ ایک ٹکڑا جبل ابو قیس پر تھا اور دوسرا اس کے نیچے اور تا غروب اسی حالت پر رہا۔ یہ ماجرا شب چارہ دم کو ہوا تھا۔ اہل ایمان کا تو ایمان بڑھ گیا اور کفار نے کہا ہذا سحر مستمر یہ ایک جادو ہے جو چلا آتا ہے۔ یہ معجزہ سنہ نہم نبوت کو واقع ہوا" (۱)

اکثر مفسرین نے قرآن حکیم کی حسب ذیل آیت مبارکہ کی شرح میں معجزہ شق قمر کا ذکر کیا ہے۔

﴿اَفْتَرَيْنَتِ السَّاعَةَ وَانْتَشَقَّ الْقَمَرُ﴾ (۲)

امام احمد بن حنبل (م۔ ۲۴۱ھ) کی بیان کردہ روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے مشرکین کے سامنے دو بار شق قمر فرمایا۔ اسی موقع پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔ (۳) علامہ ابن کثیر نے بیان کیا کہ معجزہ شق قمر احیث متواترہ سے ثابت ہے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے اور یہ نبی ﷺ کے معجزات میں سے ہے۔ (۴) امام بخاری (م۔ ۲۵۶ھ) روایت کرتے ہیں کہ اہل مکہ نے نبی ﷺ سے نشانی دکھانے کو کہا تو آپ ﷺ نے انہیں چاند دو ٹکڑے کر دکھایا یہاں تک کہ انہوں نے حراء کو ان ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ (۵) حافظ ابو نعیم کی بیان کردہ روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ وہ چودھویں رات تھی اور رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے دعا کی کہ مشرکین جو سوال کرتے ہیں وہ عطا کیا جائے تو چاند کا آدھا حصہ جبل ابی قیس کے اوپر اور دوسرا آدھا قیقعان پر تھا۔ (۶)

علامہ حلبی (م۔ ۱۰۴۴ھ) (۷) اور علامہ سیوطی (م۔ ۹۱۱ھ) (۸) نے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ مذکورہ معجزہ کے بیان میں نواب صاحب کے مصادر میں احادیث صحیحہ شامل ہیں۔

معجزہ شق صدر:

نبی اکرم ﷺ کے شق صدر کی تعداد اور ادوار کے بیان میں نواب صدیق فرماتے ہیں:

(۱) صدیق حسن، الشمامہ العنبریہ، ص ۶۷

(۲) سورۃ القمر: ۱/۵۴

(۳) الشیبانی، ابو عبد اللہ احمد بن حنبل، (۱۹۹۵ء)، المسند، تحقیق: احمد محمد شاہ، دار الحدیث، قاہرہ، مصر۔ ۳۰۳/۷، رقم: ۳۲۷۰

(۴) ابن کثیر، ابوالفداء عماد الدین، (۱۴۲۰ھ)، تفسیر القرآن العظیم، دار طیبہ للنشر والتوزیع، سعودی عرب۔ ۳۳۷/۷

(۵) البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، (۱۴۲۲ھ)، الجامع الصحیح، تحقیق: محمد زبیر بن ناصر، دار طوق النجاة للنشر والتوزیع، بیروت، لبنان۔

۳۸۶۸/۵، رقم: ۳۸۶۸

(۶) ابو نعیم، احمد بن عبد اللہ، (۱۴۰۶ھ)، دلائل النبوة، تحقیق: الدكتور محمد رواس، عبد البر عباس، دار النفائس، بیروت، لبنان۔ ۲۷۹/۱

(۷) حلبی، علی بن ابراہیم بن احمد، (۱۴۲۷ھ)، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔ ۳۳۲/۱

(۸) السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، (بدون السنہ)، الخصاص الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔ ۲۱۰/۱

"یہ شق پانچ بار ہوا تھا۔ ایک بار طفولیت میں نزد حلیمہ کے۔ یہ متفق علیہ ہے۔ ایک بار بعمر دہ سالہ و چند ماہ رواہ مسلم۔ ایک بار شبِ اسراء میں۔ ایک بار اس وقت جب فرشتہ وحی لے کر آیا۔ ذکرہا بعضہم، ایک بار خواب میں" (۱)

"آپ کا سینہ شق کیا گیا اور ایمان و علم سے اس کو پر کر دیا" (۲)

عہدِ طفولیت میں شقِ صدر کی روایات کو امام ابن حبان (م۔ ۸۰۷ھ) و دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔ (۳) اس واقعہ کو متقدمین سیرت نگاروں میں سے ابن اسحاق (۴) و ابن سعد (م۔ ۲۳۰ھ) (۵) نے بیان کیا ہے۔ امام احمد کی ذکر کردہ روایت میں دس سال اور کچھ ماہ کی عمر میں صحراء میں رسول اللہ ﷺ کے شقِ صدر کا ذکر ملتا ہے۔ (۶) نواب صاحب نے بیان کیا ہے کہ اس روایت کو امام مسلم نے بیان کیا ہے مگر راقم کی تحقیق کے مطابق امام مسلم نے اسے روایت نہیں کیا۔ امام ابن منذر بیان کرتے ہیں کہ سفر معراج سے پہلے نبی اکرم ﷺ کا سینہ مبارک شق کیا گیا۔ (۷) علامہ ابن حجر نے بیان کیا کہ ابو بصر الدولابی نے آپ ﷺ کے خواب میں واقع ہونے والے شق کو روایت کیا ہے۔ (۸) نزولِ وحی کے وقت ہونے والے شقِ صدر کو علامہ طیلوسی نے روایت کیا ہے۔ (۹) امام بخاری کی بیان کردہ روایت کے مطابق واقعہ شقِ صدر میں نبی ﷺ کا سینہ اقدس شق کیا گیا اور اسے آبِ زم زم سے دھو کر حکمت و ایمان سے پر کر دیا گیا۔ (۱۰) عام طور پر نبی اکرم ﷺ کے شقِ صدر کی تعداد چار بیان کی جاتی ہے مگر نواب صاحب نے یہاں خواب میں

(۱) صدیق حسن، الشمامہ العنبریہ، ص ۲۵

(۲) ایضاً، ص ۱۲

(۳) محمد بن حبان بن احمد، (۱۲۱۴ھ)، الصحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، تحقیق: شعیب الاربوط، موسسۃ الرسالہ، بیروت، لبنان۔ ۲۴۹/۱۳، رقم: ۶۳۳۶

(۴) محمد بن اسحاق، (۱۳۹۸ھ)، السیرۃ النبویہ، تحقیق: سہیل زکار، دار الفکر، بیروت، لبنان۔ ص ۵۰

(۵) ابن سعد، محمد بن منیع، (۱۹۶۰ء)، الطبقات الکبریٰ، دار صادر، بیروت، لبنان۔ ۱/۱۵۰

(۶) الشیبانی، ابو عبد اللہ احمد بن حنبل، المسند، ۱۹/۲۵۱، رقم: ۱۲۲۲۱

(۷) ابن منذر، محمد بن اسحاق، (۱۴۰۶ھ)، الایمان، تحقیق: علی بن محمد بن ناصر، موسسۃ الرسالہ، بیروت، لبنان۔ ۲/۱۳، رقم: ۷۰۹

(۸) عسقلانی، ابن حجر احمد بن علی، (۱۳۹۷ھ)، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المعرفہ، بیروت، لبنان۔ ۱۳/۳۸۱

(۹) الطیالسی، سلیمان بن داود، (۱۴۱۹ھ)، المسند، تحقیق: محمد بن عبد المحسن، دار ہجر، مصر۔ ۳/۱۲۵، رقم: ۱۶۴۳

(۱۰) البخاری، الصحیح، ۱/۱۳۵، رقم: ۳۴۲

ہونے والے شق کو بھی شامل کیا ہے۔ اسی تالیف میں نواب صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ پانچویں بار کا شق ثابت نہیں۔<sup>(۱)</sup> گویا یہاں انہوں نے خواب میں ہونے والے شق صدر کو نظر انداز کیا ہے۔ مذکورہ بیان میں نواب صاحب نے مجموعی طور پر احادیث صحیحہ سے استفادہ فرمایا ہے۔

### معجزہ سفر معراج:

نواب صاحب معجزہ معراج کے بارے بیان کرتے ہیں:

”حضرت کو اسراء ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۱ سال ۹ ماہ کی تھی اور آپ کو بیداری میں شنبہ ۲۷ ربیع الاول کو قالہ ابن اثیر والنووی فی شرح مسلم یا ربیع الآخر کو قالہ النووی فی فتاواہ یا رجب میں آسمان پر چڑھا لیئے گئے۔ اب عمل ستائیس رجب پر ہے“<sup>(۲)</sup>

یہاں نواب صاحب نے وقت معراج نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارکہ کو بڑے متعین انداز میں بیان کیا ہے۔ عموماً کتب سیرت میں ایسا اسلوب نہیں ملتا۔ امام نووی (م۔ ۶۷۶ھ) شرح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں۔

”وَقَالَ الْحَرْبِيُّ كَانَ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ مِنْ شَهْرِ رَبِيعِ الْآخِرِ قَبْلَ الْهَجْرَةِ بِسَنَةِ“<sup>(۳)</sup>

اور حربی نے کہا کہ معراج ربیع الآخر کی ستائیسویں رات کو ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا۔ فتاویٰ میں امام نووی کے الفاظ یوں ہیں۔

”وكانت ليلة السابع والعشرين من شهر ربيع الأول“<sup>(۴)</sup>

”وہ ماہ ربیع الاول کی ستائیسویں شب تھی۔“

علامہ قسطلانی (م۔ ۹۲۳ھ) بیان کرتے ہیں کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ کو معراج رجب کی ستائیسویں شب کو ہوئی اور علامہ مقدسی نے بھی اسے اختیار کیا ہے۔<sup>(۵)</sup> اقتباسات سے واضح ہے کہ نواب صاحب نے امام نووی کی شرح مسلم اور فتاویٰ کے حوالہ جات کو بیان کرتے ہوئے سہواً آپس میں بدل دیا ہے۔

(۱) صدیق حسن، الشمامہ العنبریہ، ص ۲۱

(۲) ایضاً، ص ۲۷

(۳) النووی، ابوزکریا یحییٰ بن شرف، (۱۳۹۴ھ)، المنہاج شرح صحیح مسلم بن حجاج، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان۔ ۲ / ۲۰۹

(۴) ایضاً، (۱۴۱۷ھ) المسائل المنشورہ، ترتیب: علاء الدین بن عطار، تحقیق و تعلیق: محمد الحجار، دار البشائر الاسلامیہ للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت،

لبنان۔ ص ۳۶

(۵) قسطلانی، شہاب الدین احمد بن محمد، (دون السنہ)، المواہب اللدنیہ بالسخ المحدثیہ، المکتبۃ التوفیقیہ، قاہرہ، مصر۔ ۱ / ۱۲۶

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

نواب صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدنا عمر کے قبول اسلام کے لیے دعا کی قبولیت کو بھی معجزات میں ذکر کیا ہے۔ آپ تحریر کرتے ہیں:

"عمر کے لیے دعا کی "اللهم أعز الإسلام به" یہ دعا پذیر ہوئی" (۱)

امام احمد رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اے اللہ ان دو افراد، ابو جہل یا عمر بن خطاب میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔ (۲) امام حاکم رحمہ اللہ (م-۴۰۵ھ) بیان کرتے ہیں۔ کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ اسلام کو خاص طور پر عمر بن خطاب کے ذریعے عزت عطا فرما۔ (۳) امام حاکم رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا۔ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ (م-۲۷۳) اور امام بیہقی رحمہ اللہ (۵) نے بھی اسے بیان کیا ہے۔ نواب صاحب کا بیان امام حاکم کی روایت کے متماثل ہے۔

## سورج کا دوبارہ نکلنا:

معجزات کے تسلسل میں نواب صاحب لکھتے ہیں:

"اسی طرح بعد غروب کے علی ابن ابی طالب پر آپ کی دعا سے سورج واپس آیا تاکہ علی نماز عصر ادا کر لیں" (۱)

امام طحاوی رحمہ اللہ (م-۳۲۱ھ) نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز ادا نہ کر سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ اے علی کیا تم نے نماز ادا کر لی؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اے اللہ اگر یہ (سورج) تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ہے تو اسے اس کے لیے پھیر دے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ سورج غروب ہو گیا اور پھر غروب کے بعد دوبارہ طلوع ہوا۔ (۲) اس روایت کو قاضی عیاض رحمہ اللہ (م-۵۴۴ھ) (۱) اور علامہ

(۱) صدیق حسن، الشمامہ العنبریہ، ص ۶۸

(۲) عبد اللہ بن احمد بن حنبل، (۳۰۴ھ)، فضائل الصحابہ، تحقیق: وصی اللہ محمد عباس، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، لبنان۔ ۲۵۰/۱

(۳) حاکم، محمد بن عبد اللہ، (۱۴۱ھ)، المستدرک علی الصحیحین، تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔ ۸۹/۳، رقم: ۴۳۸۵

(۴) ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، (دون السنہ)، السنن، تحقیق: فواد عبد الباقی، دار الفکر، بیروت، لبنان۔ ۳۹/۱، رقم: ۱۰۵

(۵) البیہقی، احمد بن حسین، (۱۴۰۵ھ)، السنن الکبریٰ، تحقیق: شرف محمود، دار الفرقان، عمان، اردن۔ ۶/۶۰۲، رقم: ۱۳۱۰۲

(۶) صدیق حسن، الشمامہ العنبریہ، ص ۶۸

(۷) الطحاوی، احمد بن محمد، ابو جعفر، (۱۴۱۵ھ)، شرح مشکل الآثار، تحقیق: شعیب الازنووط، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت۔ رقم حدیث: ۱۰۶۷

سمہوویؒ (م۔ ۹۱۱ھ) نے بھی نقل کیا ہے۔<sup>(۲)</sup> علامہ ابن جوزیؒ (م۔ ۵۹۷ھ) نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ سورج کے غروب ہونے پر عصر کی نماز قضاء ہو جاتی ہے اور اس کا دوبارہ طلوع ہونا فائدہ مند نہیں ہو سکتا۔<sup>(۳)</sup> علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ حافظ ابو بکر محمد بن حاتم نے اپنی تالیف "اثبات امامۃ ابی بکرؓ" میں کہا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ روافض کی پیدا کردہ ہے۔<sup>(۴)</sup> علامہ حلبیؒ کہتے ہیں کہ اہل علم کے لیے اس سے اختلاف ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ عظیم علامات نبوت میں سے ہے اور متصل حدیث ہے۔<sup>(۵)</sup> نواب صاحب نے اس واقعہ کو قبول کرتے ہوئے بطور معجزہ بیان فرمایا ہے۔ اس روایت پر محدثین کا کلام اور ٹھوس اعتراضات موجود ہیں۔

### حضرت قتادہ بن نعمانؒ کی آنکھ:

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ کی صحت یابی کے لیے آپ ﷺ کی دعا کو بیان فرماتے ہیں:

"قتادہ بن نعمان کی آنکھ پر خسار پر بہہ گئی تھی، اس کو بہ جائے اس کے پھیر دیا۔ وہ احسن عینین تھے" <sup>(۶)</sup>

علامہ موصلیؒ (م۔ ۳۰۷ھ) روایت کرتے ہیں کہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (غزوہ) بدر کے دن ان کی آنکھ پھوٹ گئی اور بہہ کر رخسار پر آگئی۔ انہوں نے اسے کاٹنے کا ارادہ کیا، اور نبی ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا، آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں"، پھر انہیں بلایا اور ان کی آنکھ کو اپنی ہتھیلی پر رکھ کر اسے واپس اس کی جگہ رکھ دیا۔ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ ہوتا تھا کہ ان کی کون سے آنکھ خراب ہوئی تھی،<sup>(۷)</sup> علامہ طبرانی (م۔ ۳۶۰ھ) نے اس روایت کو غزوہ احد کے حوالہ سے بیان فرمایا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کی آنکھ اس کی جگہ رکھ کر دعا بھی فرمائی۔ وہ آنکھ زیادہ خوبصورت بن گئی۔<sup>(۸)</sup> علامہ بیہمی (م۔ ۸۰۷ھ) کہتے ہیں کہ طبرانی کی

(۱) عیاض بن موسیٰ، (۱۹۸۸ء)، الشفا: تعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، حواشی، أحمد بن محمد بن محمد الشمسی، دار الفکر، بیروت۔ ۲۸۳/۱

(۲) السمہودی، ابوالحسن علی بن عبد اللہ، (۱۳۱۹ھ)، وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفیٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔ ۲/۲۲۳

(۳) ابن جوزی، ابوالفرج عبد الرحمن، (۱۹۶۶ء) الموضوعات، تحقیق، عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية، السعودية۔ ۱/۳۵۷

(۴) ابن کثیر، ابوالفداء إسماعیل بن عمر، (۱۳۰۸ھ)، البدایہ والنہایہ، دار إحياء التراث العربی، بیروت، لبنان۔ ۶/۷۹

(۵) حلبی، إنسان العیون فی سیرة الامین المأمون، ۱/۵۳۳

(۶) صدیق حسن، الشمامة العنبریہ، ص ۷۴

(۷) الموسوی ابویعلیٰ، احمد بن علی، (۱۳۰۶ھ)، المسند، تحقیق: حسین سلیم اسد، دار المأمون لترات، سوریا۔ ۳/۱۲۰، رقم: ۱۵۴۹

(۸) الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب، (۱۳۱۵ھ)، المعجم الکبیر، تحقیق: حمدي بن عبدالمجید السلفی، دار النشر مكتبة ابن تیمیة، قاہرہ۔ ۱۹/۸، رقم: ۱۲

روایت کی سند میں ایسے رواۃ ہیں جنہیں میں نہیں جانتا اور علامہ موصلی کی روایت میں ایک راوی ضعیف ہے۔ امام ابن ابی شیبہ<sup>(۱)</sup> نے اس واقعہ کو مختلف رواۃ کے ساتھ یوم احد کے حوالہ سے بیان فرمایا ہے۔<sup>(۱)</sup>

### حیوانات کا التجا کرنا:

بعض مواقع پر جانوروں کی آپ ﷺ سے التجاوں کو بھی نواب صاحب نے معجزات میں رقم کیا ہے۔ نواب صاحب رقم طراز ہیں۔

”ایک اعرابی کے شتر نے آپ سے شکوہ قلتِ الفت و کثرتِ عمل کا کیا اور بعض طیور کے انڈوں کو ایک صحابی نے لے لیا۔ اس طیر نے حضرت سے شکایت کی۔ فرمایا اس کے انڈے پھیر دے“<sup>(۲)</sup>

امام ابو داؤد کی روایت کے مطابق آپ ﷺ ایک بار ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے تو وہاں ایک اونٹ تھا، جب اس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو رونی سی آواز نکالی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، نبی کریم ﷺ اس کے پاس آئے اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ چپ ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا ”اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ کس کا اونٹ ہے؟ تو ایک انصاری جو ان آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ میرا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”کیا تو اس جانور کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتا جس کا اس نے تجھ کو مالک بنایا ہے“ اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا اور بہت تھکاتا ہے۔<sup>(۳)</sup> امام بزار کی روایت کے مطابق ایک سفر میں آپ ﷺ اور اصحاب موجود تھے تو ایک صحابی نے ایک پرندے کا انڈہ اٹھا لیا۔ پرندے نے نبی ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے صحابی کو اس پرندے کا انڈہ واپس کرنے کا حکم دیا۔<sup>(۴)</sup> اس واقعہ کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔<sup>(۵)</sup>

گوہ کا گواہی دینا:

نواب صاحب فرماتے ہیں:

(۱) ابن ابی شیبہ، عبد اللہ بن محمد، ابو بکر، (۱۹۹۷ء)، المصنف، تحقیق: عادل بن یوسف العزازی، احمد بن فرید الزیدی، دار الوطن، ریاض، سعودی عرب۔ ۶/۳۰۰، رقم: ۳۲۳۶۳

(۲) صدیق حسن، الشمامۃ العنبریہ، ص ۶۸-۶۹

(۳) ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، (دون السنہ)، السنن، المکتبۃ العصریہ، صیدا، بیروت، لبنان۔ ۳/۲۳، رقم: ۲۳۴۹

(۴) البزار، المسند، ۵/۳۷۸، رقم: ۲۰۱۰

(۵) البخاری، محمد بن اسماعیل، (دون السنہ)، التاریخ الکبیر، تصحیح و تعلیق: ابو المعاطی، الطبعة الہندیہ، حیدر آباد، انڈیا۔ ۵/۳۰۰



"حدیثِ ضب یعنی گوہ، زبانوں پر مشہور ہے۔ جمل نے کہا: لین غریب ضعیف ہے۔ بلکہ بعض اس کے قائل ہیں کہ متن و سند کی لحاظ سے ثابت نہیں" (۱)

امام طبرانی نے گوہ کی گواہی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

"قَالَ: فَمَنْ أَنَا، يَا ضَبُّ قَالَ: أَنْتَ رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ، قَدْ أَفْلَحَ مَنْ صَدَّقَكَ، وَقَدْ خَابَ مَنْ كَذَّبَكَ" (۲)

"آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے گوہ میں کون ہوں؟ اس نے کہا آپ رسول رب العالمین اور خاتم النبیین ہیں۔ جس

نے آپ کی تصدیق کی کامیاب ہوا اور جس نے آپ کی تکذیب کی وہ نامراد ہوا۔"

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ بعض نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے اور بعض نے موضوع جب کہ میرے

نزدیک اس میں شرع کے خلاف کوئی بات نہیں ہے۔ (۳)

مشرکین کی قتل گاہوں کی نشاندہی

نبی اکرم ﷺ نے جنگ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین کی جگہوں کی نشاندہی فرمائی تھی۔ اس ضمن میں نواب

صدیق حسن لکھتے ہیں:

"آپ ﷺ) مصارع مشرکین کو مقرر فرمادیا کسی نے اپنی جگہ سے تجاوز نہ کیا" (۴)

علامہ واقدی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے غزوہ بدر میں مشرکین کی جائے قتل کا بتا دیا تھا۔ جو جو جگہ آپ

ﷺ نے بتائی، وہیں وہ لوگ مارے گئے۔ (۵)

غزوہ خندق میں پتھر توڑنا:

نواب صاحب غزوہ خندق کے بارے بیان فرماتے ہیں:

(۱) صدیق حسن، الشمامہ العنبریہ، ص ۶۸-۶۹

(۲) الطبرانی، سلیمان بن احمد، (دون السنہ)، المعجم الاوسط، تحقیق: طارق بن عوض اللہ بن محمد، عبد المحسن بن ابراہیم الحسینی، دار الحرمین،

قاہرہ، مصر۔ ۱۲۶/۶، رقم: ۵۹۹۶

(۳) قسطلانی، المواہب، ج ۲، ص ۲۷۹

(۴) صدیق حسن، الشمامہ العنبریہ، ص ۷۴

(۵) الواقدی، محمد بن عمر، (۱۹۸۶ء)، کتاب المغازی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔ ۱/۴۹

”غندق میں ایک پتھر نکلا ہر چند اس پر کلند مارے کچھ اثر نہ ہوا۔ تب حضرت نے اپنے ہاتھ سے کلند لگایا وہ پاش پاش مثل ریت کے ہو گیا“<sup>(۱)</sup>

امام ابن ابی شیبہ کی بیان کردہ روایت میں ہے کہ غزوہ غندق میں کھدائی کے دوران ایک سخت پتھر نکلا جو اصحاب سے نہ ٹوٹ سکا تو انہوں نے آپ ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر تین ضربیں لگائیں تو وہ ٹوٹ گیا۔<sup>(۲)</sup> اس واقعہ کو امام بیہقی نے بھی بیان کیا ہے۔<sup>(۳)</sup> یہاں نواب صاحب کا بیان روایت حدیث و سیرت کے مطابق ہے۔

جبل احد کا ساکن ہونا

نواب صاحب بیان کرتے ہیں:

”احد کو پاؤں سے مارا تو وہ حرکت سے ساکن ہو گیا“<sup>(۴)</sup>

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ، حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان احد پر تھے۔ احد نے جنبش کی تو نبی ﷺ نے فرمایا۔ اے احد ساکن ہو جاو۔ آپ ﷺ نے پاؤں سے ضرب ماری اور فرمایا تم پر نبی، صدیق اور دو شہداء موجود ہیں۔<sup>(۵)</sup> اس معجزہ کے بیان میں نواب صدیق حسن خان گامصدر صحیح بخاری کی حدیث ہے۔

درخت کی شاخ کا تلوار بننا

نواب صاحب بیان کرتے ہیں:

”دن بدر کے عکاشہ بن محسن کو شاخ، درخت دے دی۔ وہ ان کے ہاتھ میں تلوار ہو گئی۔ اسی طرح دن احد کے عبد اللہ بن جحش کے ساتھ کیا“<sup>(۶)</sup>

امام بیہقی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عکاشہ فرماتے ہیں کہ یوم بدر کو میری تلوار ٹوٹ گئی تو نبی ﷺ نے مجھے ایک لکڑی عطا فرمائی تو وہ تلوار کی طرح بن گئی۔<sup>(۱)</sup> امام بیہقی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن جحش کو

(۱) صدیق حسن، الشمامۃ العنبریہ، ص ۷۴

(۲) ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷/ ۳۷۷، رقم: ۳۶۸۱۱

(۳) البیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، (۱۴۰۵ھ)، دلائل النبوہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان - ۳/ ۶۱۴

(۴) صدیق حسن، الشمامۃ العنبریہ، ص ۷۰

(۵) البخاری، الصحیح، ۲/ ۱۴۳، رقم: ۳۶۷۵

(۶) صدیق حسن، الشمامۃ العنبریہ، ص ۷۰

کھجور کی لکڑی دی تو وہ تلوار ہو گئی۔<sup>(۲)</sup> مذکورہ معجزہ کے بیان میں نواب صاحب نے امام بیہقی کی بیان کردہ روایات سے استفادہ کیا ہے۔

طعام و سنگریزوں کا تسبیح کرنا

رسول اللہ ﷺ کا معجزہ بیان کرتے ہوئے نواب صاحب بیان کرتے ہیں:

”طعام و سنگریزے آپ کے ہاتھ میں تسبیح کرتے“<sup>(۳)</sup>

امام بزار نے روایت کیا کہ سات یا نو کنکریوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں تسبیح کی۔<sup>(۴)</sup> علامہ اسماعیل اصفہانی (م: ۵۳۵ھ)، علامہ سیوطی<sup>(۵)</sup>، امام بیہقی<sup>(۶)</sup> اور حافظ ابو نعیم<sup>(۷)</sup> نے بھی اس بات کو بیان کیا۔ علامہ ہنشی فرماتے ہیں کہ علامہ بزار نے دو اسناد سے اس روایت کو بیان کیا ہے ایک کے رواۃ ثقات ہیں اور بعض میں ضعف ہے۔<sup>(۸)</sup> امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ حضرت علقمہ نے حضرت عبد اللہ سے بیان کیا کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کھانا کھایا اور ہم نے تسبیح طعام کو سنا۔<sup>(۹)</sup>

درخت کا سلام کرنا

اس معجزہ کے حوالہ سے نواب صاحب رقم طراز ہیں:

”آپ سوتے تھے ایک درخت چل کر نزدیک آپ کے آیا۔ فرمایا اس نے اپنے رب سے اذن

چاہا کہ مجھے سلام کرے“<sup>(۱۰)</sup>

(۱) البیہقی، دلائل النبوة، ۳/ ۹۹

(۲) البیہقی، احمد بن حسین، (۱۲۰۱ھ) الاعتقاد والهدایہ الی سبیل الرشاد علی مذہب السلف واصحاب الحدیث، تحقیق: احمد عصام الکاتب، دارالآفاق

الجدیدہ، بیروت، لبنان۔ ۲۸۹/۱

(۳) صدیق حسن، الشمامۃ العنبریہ، ص ۷۰

(۴) البزار، المسند، ۹/ ۲۳۱، رقم: ۲۰۲۰

(۵) السیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲/ ۱۲۵

(۶) البیہقی، دلائل النبوة، ۶/ ۳۶

(۷) ابو نعیم، دلائل النبوة، ۱/ ۳۷

(۸) السیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲/ ۱۲۵

(۹) الترمذی، السنن، ۶/ ۳۱، رقم: ۳۶۳۶

(۱۰) صدیق حسن، الشمامۃ العنبریہ، ص ۷۱

امام احمدؒ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سو رہے تھے کہ ایک درخت آپ کے قریب آیا اور جھکا اور پھر واپس چلا گیا۔ آپ ﷺ بیدار ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے اللہ سے اجازت چاہی تھی کہ مجھے سلام کرے تو اسے اجازت دی گئی۔<sup>(۱)</sup> اس واقعہ کو علامہ ابن حجر<sup>(۲)</sup> اور علامہ محمد بن عمر حضری (م: ۹۳۰ھ)<sup>(۳)</sup> نے بھی روایت کیا ہے۔

درخت کی طرف سے حضور ﷺ کے پردے کا اہتمام

نواب صدیق حسن لکھتے ہیں:

"ایک معجزہ یہ تھا کہ درخت نے شہادت آپ کی رسالت پر دی اور آپ کے پاس آکر آپ کو مستور کیا یہاں تک کہ آپ قضائے حاجت سے فارغ ہوئے"<sup>(۴)</sup>

امام مسلمؒ کی بیان کردہ روایت میں حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (ایک مہم کے لیے) روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم کشادہ وادی میں جا اترے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے گئے میں (چڑے کا بنا ہوا) پانی کا ایک برتن لے کر آپ کے پیچھے گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر دوڑائی ایسی چیز نظر نہ آئی جس کی آپ اوٹ لے سکتے۔ وادی کے کنارے پر دو درخت نظر آئے۔ آپ ان میں سے ایک درخت کے پاس تشریف لے گئے اس کی ٹہنیوں میں سے ایک کو پکڑا اور فرمایا: "اللہ کے حکم سے میرے مطیع ہو جاؤ۔" تو وہ نکمیل ڈالے ہوئے اونٹ کی طرح آپ کا فرمانبردار بن گیا پھر دوسرے درخت کے پاس آئے اور اس کی ٹہنیوں میں سے ایک کو پکڑا اور کہا: "اللہ کے حکم سے میرے مطیع ہو جاؤ۔" تو وہ بھی اسی طرح آپ کے ساتھ چل پڑا یہاں تک کہ (اسے چلاتے ہوئے) دونوں کے درمیان کے آدھے فاصلے پر پہنچے تو آپ نے ان دونوں کو جھکا کر آپس میں ملا (کر اکٹھا کر) دیا آپ نے فرمایا: "دونوں اللہ کے حکم سے میرے آگے مل جاؤ۔ تو وہ دونوں ساتھ مل گئے (اور آپ ﷺ کو پردہ مہیا کر دیا۔)<sup>(۵)</sup>

(۱) احمد بن حنبل، المسند، ۲۹/۱۰۷، رقم: ۱۵۶۶۵

(۲) العسقلانی، ابوالفضل احمد بن علی، (۱۳۱۵ھ)، إتحاف المہرۃ بالفوائد المبتکرۃ من أطراف العشرۃ، تحقیق: مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ، بیئراشرف زہیر بن ناصر الناصر، مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، مدینہ منورہ، سعودی عرب۔ ۱۳/۲۳۲، رقم: ۱۷۳۵۷

(۳) حضری، محمد بن عمر، (۱۹۹۸ء)، حدائق الانوار ومطالع الاسرار فی سیرۃ النبی المختار، تحقیق: محمد عسنان نصوص، دارالجاوی، بیروت، لبنان۔ ص ۶۷

(۴) صدیق حسن، الشمامۃ العنبریہ، ص ۷۰

(۵) مسلم، الصحیح، ۴/۲۳۰۶، رقم: ۳۰۱۲

علامہ ابن کثیر نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔<sup>(۱)</sup> مذکورہ واقعہ کو نواب صاحب نے روایات حدیث کے مطابق بیان کیا ہے۔

## کھجور کے تنے کی آہ وزاری

نواب صاحب مزید رقم طراز ہیں:

"من جملہ معجزات کے ایک حنین جذع ہے یعنی گریہ چوب جس پر ٹیک لگا کر آپ خطبہ پڑھتے تھے۔ جب منبر بنا اس کو چھوڑ دیا۔ وہ ایک ستون مسجد تھا۔ اس نے فریاد کی۔ اس کے صیاع کو ہر حاضر مسجد نے سنا یہاں تک کہ مسجد اس کے نالہ سے گونج اٹھی اور وہ خود شدت صیاع سے پھٹ گیا۔ حضرت نے منبر سے اتر کر اس کو گلے سے لگا لیا۔ تب وہ ساکن ہوا۔ فرمایا: والذی نفسی بیدہ لو لم التزمہ لم یزل یصوات ہکذا إلی یوم القیامہ۔ پھر اس کو اختیار دیا کہ اپنے مغرس میں جائے پھل لائے جیسا کہ پہلے تھا یا جنت میں بویا جائے۔ جنتی اس کا پھل کھائیں۔ اس نے دار البقاء کو دار الفناء پر اختیار کیا۔ تب دفن کیا گیا"<sup>(۲)</sup>

امام دارمی کی بیان کردہ روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے دوسرا منبر اختیار کیا تو ستون غم سے رویا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے گلے لگایا تو وہ خاموش ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

"وَالَّذِي نَفْسِي مَحْمَدٍ بِيَدِهِ لَوْ لَمْ أَلْتَزِمُهُ، لَمَا زَالَ هَكَذَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ حُزْنًا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ"<sup>(۳)</sup>

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں اس پر شفقت کا التزام نہ کرتا تو یوم قیامت تک یہ ایسے ہی رسول اللہ ﷺ (کے فراق) میں غمزدہ رہتا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تو اس کو دفن کر دیا گیا۔ اس روایت کو امام ابن خزیمہ<sup>(۴)</sup>، امام طحاوی<sup>(۵)</sup>، امام بیہقی<sup>(۱)</sup>، قاضی عیاض<sup>(۲)</sup> اور علامہ سیوطی<sup>(۳)</sup> نے بیان کیا ہے۔ علامہ تقی الدین (م۔ ۸۳۲ھ) فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اسے مغرس یا جنت میں جانے کا اختیار دیا اور اس نے دار البقاء کو پسند کیا۔<sup>(۴)</sup>

(۱) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶/۵

(۲) صدیق حسن، الشمامۃ العنبریہ، ص ۶۹

(۳) دارمی، السنن، ۱/۱۸۳، رقم: ۳۲

(۴) ابن خزیمہ، محمد بن اسحاق، (۱۹۷۰ء)، ۱، الصحیح، تحقیق: محمد مصطفیٰ الاعظمی، المکتب الاسلامی، بیروت۔ ۳/۱۴۰، رقم: ۷۷۷۷

(۵) الطحاوی، شرح مشکل الآثار، ۱۰/۳۷۸، رقم: ۴۱۷۹

نواب صاحب کے بیان کردہ الفاظ روایت حدیث سے مختلف ہیں۔ اس ضمن میں نواب صاحب کا بیان علامہ تقی الدین سے متماثل ہے۔

اصابع سے پانی جاری ہونا

نواب صاحب رقم طراز ہیں:

"اصابع سے پانی جاری ہوا جس کو ایک لشکر عظیم نے پیا اور شتران و اسپان کو پلایا اور مشکیں و پکھالیں، بھر لیں اور یہ معجزہ کئی بار ہوا" (۵)

امام بخاریؒ نے روایت کیا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز عصر کا وقت آگیا، لوگوں نے پانی تلاش کیا، جب انھیں پانی نہ ملا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (ایک برتن میں) وضو کے لیے پانی لایا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا ہاتھ ڈال دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اسی (برتن) سے وضو کریں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا آپ کی انگلیوں کے نیچے سے پانی (چشمے کی طرح) ابل رہا تھا یہاں تک کہ (قافلے کے) آخری آدمی نے بھی وضو کر لیا۔ (۶) اس معجزہ کو امام مسلم، (۷) امام طبرانی (۸) اور امام بیہقی (۹) نے بھی روایت کیا ہے۔ نواب صاحب نے اس معجزہ بیان میں احادیث مبارکہ سے استفادہ کیا ہے۔

بچی کو زندہ کرنا

نواب صاحب بیان کرتے ہیں:

(۱) البیہقی، دلائل النبوة، ۲/ ۵۵۸

(۲) عیاض بن موسیٰ، الشفاء تعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، ۱/ ۳۰۴

(۳) السیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲/ ۱۲۷

(۴) محمد بن احمد، تقی الدین، (۱۴۰۳ھ)، شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۲/ ۲۲۴

(۵) صدیق حسن، الشمامة العنبریہ، ص ۷۰

(۶) البخاری، الصحیح، ۱/ ۴۵، رقم: ۱۶۹

(۷) مسلم، الصحیح، ۴/ ۱۸۸۳، رقم: ۲۲۷۹

(۸) الطبرانی، المعجم الاوسط، ۵/ ۱۷۴، رقم: ۴۹۸۷

(۹) البیہقی، دلائل النبوة، ۴/ ۱۲۳

"(نبی اکرم ﷺ نے) ایک شخص سے کہا مسلمان ہو جا، اس نے کہا میری بیٹی زندہ ہو جائے تو میں ایمان لے آؤں گا۔ اس کی قبر پر جا کر آپ ﷺ نے پکارا، اس نے لبیک و سعدیک کہا۔ فرمایا تو دنیا میں رجوع کرنے کو دوست رکھتی ہے؟ اس نے کہا نہیں، میں نے اللہ کو ماں باپ سے بہتر اور آخرت کو دنیا سے بہتر پایا" (۱)

قاضی عیاضؒ نے امام حسن بصریؒ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیٹی کو جنگل میں فلاں جگہ درگور کیا تھا۔ آپ ﷺ اس کے ساتھ اس جگہ تشریف لے گئے اور اس بچی کو اس کے نام سے آواز دی تو وہ لبیک و سعدیک عرض کرتے ہوئے گڑھے سے نکل آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے والدین مسلمان ہو گئے ہیں اگر تم چاہو تو میں تمہیں ان کے پاس لوٹا دوں؟ لڑکی نے عرض کیا کہ مجھے اس چیز کی ضرورت نہیں۔ میں نے اللہ کو ان سے بہتر پایا۔ (۲) علامہ شمنیؒ (م۔ ۸۷۳ھ) حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ علامہ دلجی نے کہا ہے کہ یہ معلوم نہیں ہے کہ حسن بصریؒ سے مروی اس روایت کو کس نے بیان کیا ہے۔ علامہ حلبی نے ایک مشرک کے نبی اکرم ﷺ سے اس تقاضے کو بیان کیا کہ اگر آپ میری بیٹی کو زندہ کر دیں تو ایمان لے آؤں گا۔ آپ ﷺ اس کی قبر پر گئے اور پوچھا کہ کیا تو دنیا میں آنا چاہتی ہے؟ اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے اللہ کو اپنے باپ سے اور آخرت کو دنیا سے اچھا پایا۔ (۳) علامہ قسطلانی نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ (۴) مولفین نے اس روایت کے رواۃ بیان نہیں کیے۔ امکان ہے کہ مشرک کی بیٹی سن بلوغت کو پہنچنے سے پہلے فوت ہوئی ہوگی ہو جیسا کہ قاضی عیاضؒ کی بیان کردہ روایت سے اندازہ ہوتا ہے کیونکہ مشرکین عرب اپنی بچیوں کو بچپن میں ہی دفن کر دیتے تھے۔ اس معجزہ کے بیان میں نواب صاحب کا ماخذ قاضی عیاضؒ کی روایت نہیں بلکہ علامہ حلبیؒ اور علامہ قسطلانیؒ کی بیان کردہ روایات ہیں۔

حاصل کلام:

سابقہ صفحات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صدیق حسن خانؒ نے اردو سیرت نگاری میں معجزات نبوی ﷺ کو انتہائی فصیح و بلیغ اسلوب کے ساتھ بڑی عقیدت اور محبت سے بیان فرمایا ہے۔ انہوں نے اس ضمن میں متعدد کتب حدیث و سیرت سے استفادہ کیا۔ ان کے مصادر میں زیادہ تر روایات صحیحہ شامل ہیں۔ چند ایک مقامات پر ایسی روایات سے بھی استفادہ کرتے ہیں جن پر محدثین کے ہاں کلام پایا جاتا ہے البتہ ان روایات کو مختلف سیرت نگاروں کے

(۱) صدیق حسن، الشمامہ العنبریہ، ص ۷۱

(۲) قاضی عیاض، الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ﷺ، ۱/۱۱۳

(۳) حلبی، انسان العیون فی سیرة المأمون، ۳/۳۱۳

(۴) قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲/۲۹۶

ہاں قبول کیا گیا ہے۔ نواب صاحب بعض مقامات پر متعین تواریخ بیان فرماتے ہیں جو کہ ان کے علم توقیت پر عبور کی دلالت کرتا ہے۔ بعض مقامات پر صرف بیان روایت و جمع آوری روایات پر اکتفاء کرتے ہیں جو مورخانہ اسلوب کی دلالت کرتا ہے اور بعض مقامات پر محدثانہ اسلوب اختیار کرتے ہوئے بیان کردہ روایات کی استنادی حیثیت کی وضاحت بھی فرمادیتے ہیں۔

☆☆☆☆

## مصادر و مراجع

۱. البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل (۱۳۲۲ھ)، الجامع الصحیح، تحقیق: محمد زبیر بن ناصر، دار طوق النجاة للنشر والتوزیع، بیروت، لبنان
۲. البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، (دون السنہ)، التاریخ الکبیر، الصحیح و تعلیق: ابو المعاطی، توافق الصفحات والارقام، مع الطبعة الھندیہ، حیدرآباد، انڈیا
۳. البزار، احمد بن عمرو، (۱۹۸۸ء)، المسند (البحر الذخار)، تحقیق: محفوظ الرحمن، زین اللہ، عادل بن سعد، عبد الخالق شافعی، مکتبہ دار العلوم والحکم، مدینہ منورہ، سعودی عرب
۴. البیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، ابو بکر، (۱۳۲۳ھ)، شعب الایمان، تحقیق: الدكتور، عبد العلی عبد الحمید، مکتبہ الرشید للنشر والتوزیع، ریاض، سعودی عرب
۵. البیہقی، احمد بن حسین، (۱۳۰۵ھ)، السنن الکبریٰ، تحقیق: شرف محمود، دار الفرقان، عمان، اردن
۶. البیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، (۱۳۰۵ھ)، دلائل النبوة، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان
۷. البیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، (۱۳۰۱ھ) الاعتقاد والھدایہ الی سبیل الرشاد علی مذہب السلف و اصحاب الحدیث، تحقیق: احمد عصام الکتب، دار الآفاق الجدیدہ، بیروت، لبنان
۸. ترمذی، محمد بن عیسیٰ، (۱۹۹۸ء)، السنن، تحقیق: بشار عواد معروف، دار الغرب الاسلامی، بیروت، لبنان
۹. ابن الجوزی، ابو الفرج عبد الرحمن، (۱۹۶۶ء) الموضوعات، تحقیق: عبد الرحمن محمد عثمان، المکتبۃ السلفیۃ، مدینۃ المنورۃ، سعودی عرب
۱۰. حاکم، محمد بن عبد اللہ، (۱۳۱۱ھ)، المستدرک علی الصحیحین، تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان
۱۱. حلبی، علی بن ابراہیم بن احمد، (۱۳۲۷ھ)، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان
۱۲. ابن خزیمہ، محمد بن اسحاق، (۱۹۷۰ء)، الصحیح، تحقیق: محمد مصطفیٰ الاعظمی، المکتبۃ الاسلامیہ، بیروت
۱۳. دارمی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن، (۱۳۰۷ھ)، السنن، تحقیق: فواز احمد زمری، خالد السبع العلمی، دار الکتب العربی، بیروت، لبنان
۱۴. ابو داود، سلیمان بن اشعث، (دون السنہ)، السنن، تحقیق: محمد محیی الدین عبد الحمید، المکتبۃ العصریۃ، صیدا، بیروت، لبنان
۱۵. ابن سعد، محمد بن منیع، (۱۹۶۰ء)، الطبقات الکبریٰ، دار صادر، بیروت، لبنان
۱۶. السہودی، ابو الحسن علی بن عبد اللہ، (۱۳۱۹ھ)، وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان



۱۷. السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، (بدون السنه)، المخصائص الکبری، دار لکتب العلمیہ، بیروت، لبنان
۱۸. الشیبانی، ابو عبد اللہ احمد بن حنبل، (۱۹۹۵ء)، المسند، تحقیق: احمد محمد شاكر، دار الحدیث، قاہرہ، مصر
۱۹. ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد، (۱۹۹۷ء)، المصنف، تحقیق: عادل بن یوسف، احمد بن فرید، دار الوطن، ریاض
۲۰. الطبرانی، سلیمان بن احمد، (دون السنه)، المعجم الاوسط، تحقیق: طارق بن عوض اللہ بن محمد، عبد المحسن بن ابراهيم الحسینی، دار الحرمین، قاہرہ، مصر
۲۱. الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب، (۱۴۱۵ھ)، المعجم الکبیر، تحقیق: حمدي بن عبدالمجید السلفی، دار النشر مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ
۲۲. الطحاوی، احمد بن محمد، ابو جعفر، (۱۴۱۵ھ)، شرح مشکل الآثار، تحقیق: شعیب الارنؤوط، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت
۲۳. الطیلسی، سلیمان بن داود، (۱۴۱۹ھ)، المسند، تحقیق: محمد بن عبد المحسن، دار حجر، مصر
۲۴. عبد اللہ بن احمد بن حنبل، (۳۰۴ھ)، فضائل الصحابہ، تحقیق: وصی اللہ محمد عباس، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، لبنان
۲۵. عسقلانی، ابن حجر احمد بن علی، (۱۳۹۷ھ)، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المعرفہ، بیروت، لبنان
۲۶. عیاض بن موسیٰ، (۱۹۸۸ء)، اشفا بتعريف حقوق المصطفى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حواشي، أحمد بن محمد بن محمد الشنقي، دار الفكر الطبعة والنشر والتوزيع، بيروت
۲۷. ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، (۱۴۰۸ھ)، البدايه والنهايه، دار إحياء التراث العربي
۲۸. ابن كثير، أبو الفداء عماد الدين، (۱۴۲۰ھ)، تفسير القرآن العظيم، دار طيبه للنشر والتوزيع، سعودی عرب
۲۹. قسطلانی، شهاب الدین احمد بن محمد، (دون السنه)، المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة، المکتبۃ التوفیقیة، قاہرہ، مصر
۳۰. ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، (دون السنه)، السنن، تحقیق: نواد عبد الباقي، دار الفکر، بیروت، لبنان
۳۱. محمد بن احمد، تقی الدین، (۱۴۰۳ھ)، شفاء الغرام بانخبار البلد الحرام، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان
۳۲. محمد بن اسحاق، (۱۳۹۸ھ)، السیرة النبویة، تحقیق: سهیل زکار، دار الفکر، بیروت، لبنان
۳۳. محمد بن حبان بن احمد، (۱۴۱۴ھ)، الصحیح، تحقیق: شعیب الارنؤوط، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، لبنان
۳۴. ابن منذر، محمد بن اسحاق، (۱۴۰۶ھ)، الایمان، تحقیق: علی بن محمد بن ناصر، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، لبنان
۳۵. الموصلی ابو یعلیٰ، احمد بن علی، (۱۴۰۶ھ)، المسند، تحقیق: حسین سلیم اسد، دار المامون لتراث، سوریا
۳۶. نواب، صدیق حسن، (۲۰۱۲ء)، الشمامة العنبریة من مولد خیر البریة، فاران اکیڈمی، لاہور، پاکستان
۳۷. النووی، ابو زکریا یحییٰ بن شرف، (۱۳۹۲ھ)، المنہاج شرح صحیح مسلم بن حجاج، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان
۳۸. النووی، ابو زکریا یحییٰ بن شرف، (۱۴۱۷ھ)، المسائل المشهوره، ترتیب: علاو الدین بن عطار، تحقیق و تعلیق: محمد الحجار، دار البشائر الاسلامیہ للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت، لبنان
۳۹. ابو نعیم، احمد بن عبد اللہ، (۱۴۰۶ھ)، دلائل النبوه، تحقیق: الدکتور محمد رواس، عبد البر عباس، دار النفائس، بیروت، لبنان
۴۰. الواقدی، محمد بن عمر، (۱۹۸۶ء)، کتاب المغازی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان

## علم اسناد و جرح کی تاریخ و ارتقاء

### History and Evolution of the Chain of Narration and Transmission

☆ ڈاکٹر مفتی محمد اسماعیل خان

☆ ڈاکٹر محمد تاج الدین

#### ABSTRACT

The Quran and Sunnah of the holy Prophet Muhammad ﷺ is the core foundation of Islam. It is the greatest favour of Almighty Allah that He Himself takes the responsibility of guarding, protecting and preserving the Quran and Sunnah. Like The Holy Quran, the Hadith (Oral- Tradition) and the Sunnah is also the part of divine Revelation, therefore; it's inevitable that Allah would have taken care of it till the day of judgement. The Sanad (The Chain of narration ) is the underpinning of the Sunnah and it is impossible to fully preserve it without the Sanad. Ilm-e- Isnad ensures that no false and fabricated hadiths attributed to the Prophet Muhammad ﷺ therefore, it has an utmost importance and significance. The Application of Sanad has become the part of collective Muslims' theoretical temperament and no act or claim is attributed to the Holy prophet ﷺ without meticulously following the process of Sanad. The process of Sanad has later evolved into an outright "Faculty of Knowledge" known as Ilm e Jarah (Chain of transmission). (The objective of Sunnah Studies is to differentiate between the authentic and the inauthentic Narrators. About half a million scholars has done an unprecedented and meticulous work to achieve this objective. This research paper is about the study of " the Chain of Narration and Transmission'. The study highlights the need and the pains taking efforts of the Companions of Prophet Muhammad ﷺ and rest of the religious scholars in compilation and collection of the Hadith and the Sunnah. On such solid grounds we can rightfully vet and analyse the authenticity of the Statement attributed to the Holy prophet Muhammad ﷺ.

**Keywords:** Hadith, Isnad o Rijal, Protecting, Chain of Narration, Transmission

دین اسلام کی بنیاد قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ پر ہے۔ اس امت پر اللہ تعالیٰ کا یہ ایک عظیم احسان ہے کہ اس نے ان دونوں بنیادوں کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی ہے۔ قرآن مجید کے بارے میں تو یہ ارشاد بالکل واضح ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾<sup>(1)</sup>

☆ Assistant Professor of Islamic Studies, Govt. College Oghi, Mansehra

☆☆ Senior Research Scholar, FMRI, Minhaj University, Lahore

"ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔"

جبکہ حضور ﷺ کے ارشادات کو بھی قرآن مجید نے وحی قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾<sup>(۲)</sup>

"وہ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے بلکہ وہ تو وحی ہوتی ہے جو اتاری جاتی ہے"

چونکہ سنت اور حدیث بھی وحی کی ایک قسم ہے اس لئے یہ بھی قرآن مجید کے ساتھ ساتھ محفوظ ہے۔ سنت کی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ سند ہے اور اس کے بغیر حدیث کی حفاظت ناممکن ہے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول ہے:

"الإسناد عندي من الدين، ولولا الإسناد لقال من شاء ما شاء"<sup>(۳)</sup>

"میرے نزدیک سند دین کا حصہ ہے اور اگر سند نہ ہوتی تو جو شخص جو کچھ چاہتا کہہ ڈالتا"

اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے، اسناد کے عمل کو لازم قرار دیا گیا، اور یہ بات مسلمانوں کے علمی مزاج کا حصہ بن گئی کہ جو بات کہی جائے وہ پوری سند کے ساتھ کہی جائے۔ امام حاکم نیشاپوری، عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اگر اسناد نہ ہوتی اور محدثین اس کو طلب نہ فرماتے تو اسلام کی علامتیں مٹ جاتیں اور جھوٹی احادیث گھڑ لی جاتیں اور اہل بدعت غالب آجاتے، کیونکہ اگر حدیث کو اسناد سے بے نیاز کر دیا جائے تو وہ بالکل بے بنیاد رہ جائیں گی۔<sup>(۴)</sup>

رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو پوری صحت کے ساتھ منتقل کرنا ہو تو اس کے لئے صحیح سند کو ملحوظ رکھنا لازم ہے۔ سند کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ وہ روایت ثقہ اور عادل راویوں کے ذریعے سے ہم تک پہنچی ہو۔ اسی مقصد کے لئے ائمہ حدیث نے حدیث کو ہر قسم کے نقائص سے پاک رکھنے کی پوری سعی کی، صحیح احادیث کے مجموعے مرتب کئے اور ہر وہ چیز جو ہمارے دین کے لئے ضروری ہے، اسے سند کے ذریعے سے منتقل کرنے کا التزام کیا۔

سند کے علم کو مزید ترقی دینے کے لئے علم رجال کا فن وجود میں آیا۔ رجال سے متعلق دو پہلو زیر بحث آتے ہیں۔ ایک پہلو تو رجال کے بارے میں معلومات، ان کے حالات زندگی، حصول علم اور طلب حدیث کے بارے میں

(۱) سورۃ الحجر، ۱۵/۹

(۲) سورۃ النجم، ۵۳/۳ - ۴

(۳) مسلم، مسلم بن الحجاج، (۲۰۰۳ء)، الصحیح، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱/۱۵۱

(۴) حاکم، محمد بن عبد اللہ النیشاپوری، (۱۹۷۷ء)، معرفۃ علوم الحدیث، دار لکتب العلمیہ، بیروت، ص: ۶

معلومات اور ان رجال کی شخصیت اور کردار کے بارے میں تفصیلات سے متعلق ہے۔ اس پہلو سے متعلق علم کو علم الرجال یا اسماء الرجال کہتے ہیں۔ جبکہ دوسرا پہلو کسی راوی حدیث کے قابل قبول یا ناقابل قبول ہونے کا فیصلہ، اس کے اصول و قواعد اور ان اصول و قواعد کی روشنی میں کسی راوی کے قابل قبول یا ناقابل قبول ہونے کا حتمی فیصلہ جس فن کی روشنی میں کیا جاتا ہے، اس فن کو علم جرح و تعدیل کہتے ہیں۔

ان علوم کا مقصد یہ ہے کہ ثقہ اور ضعیف راویوں کے درمیان امتیاز ہو سکے، چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لئے اتنی کوشش اور تحقیق کی گئی جس کی نظیر ہمیں اسلام کے علاوہ دیگر ادیان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی نے ایک مشہور مغربی مستشرق ڈاکٹر سپرنگر کا قول نقل کیا ہے:

"دنیا کی کوئی قوم اس باب میں مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی کہ رجال جیسا فن ان کے ہاں ہو، نہ ماضی میں کسی قوم کا اس طرح فن ہو اور نہ مستقبل میں اس کا کوئی امکان ہے کہ رجال جیسا فن، جیسا کہ مسلمانوں میں ہے، کسی اور قوم میں وجود میں آئے۔ یہ ایسا علم ہے کہ پانچ لاکھ شخصیات کا تذکرہ ہمارے سامنے آجاتا ہے اور ان پانچ چھ لاکھ شخصیات کی بنیاد پر ہم تین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ کسی شخص نے حضور ﷺ کے بارے میں جو بیان دیا ہے، اس کی تاریخی حیثیت کیا ہے"<sup>(۱)</sup>

اسناد اس امت کی وہ خصوصیت ہے جو اس سے پہلے کسی امت کو نصیب نہ ہو سکی۔ حافظ ابو علی جیانی فرماتے ہیں کہ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے تین خصوصیات عطا فرمائی ہیں جو اس سے پہلے کسی کو عطا نہیں فرمائی ہیں۔

### ۱- اسناد      ۲- انساب      ۳- اعراب

دیگر ادیان میں سند کا تصور نہیں، چنانچہ اگر ہم توراہ اور انجیل کو دیکھیں تو ہمیں بہت سے لوگوں کے لکھے ہوئے نسخے ملتے ہیں، ان میں باہم اختلاف بھی ہوتا ہے لیکن اس اختلاف کی بنیاد سند پر نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ ان اقوام کے علوم کی استنادی حیثیت کے بارے میں شکوک و شبہات باقی رہتے ہیں۔ اس کے برخلاف ہر حدیث کے لئے سند ضروری ہے، چاہے وہ حدیث ضعیف ہی کیوں نہ ہو، اور پھر اس سند کی علماء کرام نے تحقیق کی ہے اور حقیقت حال کو واضح کیا ہے، بلکہ ہمارے ہاں تو سند، حدیث کا حصہ ہے اور سند کے بغیر حدیث کو قبول نہیں کیا جاتا۔

(۱) غازی، محمود احمد، محاضرات حدیث، ص: ۱۹۸

## سند اور اسناد کی تعریف

لغت میں اسناد ”اَسْنَدٌ“ کا مصدر ہے اور اس سے مراد اونچی زمین، پہاڑ یا بلندی پر چڑھنا ہے۔ اسی طرح سند لغت میں معتمد کو بھی کہتے ہیں کیونکہ متن کا سہارا اور اعتماد سند پر ہوتا ہے۔<sup>(۱)</sup> اصطلاحی طور پر کسی قول کو اس کے قائل تک پہنچانا اسناد کہلاتا ہے، اسی طرح متن تک پہنچنے کے ذریعے کو بھی اسناد کہتے ہیں، اسی طرح سند سے مراد راویوں کا وہ سلسلہ ہے جو حدیث کے ابتدائی راوی یا جامع سے لے کر رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی تک پہنچتا ہے۔ محدثین کے ہاں سند اور اسناد ایک ہی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔<sup>(۲)</sup>

## متن کی تعریف

متن لغت میں سخت اور اونچی زمین کو کہتے ہیں جبکہ محدثین کی اصطلاح میں اس سے مراد کلام کا وہ حصہ ہے جہاں سند ختم ہو جاتی ہے<sup>(۳)</sup>۔ ذیل کی سطور میں ایک مثال کے ذریعے سے سند اور متن کی وضاحت کی جاتی ہے۔

"حدثنا محمد بن عبید الغبري حدثنا أبو عوانة عن أبي حصين عن أبي صالح عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار"<sup>(۴)</sup>

اس حدیث میں پہلا جزء جو راویوں پر مشتمل ہے، سند کہلاتا ہے۔ جبکہ دوسرا جزء جس کو خط کشیدہ کیا گیا ہے اور جس میں حکم بیان کیا گیا ہے، متن کہلاتا ہے۔

## قرآن مجید میں اسناد کی اہمیت

قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ کی رو سے یہ بات ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جو بات منسوب کی جائے وہ ہر اعتبار سے قطعی اور یقینی ہو، تاکہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو پورے اطمینان اور شرح صدر کے ساتھ یہ بات معلوم ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے کن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے اور کن چیزوں سے منع فرمایا ہے۔ ذیل کی سطور میں اس اصول کے بارے میں قرآن مجید کی آیات پیش کی جاتی ہیں:

(۱) زبیدی، محمد بن محمد بن عبد الرزاق الحسینی، (س-ن)، تاج العروس من جواهر القاموس، دار الہدایہ، بیروت۔ ص: ۲۱۵-۲۱۶

(۲) حموی، ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم بدر الدین، (س-ن)، المنہل الروی فی مختصر علوم النبوی، دار الفکر، دمشق۔ ص: ۳۰

(۳) ۱۔ ایضاً: ص: ۳۰

۲۔ زبیدی، تاج العروس، ۳۶/۱۲۶-۱۲۶

(۴) مسلم، مسلم بن الحجاج، (۶۲۰۰۳)، الصحیح، دار الفکر، بیروت، لبنان۔ ۱۰/۱، رقم: ۳

(۱) - ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾<sup>(۱)</sup>

"اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (غیر ذمہ دار شخص) خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم نادانی سے کچھ لوگوں کو نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کئے پر پچھتاؤ۔"

یہ آیت اگرچہ براہ راست حدیث سے متعلق نہیں ہے لیکن اس سے یہ اصول نکلتا ہے کہ ہر خبر کی تحقیق کرنی چاہئے۔ جب دنیاوی معاملات میں تحقیق کی اتنی اہمیت ہے تو حضور ﷺ کے قول، فعل اور تقریر کے بارے میں خبر دینا تو بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ اس لئے اس بات کی تحقیق کرنا اور اس بات کو یقینی بنانا کہ یہ حضور ﷺ کی حدیث ہے، انتہائی ضروری ہے۔

(۲) - ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ﴾<sup>(۲)</sup>

"اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو آزما کر دیکھو۔"

یہ آیت صلح حدیبیہ کے بعد اس وقت نازل ہوئی جب مکہ مکرمہ سے بڑی تعداد میں خواتین نے ہجرت کر کے مدینہ آنا شروع کیا اور ہر عورت نے یہ کہا کہ چونکہ اس نے اسلام قبول کیا ہے، اسے مدینہ میں رہنے کی اجازت دی جائے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہر عورت کے دعویٰ کو قبول کیا جائے یا اس کی تصدیق و تحقیق کی جائے۔ حالانکہ یہ معاملہ ایک اعتبار سے بڑا اہم بھی تھا، کیونکہ جو عورت اسلام قبول کر چکی ہے اور اس نے حضور ﷺ کو دیکھا بھی ہے تو وہ صحابیہ ہو گئی۔ اس کے باوجود بھی "فامتحنوهن" کا حکم دیا جا رہا ہے<sup>(۳)</sup>۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کا دعویٰ ہو کہ وہ صحابی رسول ﷺ ہے تو اس دعویٰ کی تحقیق کر لینی چاہئے۔

(۳) - ﴿وَأَشْهَدُوا ذَوِي عَدْلٍ مِّنكُمْ﴾<sup>(۴)</sup>

"اور اپنے میں سے دو منصف افراد کو گواہ بنا لو۔"

(۱) سورۃ الحجرات، ۶/۳۹

(۲) سورۃ الممتحنہ، ۱۰/۶۰

(۳) پانی پتی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، (س-ن)، تفسیر مظہری، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ۔ ۲۶۳/۹

(۴) سورۃ الطلاق، ۲/۶۵

شہادت اور روایت میں کئی وجوہ سے فرق پایا جاتا ہے لیکن کئی اعتبار سے ان میں مماثلت ہے۔ اس لئے جس طرح گواہ کے لئے قابل اعتماد اور عادل ہونا ضروری ہے، اسی طرح راوی کے لئے بھی بنیادی وصف عدالت ہے۔ مذکورہ آیت س جہاں گواہ کے لئے عادل ہونا ضروری ہے۔ وہاں اس سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ راوی بھی عادل ہو۔ قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیات کریمہ سے اسناد کی تحقیق کا اصول ملتا ہے۔

**احادیث کی روشنی میں سند کی اہمیت:**

جب ہم حضور ﷺ کی احادیث پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ حضور ﷺ سے ہر بات کو آگے منتقل کرنے سے پہلے خوب تحقیق کا حکم دیا ہے۔ ذیل کی سطور میں اس نوعیت کی چند احادیث بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) - "عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع"<sup>(۱)</sup>

"کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ جو بات سنے اسے آگے بیان کر دے۔"

اس حدیث میں ہمیں واضح طور پر حکم ملتا ہے کہ جب کوئی بات سنو تو اس کی تحقیق کر لیا کرو، اگر سچی ثابت ہو جائے تو آگے بیان کرو، ورنہ سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے آگے بیان نہ کرو۔ جب عام باتوں میں تحقیق کا حکم دیا جا رہا ہے تو روایت حدیث تو بہت ہی اہمیت کی حامل ہے، اس لئے اس میں تو تحقیق کرنا لازمی ہے۔

(۲) - "عن بن عباس عن النبي ﷺ قال اتقوا الحديث عني إلا ما علمتم فممن كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار ومن قال في القرآن برأيه فليتبوأ مقعده من النار"<sup>(۲)</sup>

"حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے حدیث بیان کرنے میں پرہیز کرو مگر ایسی حدیث جن کا تم علم رکھتے ہو، اس لئے کہ جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔"

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ صرف وہ احادیث آگے روایت کرنی چاہئیں جن کے بارے میں یقینی طور پر علم ہو کہ یہ حدیث حضور ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔ اور حقیقت تک رسائی بغیر تحقیق کے ناممکن ہے۔ اس لئے حضور ﷺ کی احادیث کی تحقیق ضروری ہے۔

(۱) مسلم، مسلم بن الحجاج، (۲۰۰۳ء)، الصحیح، دار الفکر، بیروت، لبنان۔ ۱۰/۱، رقم: ۵

(۲) ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، (دون السنن)، السنن، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔ ۱۹۹/۵، رقم: ۲۹۵۱

(۳) - "عن فاطمة بنت قيس رضی اللہ عنہا قالت: فلما حللت ذكرت له أن معاوية بن أبي سفيان وأبا جهم خطباني فقال رسول الله ﷺ أما أبو جهم فلا يضع عصاه عن عاتقه، وأما معاوية فصعلوك لا مال له أنكحي أسامة بن زيد"<sup>(۱)</sup>

"حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ جب میں اپنی عدت سے فارغ ہوئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا کہ معاویہ بن ابی سفیان اور ابو جہم رضی اللہ عنہم نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو جہم تو اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے نہیں ہٹاتے اور معاویہ فقیر آدمی ہے، اس کے پاس مال نہیں ہے۔ اسامہ بن زید سے نکاح کر لو۔"

اس حدیث میں ایک عورت کی خیر خواہی کی بناء پر دو صحابیوں کے عیب ان کی عدم موجودگی میں بیان کیے گئے ہیں کیونکہ اس سے مقصود ایک عورت بلکہ ایک خاندان کی خیر خواہی ہے۔ جب اس کو غیبت قرار نہیں دیا جاسکتا تو دین کے تحفظ کے لئے راویوں کی تحقیق کرنا اور ان پر جرح و قدرح کرنا بھی امت مسلمہ کی خیر خواہی شمار ہوگی۔

(۴) - "عن أبي هريرة يقول قال رسول الله ﷺ يكون في آخر الزمان دجالون كذابون يأتونكم من الأحاديث بما لم تسمعوا أنتم ولا آباؤكم فإياكم وإياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم"<sup>(۲)</sup>

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آخری زمانے میں ایسے جھوٹے دجال پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی روایات لائیں گے جن کو نہ تم نے سنا، نہ تمہارے باپ دادوں نے، تم ان سے دور رہو، وہ تم کو گمراہی اور فتنہ میں ڈالنے نہ پائیں۔"

(۵) - "عن المغيرة بن شعبة سمعت رسول الله ﷺ يقول: يكون في آخر الزمان دجالون كذابون يأتونكم من الأحاديث بما لم تسمعوا أنتم ولا آباؤكم فإياكم وإياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم"<sup>(۳)</sup>

(۱) مسلم، مسلم بن الحجاج، (۲۰۰۳ء)، ۱، الصحیح، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۲/۱۱۱۳، رقم: ۱۳۸۰

(۲) مسلم، ۱، الصحیح، ۱۲/۱، رقم: ۷۰

(۳) مسلم، ۱، الصحیح، ۱۰/۱، رقم: ۴۰



"حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ پر جھوٹ باندھنا ایسا نہیں جس طرح کہ تم ایک دوسرے پر جھوٹ باندھتے ہو، اس لئے کہ جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔"

مذکورہ بالا تمام روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور ﷺ کی احادیث قبول کرنے اور بیان کرنے میں احتیاط کا دامن ہر وقت تھامنا ضروری ہے۔ اسی طرح احادیث رسول ﷺ کی پہچان کے سلسلے میں سند کی اہمیت بھی واضح ہوگئی کہ راوی کے صادق و کاذب ہونے کی پہچان سند کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

### صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسناد و جرح

سند کی تحقیق اور اس بارے میں سوال و جواب عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شروع ہو گیا تھا۔ ابتداء میں تو صرف اتنی تحقیق کی جاتی تھی کہ صحابی رسول ﷺ جو روایت بیان کر رہے ہیں وہ ان کو صحیح طور پر یاد بھی ہے یا نہیں۔ جہاں انہیں سو فیصد یقین ہوتا تھا کہ صحابی رسول ﷺ جو بات بیان فرما رہے ہیں وہ اپنے قطعی یقین اور مشاہدہ کی بنیاد پر بیان کر رہے ہیں اور اس میں بھول چوک کا امکان نہیں، وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تحقیق و تصدیق کے عمل کو نظر انداز کرتے تھے۔

تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سند اور راویوں کے بارے میں تحقیق کا سلسلہ سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شروع کیا۔ حالانکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سوا دو سال خلیفہ رہے اور ظاہر ہے کہ ان کے سامنے جو لوگ احادیث بیان کرتے تھے وہ سارے کے سارے صحابہ تھے، لیکن اس کے باوجود انہوں نے تصدیق و تحقیق کی روش اس لئے اپنائی کہ لوگ یہ ذہن نشین کر لیں کہ کوئی چیز حضور ﷺ کی طرف غلط منسوب نہ ہو۔ اس سلسلے میں ایک مشہور واقعہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس میں ایک عورت آئی اور کہا کہ مجھے پوتے کی میراث سے حصہ دلوادیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا کہ مجھے قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ میں تمہارا حصہ معلوم نہیں، آپ اب چلی جائیں، میں اس سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے معلوم کروں گا۔ اس کے بعد لوگوں سے پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ حضور ﷺ نے دادی کو سدس دیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہارے علاوہ کوئی اور بھی ہے جو اس واقعہ کا گواہ ہو؟ اس پر ایک صحابی رسول ﷺ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ میں اس کا گواہ ہوں۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو چھٹا حصہ دیا۔<sup>(۱)</sup>

(۱) ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، (س-ن)، السنن، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۲۱/۳، رقم: ۲۸۹۴

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابی رسول ﷺ کی حدیث کو فوراً قبول نہیں کیا بلکہ مزید سند اور گواہ کے بعد حدیث کو قبول فرمایا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔

اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی سند کی تصدیق و تحقیق ثابت ہے۔ ان کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے ملنے گئے۔ وہاں جا کر جب دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے کسی نے جواب نہیں دیا، جب دوسری دفعہ کھٹکھٹایا تو بھی کوئی جواب نہیں ملا، جب تیسری مرتبہ دروازہ کھٹکھٹایا اور کوئی جواب نہ ملا، تو وہ واپس ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے پیچھے کسی کو بھیجا اور انہیں بلایا اور پوچھا کہ آپ گھر میں کیوں داخل نہیں ہوئے؟ تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اجازت لینا تین دفعہ ہے۔ اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ہے وگرنہ واپس ہو جاؤ۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس اس حدیث پر کوئی دوسرا گواہ ہے؟ اگر تم نے گواہ نہ پیش کیا تو تمہیں سزا دوں گا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں پہنچے جہاں انصار بیٹھے ہوئے تھے، انہیں یہ واقعہ سنایا۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ گواہی کے لئے چلے گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے گواہی پیش کی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے شکایت کی کہ میں احادیث کے معاملہ میں بہت امانت دار ہوں اور میں پوری ذمہ داری سے بات کر رہا تھا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دیکھیے، میں نے آپ پر کوئی الزام نہیں لگایا، میں آپ پر کوئی تہمت نہیں لگا رہا کہ خدا نخواستہ آپ غلط بیانی کر رہے ہیں، لیکن مجھے اندیشہ ہوا کہ آپ لوگوں کو بار بار احادیث بیان کرتے دیکھ کر اور ہمیں آسانی سے قبول کرتے دیکھ کر لوگوں میں یہ جرأت پیدا نہ ہو جائے کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جو چاہیں ہر وقت بیان کر دیں<sup>(۱)</sup>۔

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم راوی کے بارے میں تحقیق کرتے تھے اور اس سلسلے میں جو بھی احتیاطی تدابیر اختیار کی جاسکتی تھیں وہ اختیار فرماتے تھے۔ اسی طرح یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ رجال کے بارے میں تفتیش اور روایت میں تحقیق کی ابتداء حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے کی۔ احادیث کی جانچ کے سلسلے میں ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سختی کرنے کی وجہ یہی تھی کہ بعد میں آنے والے حدیث کے سلسلے میں جھوٹ نہ بولیں، وگرنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذات اس طرح کے شبہات سے بالاتر تھی<sup>(۲)</sup>۔

یہ سلسلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے تک جاری رہا، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے زیادہ کسی اہتمام کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اس لیے کہ روایت کرنے والے سب صحابی رسول ﷺ تھے، صحابہ کرام رضی

(۱) مالک بن انس، (س-ن)، الموطأ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۲/۹۶۳، رقم: ۱۷۳۱

(۲) ابن حبان، محمد بن حبان، (س-ن)، الجرح و الحین من المحدثین، دار الوعی، حلب، ۱/۳۸

اللہ عنہم ایک دوسرے کو جانتے تھے، اس لیے وہاں اس شبہ کی گنجائش نہیں تھی کہ روایت کرنے والا صحابی ہے یا نہیں، کیونکہ غیر صحابی تو صحابی ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے سوائے اس کے کہ حلفیہ بیان لیا جائے یا کسی دوسرے صحابی کی گواہی شامل کر لی جائے، کسی اور چیز کی ضرورت نہیں تھی۔

### دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد اسناد و جرح

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دنیا سے چلے جانے کے بعد تابعین کا دور شروع ہوا۔ یہ لوگ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تربیت یافتہ تھے اور تقویٰ و طہارت اور اخلاق و کردار کے بلند معیار پر فائز تھے، لیکن اس کے باوجود ہر عام تابعی کا معیار اس درجے کا نہیں تھا جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خاص تربیت یافتہ تابعین کا تھا۔ پھر حافظہ و ضبط اور بات سمجھنے میں بھی سب کا معیار ایک جیسا نہیں تھا۔ اس لیے اس بات کا امکان پیدا ہوا کہ تابعین میں سے کوئی بزرگ کسی حدیث کو اس کے سیاق و سباق میں نہ سمجھ سکے اور بات کو اصل مفہوم اور پس منظر سے ہٹ کر کسی اور مفہوم میں بیان کر دے، چنانچہ اس مقصد کے لئے اسناد کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی۔

اسی طرح جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو مختلف فرقے اور گروہ وجود میں آگئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دروغ بیانی کا آغاز ہوا۔ صحابہ و تابعین نے وضع حدیث کے ان رجحانات کا اہتمام کے ساتھ سد باب کیا۔ حدیث کے راویوں سے سند طلب کرنے میں سختی اختیار کی اور صحیح حدیث کے لئے سند کو لازم و ملزوم ٹھہرایا۔ چنانچہ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لم یكونوا يسألون عن الإسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سمو لنا رجالكم فينظر إلى أهل السنة فيؤخذ حديثهم وينظر إلى أهل البدع فلا يؤخذ حديثهم"<sup>(1)</sup>

"لوگ سند کے بارے میں نہیں پوچھا کرتے تھے مگر جب فتنہ ظاہر ہوا تو انہوں نے روایت کرنے والوں سے کہا: ان لوگوں کا نام ہمیں بتاؤ جن لوگوں سے تم نے حدیث سنی ہے۔ اسی طرح سے جو سنت کا حامل ہوتا اس کی حدیث لے لی جاتی اور جو بدعتی ہوتا اس کی حدیث چھوڑ دی جاتی۔"

امام مسلم رحمہ اللہ نے مجاہد رحمہ اللہ کے حوالہ سے ایک اور واقعہ نقل فرمایا ہے کہ بشیر بن کعب عدوی، ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حدیث بیان کرنا شروع کی اور بار بار قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے، لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی بات کو کوئی خاص توجہ نہ دی۔ بشیر بن کعب عدوی کہنے لگا، میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور آپ اعراض کر رہے ہیں۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو سمجھاتے

ہوئے فرمایا کہ ہم پر ایک زمانہ یوں گزرا ہے کہ جب کوئی شخص یہ کہتا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو ہماری نگاہیں فوراً بے ساختہ ہو جاتی تھیں اور اپنے کانوں کو اسی طرف جھکا دیتے تھے۔ مگر اس وقت آپ ﷺ کی طرف حدیثوں کو گھڑ کر جھوٹ بولنے والوں کا رواج نہیں تھا۔ مگر اب لوگوں میں جھوٹ اور سچ کی تمیز جاتی رہی ہے، تو ہم اس شخص سے حدیث قبول کرتے ہیں جس کو ہم جانتے ہوں<sup>(۱)</sup>۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ امام شعبی رحمہ اللہ سے ربيع نے کہا کہ جو شخص "لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد يحيي ويميت وهو على كل شيء قدير" دس بار کہے گا، اسے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔ امام شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ربيع سے پوچھا کہ آپ کو یہ حدیث کس نے بیان کی؟ کہنے لگے، عمرو بن ميمون ازدی نے، میں عمرو بن ميمون ازدی سے ملا، ان سے پوچھا کہ یہ حدیث آپ کو کس نے بیان کی ہے؟ انہوں نے کہا عبد الرحمن بن ابی لیلی نے، میں ابن ابی لیلی سے ملا اور پوچھا کہ یہ حدیث آپ کو کس نے بیان کی ہے؟ انہوں نے کہا کہ صحابی رسول ﷺ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے<sup>(۲)</sup>۔

یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ فرماتے کہ امام عامر الشیبی رحمہ اللہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسناد کے بارے میں تحقیق و جستجو کی باقاعدہ بنیاد ڈالی۔<sup>(۳)</sup>

سند کے بارے میں تحقیق کا یہ سلسلہ کبار تابعین کے دور میں جاری رہا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کے بعد جب کبار تابعین کا دور بھی ختم ہوا اور احادیث کے سلسلے میں بے احتیاطی شروع ہونے لگی، تو اسناد نے ضرورت کی شکل اختیار کی اور جو شخص یہ چاہتا کہ اس کی روایت قبول ہو وہ سند ضرور بیان کرتا<sup>(۴)</sup>۔

صغار تابعین کے دور میں سند ذکر نہ کرنا ناقابل معافی جسارت قرار دیا گیا۔ عتبہ بن حکیم فرماتے ہیں:

میں اسحاق بن ابی فروہ کے پاس تھا، وہاں ابن شہاب زہری بھی موجود تھے۔ ابن ابی فروہ نے بغیر سند حدیث بیان کی، زہری نے کہا کہ ابن ابی فروہ! اللہ تجھے برباد کرے، تو دین کے بارے میں کتنا جری ہو گیا ہے کہ اپنی حدیث کی سند ہی بیان نہیں کرتا<sup>(۵)</sup>۔

(۱) مسلم، ۱، صحیح، ۱۲/۱

(۲) ابن عبد البر، ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ، (س-ن)، التمهيد لمآني الموطأ من المعاني والاسانيد، وزارت عموم الاوقاف والشؤون الاسلاميه، المغرب- ۱/۵۵

(۳) آکرم بن ضیاء العمری، (س-ن)، بحوث فی تاریخ السنۃ المشرقة، بساط، بیروت- ص ۵۰

(۴) ایضاً: ص: ۵۰

(۵) ابوسلمان سراج الاسلام حنیف، (۲۰۰۷ء)، معرفۃ علوم الحدیث، دارالقرآن والسنة، شہباز گڑھی، مردان- ص ۱۱

اس کے بعد سند کا مطالبہ کیا جانے لگا کیونکہ اسناد کے بغیر رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی تصدیق اور تحقیق اس کے بغیر مشکل تھی، چنانچہ عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ نے فرمایا:

"الإسناد من الدين، ولولا الإسناد، لقال من شاء ما شاء"<sup>(۱)</sup>

"اسناد دین کا حصہ ہے، اگر اسناد کا عمل نہ ہوتا تو دین کے بارے میں جس کا جی چاہتا کہہ دیا کرتا۔"

اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے، اسناد کے عمل کو لازم قرار دیا گیا، اور یہ بات مسلمانوں کے علمی مزاج کا حصہ بن گئی کہ جو علمی بات کسی کے سامنے کہی جائے وہ پوری سند کے ساتھ کہی جائے۔ سند کا یہ تصور صرف اور صرف مسلمانوں کی روایت میں پایا جاتا ہے۔ کسی اور قوم کی مذہبی یا غیر مذہبی روایت میں سند کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔

چونکہ اب سند کو دین کا حصہ قرار دیا گیا تو راویوں کا کردار اور شخصیت زیر بحث آنا شروع ہوا اور یوں علم رجال کی بنیاد پڑی، چنانچہ تابعین میں سے حسن بصری اور محمد بن سیرین رحمہم اللہ نے علم رجال کے کام کا آغاز کیا۔ اس ضمن میں تو پہلا کام یہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں معلومات اکٹھی کی جائیں اور ان کے حالات جمع کیے جائیں تاکہ صحابی اور غیر صحابی کا پتہ چل سکے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد جیسے جیسے زمانہ بڑھتا گیا، علماء حدیث، رجال پر معلومات جمع کرتے رہے اور اس طرح پانچویں صدی تک رجال کی معلومات مکمل طور پر جمع ہو گئیں۔ یوں پانچ چھ لاکھ شخصیات کا تذکرہ ہمارے سامنے آ گیا، اور ان شخصیات کی بنیاد پر ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ کسی شخص نے حضور ﷺ کے بارے میں جو بیان دیا ہے اس کی تاریخی حیثیت کیا ہے۔

**علم رجال کی اہمات الکتب:**

جب علم الرجال وجود میں آیا تو اہل علم نے اس پر متنوع انداز میں کتابیں تالیف فرمائیں۔ بعض حضرات نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سوانح کو موضوع بنایا جو معرفۃ الصحابہ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ بعض نے صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے حالات جمع کیے جو طبقات کے نام سے معروف ہیں، اور بعض حضرات نے راویان حدیث کی توثیق و تخریج کو موضوع بنایا اور علم جرح و تعدیل کی کتابیں وجود میں آ گئیں۔ ذیل کی سطور میں پہلے معرفۃ الصحابہ کے متعلق اہم کتابوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد علم رجال اور جرح و تعدیل کے متعلق چند کتابوں کا تذکرہ کیا جائے گا۔

(۱) مسلم، ۱، ص ۱۳/۱

معرفۃ الصحابہ کے متعلق بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن ان میں سب سے قدیم کتاب علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ کی "الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب" ہے۔ جو آج بھی دستیاب ہے۔ اس کتاب میں تقریباً ساڑھے سات ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ ہے۔ اس موضوع پر اس کے بعد علامہ ابن الاثیر جزیری رحمہ اللہ نے ایک کتاب تحریر فرمائی جس کا نام "أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ" ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تذکرے کے متعلق ایک کتاب علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی تحریر فرمائی ہے۔ اس کا نام "الإصابة فی تمییز الصحابۃ" ہے اور اس میں بارہ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ ہے۔ اس سلسلے کی ایک اور کتاب علامہ ابن سعد رحمہ اللہ کی "طبقات ابن سعد" ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے اپنے زمانے تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت جتنے بھی راویان حدیث تھے، ان سب کے حالات قلمبند کئے ہیں۔

یہ تمام کتابیں آج کل ہر جگہ دستیاب ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں براہ راست معلومات کا مستند ترین، جامع اور بہترین ذخیرہ ہیں۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کا پورا نقشہ ہمارے سامنے آجاتا ہے۔

اسی طرح علم رجال پر بھی بہت کام ہو چکا ہے اور محدثین کرام نے اس فن کو غیر معمولی توجہ دی ہے اور راویوں کے احوال پر بڑی بڑی کتابیں تالیف فرمائی ہیں۔ ان کتب میں سے بعض کتابیں تو انتہائی جامع انداز میں لکھی گئی ہیں اور ان میں ضعیف و ثقہ ہر طرح کے راویوں پر بحث کی گئی ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ بعض محدثین نے صرف ضعیف راویوں پر اور بعض نے صرف ثقہ راویوں پر قلم اٹھاتے ہوئے تفصیلی بحث کی ہے۔ ذیل میں ان کتب میں سے چند اہم کتب کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور ان کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

جرح و تعدیل پر لکھی جانے والی کتب کو تین قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

(الف) ضعیف راویوں پر لکھی جانے والی کتب

(ب) ثقہ راویوں پر لکھی جانے والی کتب

(ج) ضعیف و ثقہ ہر دو قسم کے راویوں پر مشتمل کتب

**(الف) ضعیف و ثقہ راویوں پر مشتمل کتب**

محدثین کرام نے ثقہ اور ضعیف راویوں کے بارے میں کثرت سے کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ ان میں سے بعض

اہم اور مطبوعہ کتب درج ذیل ہیں:

## ۱ - التاريخ الكبير

یہ کتاب امام ابو عبد اللہ محمد بن ابوالحسن بن ابراہیم بن المغیرۃ البخاری متوفی ۲۵۶ھ کی تالیف ہے<sup>(۱)</sup>۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کتاب کے حوالے سے خود ذکر فرمایا ہے کہ میں اپنے بھائی اور والدہ کے ہمراہ حج کے سفر پر گیا۔ فریضہ حج ادا کرنے کے بعد بھائی اور والدہ تو واپس آگئے لیکن میں علم حدیث کے حصول کے سلسلے میں وہاں رہ گیا۔ جب میری عمر اٹھارہ سال ہوئی تو میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے مسائل و احکام آپ ﷺ کے روضہ مبارک کے قریب لکھنا شروع کیے<sup>(۲)</sup>۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کتاب میں ۸۲۷۱۳ راویوں کے تراجم جمع کیے ہیں۔ اگرچہ بہت سے راویوں کا تذکرہ اس کتاب میں موجود نہیں، لیکن اس کے باوجود بھی یہ اس سلسلے کی ایک ضخیم کتاب ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کتاب کے علاوہ راویوں کے متعلق "التاریخ الاوسط" اور "التاریخ الصغیر" بھی تالیف کی ہیں۔ یہ دونوں کتب بھی ضعفاء اور ثقات راویوں سے متعلق ہیں۔

## ۲ - الجرح والتعديل

یہ کتاب امام ابو محمد عبد الرحمن بن ابی حاتم محمد بن ادريس بن المنذر بن داؤد بن مهران التیمی الرازی متوفی ۳۲۷ھ کی تالیف ہے<sup>(۳)</sup>۔ مؤلف ابن ابی حاتم کے نام سے مشہور ہیں۔ جرح و تعدیل کے فن میں ان کی یہ کتاب انتہائی جامع ترین ہے۔ اس کتاب کی ابتداء میں انہوں نے ایک مفید اور طویل مقدمہ "تقدمة المعرفة لکتاب الجرح والتعديل" کے نام سے تحریر کیا ہے جس میں سند کی اہمیت، راویوں کے مراتب اور طبقات، صحابہ کرام، تابعین اور اتباع تابعین کا تعارف اور نقاد اہل علم کے حالات زندگی اور چار طبقات میں ان کی تقسیم فرمائی ہے۔

## ۳ - الکمال فی اسماء الرجال

یہ کتاب امام عبد الغنی بن عبد الواحد بن علی بن سرور المقدسی دمشقی ابو محمد تقی الدین متوفی ۶۰۰ھ کی تالیف ہے۔ اس کتاب میں فاضل مؤلف نے صحیحین اور سنن اربعہ کے راویوں کے حالات جمع کیے ہیں۔ کتاب کو انہوں نے دو

(۱) ذہبی، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد (۲۰۰۶ء)، دار الحدیث، قاہرہ۔ ۳۱۹/۱۲

(۲) ایضا: ۳۰۰/۱۲

۲- خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت (س-ن)، تاریخ بغداد، دار الغرب الاسلامی، بیروت۔ ۷/۲

(۳) ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۱۳/۲۶۳

حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کیا ہے اور دوسرے حصہ کی ابتداء تابعین سے کی ہے اور اس کے بعد دیگر راویوں کا تذکرہ کیا ہے۔

#### ۴ - تہذیب الکمال فی اسماء الرجال

یہ کتاب امام یوسف بن عبد الرحمن بن یوسف ابو الحجاج جمال الدین ابن الزکی ابی محمد القضاعی الکلبی المزنی متوفی ۷۴۲ھ کی تالیف ہے۔ حافظ مزنی نے جب "الکمال" کا مطالعہ کیا تو انہیں محسوس ہوا کہ اس کتاب میں راویوں کے اسماء میں بہت نقص اور وہم پائے جاتے ہیں، چنانچہ ان کے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ انہی معلومات کی بنیاد پر ایک ایسی کتاب مرتب کرنی چاہیے جو مذکورہ نقائص سے پاک ہو۔ چنانچہ انہوں نے "تہذیب الکمال" تحریر فرمائی۔

#### ۵ - التذکرۃ بمعرفۃ رجال الکتب العشرۃ

یہ کتاب امام شمس الدین ابو الحسن محمد بن علی بن الحسن بن حمزہ الدمشقی متوفی ۶۷۵ھ کی تالیف ہے۔ اس کتاب کی تالیف کا سبب مؤلف نے کتاب کے مقدمہ میں خود تحریر کیا ہے کہ حافظ المقدسی کی الکمال بہت طویل تھی، چنانچہ میں نے اس کی تلخیص کی۔ میں نے اس کتاب میں صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتابوں کے راویوں کو حذف کیا۔ البتہ ائمہ اربعہ کے اقوال و اسانید کی اہمیت کے پیش نظر ان کے رجال کو اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے<sup>(۱)</sup>۔

#### ۶ - تہذیب التہذیب

یہ کتاب امام ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی تالیف ہے۔ یہ کتاب کتب ستہ کے مؤلفین کے احوال و حالات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی انہوں نے خود ہی تلخیص کی ہے اور اس کا نام "تقریب التہذیب" رکھا ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے کوشش کی ہے کہ راوی کے حالات مختصراً دو تین جملوں میں آجائیں۔ جرح و تعدیل کی کتب کے سلسلے میں حافظ ابن حجر کی یہ دونوں کتابیں نہایت ہی اہم کاوش ہیں۔

#### (ب) ثقہ راویوں کے بارے میں تصانیف

محدثین کرام نے جس طرح ثقہ اور ضعیف راویوں پر مشتمل کتب تحریر فرمائی ہیں، اسی طرح صرف ثقہ راویوں کے بارے میں بھی کتب تحریر کی ہیں۔ ذیل کی سطور میں اس سلسلے کی چند اہم کتابوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

(۱) مقدمۃ التذکرۃ بمعرفۃ رجال الکتب العشرۃ: ج: ۱، ص: ۴۔



## ۱ - کتاب الثقات

یہ کتاب امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی متوفی ۲۶۱ھ کی تالیف ہے۔ حافظ نورالدین ہیشمی کی ترتیب سے یہ کتاب مکمل طور پر موجود ہے۔ حافظ عجلی کو متساہل نقاد میں شمار کیا جاتا ہے جیسا کہ علامہ البانی نے اس کا ذکر کیا ہے<sup>(۱)</sup>۔

## ۲ - کتاب الثقات

یہ کتاب امام محمد بن احمد بن حبان البستی متوفی ۳۵۴ھ کی تالیف ہے۔ ابن حبان نے یہ کتاب طبقات پر مرتب کی ہے۔ انہوں نے ثقہ راویوں کے بارے میں ایک دوسری کتاب "مشاہد علماء الامصار" کے نام سے بھی تحریر کی ہے۔

## ۳ - کتاب الثقات

یہ کتاب امام ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی المعروف بابن شاہین متوفی ۳۸۵ھ کی تالیف ہے۔ ان کی تالیف ثقات کے بارے میں اہم کتاب شمار ہوتی ہے۔ انہوں نے راوی کے حالات انتہائی مختصر انداز میں بیان فرمائے ہیں۔ ان کی کتاب میں تراجم کی تعداد ۱۶۶۰ ہے۔

## (ج) ضعیف راویوں پر لکھی جانے والی کتب

محدثین کرام رحمہم اللہ نے جس طرح ثقہ راویوں کے بارے میں کتابیں تالیف فرمائیں، اسی طرح ایسی کتب بھی تالیف کیں جو صرف ضعیف راویوں کے متعلق ہیں۔ ذیل کی سطور میں اس سلسلے کی چند کتب کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

## ۱ - معرفۃ المجر و حین من المحدثین

یہ کتاب امام محمد بن حبان بن احمد ابی حاتم التیمی البستی متوفی ۳۵۴ھ کی تالیف ہے۔ ضعیف راویوں کے بارے میں یہ ایک اہم کتاب ہے۔ کتاب کی ابتداء میں انہوں نے ایک مفصل مقدمہ تحریر فرمایا ہے جس میں ضعیف راویوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی اہمیت، احادیث رسول ﷺ قبول کرنے میں احتیاط کی ضرورت اور جرح کے جواز وغیرہ کے موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ ابن حبان کا شمار متشدد نقاد میں ہوتا ہے اور ان کے اقوال میں شدت پائی جاتی ہے۔<sup>(۲)</sup>

(۱) ابو عبد الرحمن محمد ناصر الدین، (س-ن)، سلسلہ الاحادیث الصحیحہ و شیخ من فقہا و فوائدہا، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، ریاض- ۲/۲۱۹

(۲) ابن حجر عسقلانی، ابوالفضل احمد بن علی بن محمد، (۱۳۲۶ھ)، تہذیب التہذیب، مطبعہ دارۃ المعارف النظامیہ، ہند- ۳/۳۶۱

## ۲- اکامل فی ضعفاء الرجال

یہ کتاب امام ابو احمد عبد اللہ بن عدی بن عبد اللہ بن محمد بن مبارک بن القطان الجرجانی متوفی ۳۶۵ھ کی تالیف ہے۔ ان کی یہ کتاب ضعیف راویوں کے بارے میں ایک جامع کتاب ہے اور اس کی سات مطبوعہ جلدوں میں ۲۲۰۶ راویوں کے حالات جمع کیے گئے ہیں۔ اس فن میں ان کی اس کتاب کا شمار نہایت اہم اور مشہور کتب میں ہوتا ہے۔

## ۳- میزان الاعتدال فی نقد الرجال

یہ کتاب امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ۷۴۸ھ کی تالیف ہے۔ ضعفاء کے متعلق لکھی جانے والی کتب میں یہ اہم ترین کتاب ہے۔ انہوں نے اس سلسلے کی تمام کتب سے استفادہ کرتے ہوئے ۱۱۰۵۳ رجال کے تراجم جمع کر دیئے ہیں۔

## ۴- لسان المیزان

یہ کتاب ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی تالیف ہے۔ حافظ ابن حجر نے علامہ ذہبی رحمہ اللہ کی میزان الاعتدال کو بنیاد بنا کر اس کتاب کی تالیف کی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کتاب میں صحاح ستہ کے راویوں کو حذف کر دیا ہے کیونکہ ان راویوں کا تذکرہ انہوں نے اپنی کتاب "تہذیب الکمال" میں کیا ہے، جبکہ بعض جگہ انہوں نے کچھ ایسے تراجم کا اضافہ کیا ہے جو علامہ ذہبی رحمہ اللہ کی کتاب میں موجود نہیں ہیں۔ بہر حال حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی یہ کتاب اس سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔

## نتائج بحث

اسناد ایسا علم ہے جس کے ذریعے پانچ لاکھ شخصیات کا تذکرہ ہمارے سامنے آجاتا ہے اور ان لاکھوں شخصیات کے تعارف کی بنیاد پر ہم تقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ کسی شخص نے حضور ﷺ کے بارے میں جو بیان دیا ہے، اس کی تاریخی حیثیت کیا ہے؟ دنیا کی کوئی قوم اس باب میں مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی، یہ درست ہے کہ اسماء الرجال جیسا فن نہ ماضی میں کسی قوم کا ہوا اور نہ مستقبل میں اس کا کوئی امکان ہے کہ اس جیسا فن کسی اور قوم میں وجود میں آئے۔

☆☆☆☆

## مصادر و مراجع

۱. ابوداود، سليمان بن اشعث السجستاني، (س.ن)، السنن، دار الفكر، بيروت، لبنان
۲. اكرم بن ضياء العمري، (س.ن)، بحوث في تاريخ السنة المشرفة، بساط، بيروت
۳. پاني پتي، قاضي ثناء اللہ پاني پتي، (س.ن)، تفسير مظہري، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ
۴. ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، (دون السنة)، السنن، دار احیاء التراث العربی، بیروت
۵. ابن حجر عسقلانی، ابو الفضل احمد بن علی بن محمد، (۱۳۲۶ھ)، تہذیب التہذیب، مطبعة دائرة المعارف النظامية، ہند
۶. خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت (س.ن)، تاریخ بغداد، دار الغرب الاسلامی، بیروت
۷. ذہبی، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد (۲۰۰۶ء)، دار الحدیث، قاہرہ
۸. زبیدی، محمد بن محمد بن عبد الرزاق السیسی، (تاج العروس من جواهر القاموس، دار الہدیاء، بیروت
۹. ابن حبان، محمد بن حبان، (س.ن)، المحرر و حین من الحدیث، دار الوعی، حلب
۱۰. حاکم، محمد بن عبد اللہ النیشاپوری، (۱۹۷۷ء)، معرفة علوم الحدیث، دار الکتب العلمیہ، بیروت
۱۱. حموی، ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم بدر الدین، (س.ن)، المنہل الروی فی مختصر علوم النبوی، دار الفکر، دمشق
۱۲. ابوسلمان سراج الاسلام حنیف، (۲۰۰۷ء)، معرفة علوم الحدیث، دار القرآن والسنة، شہازگرہی، مردان
۱۳. ابو عبد الرحمن محمد ناصر الدین، (س.ن)، سلسلہ الاحادیث الصحیحہ و شیخی من فقہا و فوائدها، مکتبۃ المعارف للنشر و التوزیع، ریاض
۱۴. ابن عبد البر، ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ، (س.ن)، التمهید لما فی الموطأ من المعانی والاسانید، وزارت عموم الاوقاف و اشمون الاسلامیہ، المغرب
۱۵. مالک بن انس، (س.ن)، الموطأ، دار احیاء التراث العربی، بیروت
۱۶. مسلم، مسلم بن الحجاج، (۲۰۰۳ء)، الصحیح، دار الفکر، بیروت، لبنان

## مسلم فکر کے احیاء میں امام غزالی کا کردار

### The role of Imam Ghazali in the renaissance of Muslim thought

☆ عبد الجبار قمر

☆ ☆ ڈاکٹر اشتیاق احمد گوندل

#### ABSTRACT

Abu Hamid Al-Ghazali (450 ھ, 1058 A.C) known as “Algazel” in the West is one of the most eminent thinker of Islam, writings of Imam Ghazali influenced such great Muslims scholars like Maulana Room, Shaykh-ul-Ishraq and Shah Wali Ullah. They have reflected the rational ideas of Ghazali in their even the eminent Persian poet like Attar, Rumi, Saadi, Hafiz and Iraqi. He tried to reconcile the texts of Islam with the teaching of prevailing philosophy and science. Not only Muslims but also Western philosophers were influenced by the ethical philosophy of Imam Ghazali. Western philosophers translated his books in English, French and Latin languages. Alfred Guillaume says: “The Christian West became acquainted with Aristotle by way of Avicenna, Al-Farabi and Alghazel.” His masterpiece “Ihay-ul-Uloom” was widely read by Muslims, Jews and Christians and influenced Thomas Aquinas and even Blaise Pascal. Ghazali, undoubtedly is one of the greatest thinkers of Islam who has immensely contributed to cultivate the social, political, ethical and metaphysical outlook of Islam. Alfred Guillaoueme, “Philosophy and Theology,” the legacy of Islam, edited by Thomas Arnold and Alfred Guillaume, London: Oxford University Press, 1931.

**Keywords:** Ghazali, Thought, Knowledge, Vision.

امام غزالی کا نام محمد، آپ کا لقب حجتہ الاسلام اور آپ کی کنیت ابو حامد تھی۔ آپ کی ولادت خراساں کے ضلع طوس میں ”طاہران“ کے مقام پر ۴۵۰ھ میں ہوئی۔ صرف ۳۴ برس کی عمر میں آپ کی صلاحیتوں کے پیش نظر نظام الملک نے آپ کو مدرسہ نظامیہ بغداد کی صدارت کے لیے منتخب کیا۔ آپ نے عقائد باطلہ کے رد میں تاریخی خدمات سر انجام دیں۔ خاص طور پر فلسفہ اور باطنیہ کے رد میں آپ نے گرانقدر تصنیفات لکھیں۔

☆ پی ایچ ڈی سکالر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

امام غزالی نہ صرف اس صدی کے فکری مجدد تھے بلکہ احیائے دین میں بھی آپ نے بنیادی کردار ادا کیا۔ امام غزالی کا دور فلسفے اور باطنیت پرستی کا دور تھا۔ آپ نے معتزلہ، فلاسفہ، باطنیہ، غرضیکہ ہر فرقے میں پائی جانے والی خرابیوں کو دور کرنے کی کوشش کی۔ فلسفہ کے رد میں آپ نے تہافتہ الفلاسفہ کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اس کے اثرات نہ صرف مسلمان صوفیاء پر ہی نہیں پڑے بلکہ یورپ کے مفکرین پر بھی اس نے بڑے گہرے نقوش چھوڑے۔

امام غزالی فکر کی دنیا میں زبردست اہمیت کے مالک ہیں۔ جس طرح آفتاب طلوع ہو کر ستاروں کو ماند کر دیتا ہے، اسی طرح انہوں نے مشرق میں مسلم تاملات پر بڑی کاری ضرب لگائی۔ امام غزالی کا شمار ان چوٹی کے لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے الہیات، تصوف، منطق، اخلاقیات اور عوام کی دینی آگاہی میں غیر فانی نقوش ثبت کیے۔

پروفیسر عبدالحق لکھتے ہیں:

”امام غزالی کے نظام فکر میں سب سے زیادہ اہمیت اس کے طریقہ کار کو حاصل ہے۔ اس کا تعلق مفکرین کے اس گروہ سے ہے جن کا انداز فکر خود ان کی زندگی کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس طریقہ کار کی وضاحت ہمیں اس کی اپنی داستان حیات میں ملتی ہے۔ اپنی وفات سے کچھ ہی برس پیشتر آپ نے ایک کتاب بعنوان ”المنقذ من الضلال“ لکھی جس میں آپ نے تلاش حقائق کی خاطر اپنے ذہنی سفر کی سرگزشت پوری تفصیل کے ساتھ بیان کی۔“ (۱)

علمائے اسلام کے ہاں امام غزالی مقام و مرتبہ:

تاریخ اسلام میں جن چند کتابوں نے مسلمانوں کے دل و دماغ اور ان کی زندگی پر سب سے زیادہ اثر ڈالا ہے اور جن سے اسلامی حلقے طویل عرصہ تک متاثر رہے ہیں، ان میں ”احیاء علوم الدین“ کو ممتاز مقام حاصل ہے۔

۱ - حافظ زین الدین العراقي (۸۰۶-۷۲۵ھ) جنہوں نے اس کتاب کی احادیث کی تشریح اور تخریح کی ہے۔ وہ

فرماتے ہیں:

”امام غزالی کی احیاء علوم الدین اسلام کی اعلیٰ ترین تصنیفات سے ہے۔“ (۲)

۲ - عبد الغافر الفارسی جو امام غزالی کے معاصر اور الحرمین کے شاگردوں میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں:

”احیاء العلوم کی مثل کوئی کتاب اس سے پہلے تصنیف نہیں ہوئی۔“ (۱)

(۱) عبدالحق، ڈاکٹر، (۱۹۸۱ء)، مسلم فلسفہ، عزیز پبلشرز، لاہور۔ ص ۱۷۷

(۲) العیلاوس، تعریف الاحیاء بفضائل الاحیاء، ص ۵

۳ - شیخ محمد گازی کہتے ہیں:

”اگر دنیا کے تمام علوم مٹا دیے جائیں تو میں ”احیاء العلوم“ سے ان کو دوبارہ زندہ کر دوں گا۔“ (۲)

۴ - حافظ ابن جوزی نے بھی بعض باتوں سے اختلاف کے باوجود اس کتاب کی تاثیر اور مقبولیت کا اعتراف کیا ہے

اور اس کا خلاصہ ”منہاج القاصدین“ کے نام سے لکھا۔ (۳)

۵ - علامہ ابن تیمیہ ’الرد علی المنطقیین‘ میں لکھتے ہیں:

”أول من خلط مناطقهم بأصول المسلمین أبو حامد الغزالی“ (۴)

”پہلا شخص جس نے یونانیوں کی منطق کو مسلمانوں کے اصول میں مخلوط کر دیا وہ ابو حامد الغزالی ہیں۔“

۶ - علامہ سبکی فرماتے ہیں:

”غزالی سے بغض رکھنے والا یا تو حاسد ہو گا یا زندیق۔ بے شک ان کا درجہ عالی ان کا لقب حجتہ الاسلام سے بخوبی

نمایاں ہے اور ان کی تصنیفات اس لقب کی صداقت پر دلالت کے لیے موجود ہیں۔“ (۵)

علامہ سبکی مزید لکھتے ہیں:

”اگر اسلامی لٹریچر میں احیاء العلوم کے علاوہ اور کوئی کتاب بھی موجود نہ ہوتی تو یہ سب کا بدل ہو سکتی تھی۔“ (۶)

امام غزالی پہلے شخص ہیں جس نے علمی طور پر تصوف کے فن کو مرتب کیا ہے۔ علامہ ابن خلدون ”مقدمہ“ میں لکھتے

ہیں:

”امام غزالی نے احیاء العلوم میں دونوں طریقوں کو جمع کیا۔ چنانچہ ورع اور اقتدار کے احکام لکھنے کے ساتھ ارباب

حال کے آداب اور طریقے بتائے اور اصلاحات کی تشریح کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تصوف بھی ایک باقاعدہ علم بن

گیا۔ حالانکہ پہلے اس کا طریقہ صرف عبادت کرنا تھا۔“ (۷)

(۱) الزبیری، شرح الاحیاء، ۱: ۳۷

(۲) ابوالحسن ندوی، (س۔ن)، تاریخ دعوت و عزیمت، مجلس نشریات اسلام، کراچی۔ ۱: ۱۳۶-۱۳۷

(۳) ابوالحسن ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، ۱: ۱۳۷

(۴) ابن تیمیہ، احمد عبد الحلیم بن تیمیہ الحرانی (س۔ن)، کتاب الرد علی المنطقیین، دار ترجمان السنہ، لاہور۔ ص ۲۳

(۵) سبکی، تاج الدین بن علی بن عبد الکافی، (۱۳۱۳ھ)، طبقات الشافعیہ الکبریٰ، دار النشر بچہ للطباعہ والنشر والتوزیع۔ ۳: ۳۲۸

(۶) سبکی، طبقات الشافعیہ الکبریٰ، ۳: ۳۲۸

(۷) ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد بن خلدون الحضرمی، (۱۹۸۳ء)، مقدمہ ابن خلدون، دار الجلیل، بیروت۔ ص ۵۱۹

۷ - امام سیوطی لکھتے ہیں:

”اس بات میں جمہور کا اتفاق ہے کہ پانچویں صدی کے مجدد بلا نزاع امام غزالی ہیں۔“<sup>(۱)</sup>

سید ابوالحسن علی ندوی اپنی کتاب تاریخ دعوت و عزیمت میں لکھتے ہیں:

”ان علمی و عملی کمالات کی حامل طاقتور اور جامع شخصیت کا یہ نتیجہ تھا کہ انہوں نے عالم اسلام پر گہرا اثر ڈالا۔ ان کی عہد آفریں تصنیفات اور مباحث نے علمی حلقوں میں ایک ذہنی تموج اور فکری حریت پیدا کر دی۔ ان کو نئی غذا اور طاقت پہنچائی۔ اسلام کی جو چند شخصیتیں صدیوں تک عالم اسلام کے دل و دماغ پر اور اس کے علمی و فکری حلقوں پر حاوی رہی ہیں ان میں سے ایک امام غزالی کی شخصیت بھی ہے۔ جن کی اثر آفرینی، علمی پایہ، ان کی تصنیفات کی اہمیت اور تاثیر مخالف اور موافق سب کو تسلیم رہی ہے۔ ان کی تصنیفات ایک بڑے حلقہ میں متداول اور مقبول ہیں اور پڑھنے والوں کو آج بھی متاثر کرتی ہیں۔“<sup>(۲)</sup>

قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں:

”معقولات اور فلسفہ میں ان کا درجہ ابونصر فارابی اور بوعلی سینا کے برابر شمار کیا گیا ہے۔ بلکہ بعض علماء نے یونانی حکماء سے بھی کم ہونا تسلیم نہیں کیا۔ امام غزالی ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اسرار شریعت کو بیان کیا اور ظواہر کو قائم رکھا اور اسی کو درجہ کمال قرار دیا۔“<sup>(۳)</sup>

امام غزالی کا تجدیدی کام:

امام غزالی نے جو مجددانہ کام انجام دیا اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱- فلسفہ اور باطنیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا مقابلہ اور اسلام کی طرف سے ان کی بنیادوں پر حملہ

۲- زندگی و معاشرت کا اسلامی و اخلاقی جائزہ اور ان کی تنقید و اصلاح۔

تہافتہ الفلاسفہ نے فلسفہ کے خیالی طلسم پر کاری ضرب لگائی اور اس کے ذہنی تقدس کو کافی نقصان پہنچایا۔ اس تصنیف

نے فلسفہ کے حلقوں میں ایک اضطراب اور غم و غصہ پیدا کر دیا۔<sup>(۴)</sup>

(۱) غزالی کا تصور اخلاق، ص ۳۶۷۔

(۲) ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، ص ۱: ۱۹۳

(۳) سلیمان منصور پوری، (س۔ن)، تاریخ المشاہیر، بیت العلوم، لاہور۔ ص ۸۲-۸۳

(۴) ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، ص ۱: ۱۲۵

علمائے مغرب کہتے ہیں کہ غزالی نے مشرق میں فلسفے کی دھجیاں اڑادیں اور مغرب میں بھی اس کا یہی حشر ہوتا۔ اگر ابن رشد فلسفہ کی حمایت کے لیے نہ کھڑا ہو جاتا۔ ابن رشد کی حمایت نے اس کو سو برس تک کے لیے پھر زندگی عطا کر دی۔<sup>(۱)</sup>

امام غزالی کے پیش نظر چار قسم کے مکاتب فکر موجود تھے۔ متکلمین، باطنیہ، صوفیہ اور فلاسفہ۔ امام غزالی نے ان چاروں مکاتب اور ان کے افکار کا گہری بصیرت کے ساتھ مطالعہ کیا اور ان کے متعلق مختلف موضوعات پر کتب تصنیف کیں نیز ان کے باطل افکار کا رد کیا۔ امام ابوالحسن اشعری سے منطقی استدلال کے استعمال سے معتزلہ کے رد پر مشتمل پہلے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ جبکہ امام غزالی سے اسلامی الہیات کی نشوونما کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ امام غزالی نے فلاسفہ کے افکار پر پہلے ”مقاصد الفلاسفہ“ کے نام سے کتاب لکھی اور پھر ان فلاسفہ کی تردید میں ”تہافتہ الفلاسفہ“ کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں مختلف مسائل کے بارے میں فلسفیوں کے نظریات کا خود انہی کے منطقیانہ اسلوب کے ساتھ بطلان کیا۔

مفکرِ اخلاق کی حیثیت سے امام غزالی کو ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ امام غزالی نے اخلاقی مسئلے کو خالصتاً اسلامی زاویہ نگاہ سے دیکھنے کی کامیاب کوشش کی۔ بہترین نمونہ اخلاق کے طور پر آپ نے حضور نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی پیش کیا جنہیں قرآن میں بھی صاحبِ خلقِ عظیم قرار دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں آپ کے نظریہ اخلاق میں اسلامی تصوف کا رنگ بھی نمایاں ہے۔ امام غزالی نے اخلاقی نصب العین کی وضاحت کی اور ان اوصاف و رزائل کی فہرست پیش کی جنہیں اپنانا یا ترک کرنا اخلاقی کمال کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ آپ کا خیال تھا کہ بلند ترین اخلاقی نصب العین حب الہی ہے۔<sup>(۲)</sup>

باطنیت کا رد:

فلسفہ کے علاوہ امام غزالی نے فتنہ باطنیت کی طرف بھی توجہ کی۔ باطنیوں کی تردید میں خلیفہ وقت کے اشارہ پر تصنیف کی۔ اس کتاب کے علاوہ اس موضوع پر ان کی اور کتابیں بھی موجود ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں:

1- حجتہ الحق 2- مفصل الخلاف 3- قاسم الباطنیہ 4- فضائح الاباحیہ 5- مواہم الباطنیہ<sup>(۳)</sup>

(۱) لطفی جمعہ، (۱۹۶۳ء)، تاریخ فلاسفہ الاسلام، ترجمہ: ڈاکٹر میر ولی الدین، مسعود پبلشنگ ہاؤس۔ کراچی

(۲) عبدالخالق، ڈاکٹر، (۱۹۸۱ء)، مسلم فلسفہ، عزیز پبلشرز، لاہور۔ ص ۱۹۵-۱۹۷

(۳) ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، ۱: ۱۳۶، ۱۳۵



احیائے تصوف میں آپ کا کردار:

امام غزالی کے نزدیک صوفیہ ہی درحقیقت حق کے راستے پر ہیں۔ ان کی سیرت سب سے اچھی، ان کا اخلاق سب سے اعلیٰ اور ان کا طریقہ سب سے عمدہ ہے۔ صوفیہ کے تمام ظاہری و باطنی حرکات و سکنات مشکاة نبوت سے مشتق ہیں اور نبوت محمدی کے علاوہ روئے زمین پر کوئی ایسا نور نہیں ہے جس سے روشنی حاصل کی جاسکے۔

امام غزالی نے سالک طریقت کے لیے علم شرعی کو ضروری قرار دیا۔ متعدد مقامات پر ان الفاظ کے ذریعے حصول علم

کی تاکید فرمائی۔ آپ نے فرمایا:

”إن السعادة لا تنال إلا بالعلم والعمل“

”سعادت کا حصول علم و عمل کے بغیر ممکن نہیں۔“

امام غزالی صوفیہ کے اس گروہ کے مخالف تھے جو اپنی شہوات کو شریعت، اپنے جھوٹے اوہام کو علم الہی، نفسانی خواہشات کو حب الہی اور شریعت مصطفیٰ کی عدم پیروی کو جذب و مستی تصوف کہتے ہیں۔ امام غزالی نے بجا ایسے صوفیہ سے بیزار اور سخت برہمی کا اظہار کیا ہے۔

اصلاح تصوف میں امام غزالی کی خدمات کا اعتراف منتقدین و معاصرین سبھی نے کیا ہے۔ بلکہ مستشرقین بھی اس

میدان میں ان کے کارناموں سے متاثر نظر آتے ہیں۔

۱- امام غزالی کی تصانیف اور ان کے فلسفہ اخلاق نے صرف مسلمانوں پر گہرے نقوش مرتب نہیں کیے بلکہ مغربی مفکرین نے بھی آپ کی کتب سے نہ صرف استفادہ کیا بلکہ آپ کی اکثر کتب کے تراجم بھی لکھے۔<sup>(۱)</sup>

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

”احیاء العلوم میں یہ عام خصوصیت ہے کہ اس کے پڑھنے سے دل پر عجیب اثر ہوتا ہے۔ ہر فقرہ نشتر کی طرح دل

میں چھ جاتا ہے۔ ہر بات جادو کی تاثیر کرتی ہے، ہر نقطہ پر محویت طاری ہو جاتی ہے۔ اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ یہ

کتاب جس زمانہ میں لکھی گئی خود امام صاحب اس وقت تاثیر کے نشہ سے سرشار تھے۔“<sup>(۲)</sup>

ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ امام غزالی کی کتاب احیاء علوم الدین کے بارے میں رقمطراز ہیں:

(۱) ۱- ساجد رضا مصباحی، الغزالی، ایک تجزیاتی مطالعہ، ۱۷۳

۲- الاحسان، مدیر حسن سعید صفوی، الہ آباد: شاہ صفی اکیڈمی ۲۰۱۲ء۔

(۲) شبلی نعمانی، (س۔ن)، الغزالی، اسلامی اکادمی، لاہور۔ ص ۳۵

”امام غزالی صرف ایک بلند پایہ فقیہ، ایک صاحبِ اجتہاد متکلم اور ایک صاحبِ دل صوفی ہی نہیں ہیں بلکہ اخلاقیات اسلامی اور فلسفہ اخلاق کے ایک نامور مصنف اور ایک دقیق النظر اور نکتہ رس ماہر اخلاق و نفسیات بھی ہیں۔ اخلاق اسلامی اور فلسفہ اخلاق کی کوئی تاریخ ان کے تذکرہ کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔“<sup>(۱)</sup>

Miguel Asin نے احیاء العلوم کے بیشتر حصے کا تجزیہ امام غزالی پر لکھی جانے والی اپنی کتاب Algazel میں کیا ہے۔ Miguel Asin نے امام غزالی کی فلسفہ پر کتاب تہافتہ الفلاسفہ کے بعض حصوں کا ترجمہ بھی Algazel میں موجود ہے۔ احیاء العلوم کا مکمل لاطینی زبان میں ترجمہ H. Baver نے کیا ہے۔

احیاء العلوم میں قواعد العقائد کے عنوان سے ایک باب شامل ہے اور اب یہ علیحدہ بھی شائع ہو چکی ہے۔ اس کا ایک ملخص ترجمہ H. Baver نے اپنی کتاب Die Dogmatik al-Ghazali میں کیا ہے۔

احیاء العلوم کا ایک خلاصہ H.A. Homes نے بھی پیش کیا ہے۔

Asin نے اپنی کتاب Algazel میں امام غزالی کی کتب اقتصاد فی الاعتقاد، المضمون بہ علی غیر اہلہ اور أجوبة الغزالية فی مسائل الأخریة کا ترجمہ بھی موجود ہے۔

امام غزالی کی کتاب ”ایہا الولد“ کا ترجمہ اصل عربی متن کے ساتھ Von Hammer نے کیا ہے۔  
مقاصد الفلاسفہ:

امام غزالی کے دور میں فلسفیانہ مسائل کا بہت عروج تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ یونانی فلسفے کا رد کرنے کے لیے سب سے پہلے یونانی فلسفے کو بڑی تفصیل کے ساتھ مطالعہ کیا۔ آپ نے اپنی کتاب میں یونانی فلسفے کے مسائل نہایت ترتیب اور عمدگی کے ساتھ مرتب کیے۔ اسلامی تاریخ میں امام غزالی پہلے شخص ہیں جنہوں نے یونانی فلسفے کا تفصیلی اور تنقیدی مطالعہ کیا۔ مقاصد الفلاسفہ میں آپ نے آسان پیرائے میں منطق، الہیات اور طبیعیاتی مسائل کا خلاصہ پیش کیا اور پوری غیر جانبداری کے ساتھ فلاسفہ کے نظریات اور مباحث کو بڑی تفصیل کے ساتھ مدون کیا۔

اس کتاب میں امام غزالی نے یونانی فلسفہ کے مسائل کا رد کیا۔ فلسفہ پر دلیرانہ تنقید اور کسی حد تک تحقیر علم کلام کی تاریخ میں امام غزالی نے ایک نئے دور کا آغاز کیا۔ تہافتہ الفلاسفہ نے فلسفہ کے خیالی طلسم پر کاری ضرب لگائی اور اس کی عظمت، ذہنی تقدس کو کافی نقصان پہنچایا۔ اس کتاب کی تصنیف نے فلسفہ کے حلقوں میں ایک اضطراب اور غم و غصہ پیدا کر دیا۔ مگر سو برس تک اس کے جواب میں کوئی شایان شان کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ چھٹی صدی ہجری میں

ابن رشد (۵۹۵ھ) نے ”تہافت التہافت“ کے نام سے اس کا جواب لکھا۔ علماء مغرب کہتے ہیں کہ اگر ابن رشد فلسفہ کی حمایت کے لیے نہ کھڑا ہوتا تو فلسفہ غزالی کے حملوں سے نیم جان ہو چکا تھا۔ ابن رشد کی حمایت نے اس کو سو برس تک کے لیے پھر زندگی عطا کر دی۔<sup>(۱)</sup>

اس کتاب کا اسلامی ممالک میں پتا نہیں چلتا لیکن سپین کے شاہی کتب خانے میں اس کا نسخہ موجود ہے۔ یورپ میں اس کتاب کا عبرانی زبان میں ترجمہ ہوا۔ یہ ترجمہ فرانس کے کتب خانے میں بھی موجود ہے۔ بارہویں صدی میں اس کتاب کا لاطینی زبان میں ڈویگ گوندی سالیوموز (Domikdue Guandi Salvip) نے کیا۔ یہ ترجمہ ۱۵۰۶ء میں وینس کے مقام سے شائع ہوا۔

### المنتقد من الضلال:

امام غزالی نے حق کی تلاش کے لیے فلسفہ، علم الکلام اور اہل باطن کا لٹریچر پڑا لیکن دل کو سکون نہ ملا۔ بالآخر وہ صوفیاء کی طرف متوجہ ہوئے۔ صوفیاء کے رستے پر چل کر انہوں نے اپنے مقصود کو حاصل کر لیا۔ آپ نے اس روحانی سفر کو اپنی کتاب ”المنتقد من الضلال“ میں قلمبند کیا۔ اس طرح آپ نے ان لوگوں کی راہ کو روشن کر دیا جو تلاش حق میں سرگرداں ہیں اور جو ظاہری علوم کو انسانی فکر و ادراک کو منتہا کا نظریہ نہیں گردانتے۔ اس کتاب میں انہوں نے بیان کیا کہ صرف عقل کے ذریعے انسان حق کا سراغ نہیں پاسکتا۔

زندگی میں ایسے حقائق موجود ہیں جن کا ادراک صرف انسانی وجدان اور صوفیانہ ذوق ہی کر سکتا ہے۔ امام غزالی کے نزدیک صوفیانہ ذوق کی جولان گاہ ایسا مقام ہوتا ہے جہاں پر عقل کی رسائی نہیں۔ امام غزالی نے اپنی کتاب المنتقد من الضلال میں فلسفیوں اور اہل کلام کی کمزوریوں کی نشاندہی کی۔ وسعت مطالعہ، بصیرت اور ذاتی تجربے کی وجہ سے اپنے خیالات اور جذبات کو بیان کرنے میں انتہائی کامیاب رہے۔ یہ کتاب اس لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں ہمیں امام غزالی کی فکری، روحانی اور قلبی زندگی کی داستان ملتی ہے۔

فرانس میں اس کتاب کا ترجمہ عربی متن کے ساتھ شائع کیا گیا۔ موسیو پالیا (M. Pullia) اور موسیو شمولڈرز (M. Shmolders) نے اپنے اس مضمون میں جو فلسفہ عرب پر ہے اس کے مشکل مقامات کی تشریح کی ہے۔

(۱) لطفی جمعہ، محمد، تاریخ فلاسفۃ الاسلام، ص: ۷۲

## تہافتہ الفلاسفہ:

اس کتاب میں امام غزالی نے یونانی فلسفہ کا رد کیا۔ آپ کی اس کتاب نے فلاسفہ کے افکار پر کاری ضرب لگائی۔ اس کتاب کی تصنیف نے فلاسفہ کے حلقوں میں ایک اضطراب اور غم و غصہ پیدا کر دیا مگر سو برس تک اس کے جواب میں کوئی شایان شان کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ اس کتاب کا عبرانی زبان میں ترجمہ ہوا۔ M. Sohndelrs اور موسیو مونک M.Munk نے اس کتاب کے مضامین پر تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے۔

عیسائیوں کی طرح یہودی بھی امام غزالی کے افکار سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ خاص طور پر امام غزالی کے فلسفہ اخلاق کی تعلیمات جو ایک سند کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان کو وہ یہودیت کے بہت قریب اور مشابہ سمجھتے ہیں اور آپ کی کتب کو خاص طور پر یہودیوں نے بڑی گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ نہ صرف یہ کہ بلکہ یہودی علماء نے آپ کی تعلیمات پر مباحثے بھی کیے ہیں اور تحقیقات بھی کی ہیں۔ انہوں نے نہ صرف آپ کے فلسفہ کی تعلیمات کو بغور پڑھا ہے بلکہ تصوف کی تعلیمات کو بھی بڑی قریب سے دیکھا ہے۔ یہ کام آپ کی وفات کے ایک صدی بعد ہی شروع ہو گیا تھا۔ مارگریٹ سمٹھ نے امام غزالی پر لکھی جانے والی کتاب میں امام غزالی کے فلسفہ روحانیت اور یہودیت کے فلسفہ روحانیت میں تقابل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قبالہ کے دس نکات میں امام غزالی کی کتاب ”المعارف العقلیہ“ میں موجود ہیں۔ قبالہ ہی میں عالم روحانیت کے بیان کردہ تین مقامات عالم ناسوت، عالم علوی کا استخراج امام غزالی کے بیان کردہ صوفیاء کے سفر عروج کے تین مقامات: عالم ملکوت ۲- عالم جبروت ۳- عالم شہادت سے کیا گیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

یہودی عالم Barthebraeus نے اس تصور کو بڑی قریب سے دیکھا ہے اور اس نے امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم الدین کے حوالے جا بجا دیے ہیں۔ یہودی علماء نے امام غزالی کی کتاب میزان العمل، کیمیائے سعادت اور رسالہ ”اللذنیہ“ کے حوالے بھی جا بجا استعمال کیے ہیں اور ان کتب کا انہوں نے اپنی زبانوں میں تراجم بھی کیے ہیں۔ مارگریٹ سمٹھ لکھتی ہیں:

”اس میں کوئی شک نہیں کہ عیسائی یورپین مبلغین نے جب پہلی مرتبہ مسلمانوں کے لٹریچر کا مطالعہ شروع کیا تو سب سے پہلے وہ امام غزالی کی کتب سے متاثر ہوئے اور عیسائی مفکرین نے خاص طور پر امام غزالی کے افکار سے بہت زیادہ استفادہ کیا۔“<sup>(۲)</sup>

<sup>(۱)</sup> Margaret Smith, Al-Ghazali, Kazi Publications, Lahore. P.217

<sup>(۲)</sup> ibid

میزان العمل کا عبرانی زبان میں ترجمہ ہوا۔ ایک یہودی عالم ابراہیم حصرانی نے کیا۔ موسیو ولڈن تحصال نے لپنگ میں ۱۸۳۹ء میں شائع کیا۔ احیاء العلوم کے مشکل مقامات پر موسیو ہیتزگ (M. Hitzig) نے حاشیے لکھے۔<sup>(۱)</sup>

التفرقة بین الاسلام والزنداقہ کا ترجمہ Barbier de Maynard نے کیا ہے۔

امام غزالی کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی فکر میں ڈیکارٹ سے لے کر برگسان تک تمام مغربی فلسفے کے اہم خدوخال کی پیش بینی پائی جاتی ہے۔

### ۱ - ڈیکارٹ (Descartes) پر اثرات

امام غزالی اور فرانسیسی فلسفی ڈیکارٹ (م: ۱۹۵۶ء) کے طریقہ ہائے کار کے مابین حیرت ناک حد تک مشابہت موجود ہے۔ دونوں تشکیک کی رو سے بدیہی اصولوں کی دریافت تک پہنچے۔ دونوں کی بنیادی خواہش یہ تھی کہ وہ کسی ایسی مستحکم اساس پر اپنے نظام فکر کو استوار کریں جس میں شک و شبہ کی گنجائش موجود نہ ہو۔ بعض ناقدین نے ان دونوں کی مماثلت پر تحقیقی مباحث پیش کیے ہیں اور ان حوالوں کا بھی ذکر کیا ہے جن سے ڈیکارٹ کے بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر غزالی کے افکار سے متاثر ہونے کا ثبوت میسر آتا ہے۔ طریقہ کار کے موضوع پر دونوں مفکرین کے کتابوں کے اسلوب تک میں خاصی یکسانیت دکھائی دیتی ہے۔<sup>(۲)</sup> کاٹ جو غزالی کے صدیوں بعد پیدا ہوا۔ اس نے زمان و مکان کے مسئلہ کے بارے میں وہ سب کچھ لے لیا جو اس سلسلے میں غزالی نے لکھا تھا۔<sup>(۳)</sup>

### ۲ - پسکال (Pascal) پر اثرات:

پسکال (م: ۱۶۲۳ء) کو امام غزالی سے جو چیز قریب تر کرتی ہے وہ یہ ہے کہ پسکال بھی امام غزالی کی طرح طبیعت و فطرتِ انسانی کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ جس طرح امام غزالی نے حق کی تلاش کے لیے عقل کی بجائے وجدان کو زیادہ موزوں قرار دیا ہے اس طرح پسکال نے بھی عقل کی مخالفت کی ہے۔ اس نے کہا عقل کے راستے سے کوئی شخص دین کی بارگاہ تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ اس تک پہنچنے کی صرف ایک ہی راہ ہے۔ دل کا شعور و وجدان اور اللہ کی ہدایت و رہنمائی ہے۔ کبھی عقل بھی کسی کا ہاتھ پکڑ کر اسے مذہب کی دیوار کے سائے میں لاکھڑا کرے۔ لیکن

(۱) شبلی نعمانی، العرفان، ۵۶-۵۷

(۲) عبدالحق، ڈاکٹر، (۱۹۸۱ء)، مسلم فلسفہ، عزیز پبلشرز، لاہور۔ ص ۱۷۹

(۳) نصیر الدین خان، فلسفہ سائنس اور ایمان، ص ۳۲۸، فکر و نظر، مدیر: رشید احمد جالندھری، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، جنوری ۱۹۷۷ء

اس قسم کا مذہب نجات اخروی کے باب میں مفید و سود مند نہیں۔ پس کمال بھی امام غزالی کی طرح طبیعت و فطرت انسانی کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔<sup>(۱)</sup>

### ۳ - ہوبز (Hobbes) پر اثرات

ہوبز ایک مغربی مفکر ہے جس کے افکار امام غزالی سے کافی حد تک مماثلت رکھتے ہیں۔ عام طبیعت انسانی کا نقطہ نگاہ متعین کرنے میں امام غزالی اور ہوبز دونوں متفق ہیں کیونکہ جہاں ہوبز (۱۵۸۸ء) کی رائے ہے کہ انسان کے جمیع اعمال خود غرضی کا مظہر ہیں اور ہمسایے سے ہمدردی و مروت کا سلوک بھی حقیقت میں حب نفس ہی کی ایک قسم اور اخلاقی قوانین کی اطاعت بھی فی الواقع نفس ہی کو نفع پہنچانے کا ایک حیلہ و بہانہ ہیں۔ وہاں غزالی بھی اکثر صلح پر دباؤ و سمت کی تہمت لگانے اور حب ذات ہی کا انہیں طعنہ دیتے ہیں۔<sup>(۲)</sup>

احیاء العلوم کے بارے میں جارج ہنری لیوس (Jorge Henry Luis) نے اپنی کتاب (History of Philosophy) میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ”اس کتاب میں ڈیکارٹ کی (Discourse over law Method) کے ساتھ ایسی عجیب و غریب مشابہت پائی جاتی ہے کہ اگر ڈیکارٹ کے زمانے میں اس کا کوئی ترجمہ موجود ہوتا تو ہر شخص یہ کہہ اٹھتا کہ ڈیکارٹ نے امام غزالی سے سرقہ کیا ہے۔“<sup>(۳)</sup>

لیوس یہ بھول جاتا ہے کہ ڈیکارٹ کے عہد سے کہیں پہلے عرب فلسفہ مغرب کے رگ و ریشے میں سرایت کر چکا تھا اور نصف بارہویں صدی سے قبل امام غزالی کی اکثر کتابوں کے لاطینی زبانوں میں جزوی تراجم ہو چکے تھے جو عیسائیوں اور یہودیوں کے علم الکلام پر خاصا اثر ڈال رہے تھے۔ ڈیکارٹ سے پہلے یہود اہل لیوی (۱۱۴۷ء) کی کتاب ’کوسری‘ میں امام غزالی کی ارتبائیۃ راہ پاچکی تھی اور اس کے نقوش کریس کاس (۱۴۱۰ء) پر مرتسم ہو چکے تھے۔

ڈومینیکائی ریمانڈ مارٹینی امام غزالی کی کتاب ”تہافتہ الفلاسفہ“ کے عبرانی ترجمے کو بڑی آزادی کے ساتھ استعمال کر چکا تھا۔ سینٹ تھامس (St. Thomas) جنہوں نے جامع نیپلز میں ڈومینیکائی طریق پر تعلیم پائی تھی وہ بھی امام غزالی کے فلسفے سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب ”سما“ میں ارسطاطالیت پر جو جملے کہے ہیں ان میں انہوں نے امام غزالی ہی کے دلائل سے فائدہ اٹھایا ہے۔

(۱) زکی عبدالسلام، (۱۹۵۶ء)، غزالی کا تصور اخلاق، ترجمہ: نور الحسن خان، مکتبہ علمیہ، لاہور۔ ص ۴۱۰

(۲) زکی عبدالسلام، غزالی کا تصور اخلاق، ص ۴۱۴

(۳) Henry, Lewes Jorge, (2013), The History of Philosophy, Ancient Philosophy, Kartindo Publishing House. Vol: 2, Page: 50

واجب الوجود کے تصور سے اللہ تعالیٰ کی سلبی اور ایجابی صفات کا استنباط کرنے میں ڈیکارٹ اور ایسی نوزادوں امام غزالی کی تقلید کرتے ہیں۔ مزید برآں ڈیکارٹ، ایسی نوزاد اور گلیلیو نے نہایت اور لامحدود میں جو تفریق کی ہے وہ بالکل وہی ہے جو امام غزالی اور ابن سینا نے کی ہے اور ان کی تقلید میں کر لیں گے اور برنوں نے اپنے افکار کی سمت تعین کی ہے۔

ایسی نوزاد کا تصور جو ہر بیعہ وہی ہے جو امام غزالی اللہ کے بارے میں پیش کرتے ہیں۔ یعنی بسط۔ مزید برآں ایسی نوزاد (Spinoza) (۱۶۳۲ء) کا نظریہ اختیار امام غزالی کے نظریہ سے ایسی نوزاد کا نظریہ امام غزالی کے نظریہ مکان سے مشابہت رکھتا ہے۔ ایسی نوزاد نے صور تخیل کی جو تصریحات پیش کی ہیں وہ کم و بیش ماسک و مرکب کی اس باہمی تفریق کے مطابق ہیں۔ جو ابن میمون نے امام غزالی کی تقلید میں پیش کی ہے۔ ان تمام معاملات میں فرق محض اصطلاحات کا ہے۔ امام غزالی نے مشرق و مغرب دونوں پر بڑا گہرا اثر ڈالا ہے۔<sup>(۱)</sup>

خلاصہ کلام:

امام غزالی اپنے زمانے کے نہ صرف صوفی تھے بلکہ مجدد وقت بھی تھے۔ انہوں نے اپنے زمانے میں تمام علوم میں پائی جانے والی خرابیوں کا قلع قمع کیا۔ امام غزالی بیک وقت صوفی بھی ہیں اور فلسفی بھی۔ انہوں نے تصوف اور فلسفہ کا باہم ایسا کیمیائی امتزاج کیا ہے کہ ان کے مکتب میں تصوف کو فلسفہ سے دور فلسفہ کو تصوف سے جدا اور ممیز کرنا انتہائی مشکل امر ہے۔ امام غزالی کے افکار سے نہ صرف مسلمان علماء و مفکرین متاثر ہوئے اور ان کی گرفتار تصانیف سے استفادہ کیا۔ بلکہ علماء یورپ عیسائی دور یہودی مفکرین بھی آپ کے افکار سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ آپ کی تک کے بیشتر تراجم اور شروحات دوسری زبانوں میں ہو چکی ہیں۔

ڈاکٹر زویمر نے جن چار شخصیتوں کو اسلام کی اہم ترین شخصیتیں قرار دیا ہے۔ ان میں سے ایک غزالی بھی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف لکھتے ہیں: "جو شخص تاریخ اسلام کا مطالعہ کرے گا اس کی چار اہم ترین شخصیتوں سے ملاقات ناگزیر ہے۔ مسلمانوں کے نبی حضرت محمد ﷺ، امام بخاری، امام اشعری اور امام غزالی۔"

☆☆☆☆☆

## مصادر و مراجع

۱. القرآن الکریم
۲. ابن تیمیہ، احمد عبداللہ بن تیمیہ الحرانی (س-ن)، کتاب الرد علی المنطقین، دار ترجمان السنہ، لاہور
۳. ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد بن خلدون الحضرمی، (۱۹۸۴ء)، مقدمہ ابن خلدون، دار الحیئل، بیروت
۴. زکی عبدالسلام، (۱۹۵۶ء)، غزالی کا تصور اخلاق، ترجمہ: نور الحسن خان، مکتبہ علمیہ، لاہور
۵. سبکی، تاج الدین بن علی بن عبدالکافی، (۱۴۱۳ھ)، طبقات الشافعیہ الکبریٰ، دار النشر ہجر للطباعہ والنشر والتوزیع
۶. شریف، میاں محمد، (۲۰۰۶ء)، مسلمانوں کے افکار، مجلس ترقی ادب، لاہور
۷. ساجد رضا مصباحی، الغزالی، ایک تجزیاتی مطالعہ۔
۸. سلیمان منصور پوری، (س-ن)، تاریخ المشاہیر، بیت العلوم، لاہور
۹. شبلی نعمانی، (س-ن)، الغزالی، اسلامی اکادمی، لاہور۔
۱۰. عبدالحق، ڈاکٹر، (۱۹۸۱ء)، مسلم فلسفہ، عزیز پبلشرز، لاہور
۱۱. مدیر حسن سعید صفوی، الہ آباد، مجلہ: الاحسان، شاہ صفی اکیڈمی ۲۰۱۲ء
۱۲. لطفی جمعہ، (۱۹۶۳ء)، تاریخ فلاسفہ الاسلام، ترجمہ: ڈاکٹر میر ولی الدین، مسعود پبلشنگ ہاؤس۔ کراچی
۱۳. ندوی، ابوالحسن، (س-ن)، تاریخ دعوت و عزیمت، مجلس نشریات اسلام، کراچی
۱۴. نصیر الدین خان، فلسفہ سائنس اور ایمان، فکر و نظر، مدیر: رشید احمد جالندھری، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، جنوری ۱۹۷۷ء
15. Henry, Lewes Jorge, (2013), The History of Philosophy, Ancient Philosophy, Kartindo Publishing House.
16. Margaret Smith, Al-Ghazali, Kazi Publications, Lahore



## أولويات الإنفاق اللازم في النظام الاقتصادي الإسلامي

Priorities/objectives for necessary spending in the Islamic economic system

☆ الدكتور منظور أحمد الأزهرى

☆☆ الدكتور علي أكبر الأزهرى

### ABSTRACT

Priorities of Essential Expenditure in Islamic Economic System, The Islamic Shariah has places things, very wisely, at their original status. The divine guidance has covered all aspects of life. Man can get proper instruction in his daily life also. He begins his day with a work to earn livelihood. Allah orders him to earn Halal (Lawful). When he comes to spend his earnings Islam guides him also to rationalize his expenditure keeping in mind its priorities. This article provides such guidelines about our needs, necessities and luxuries in a sequence of rationale.

**Keywords:** Priorities, expenditure, needs, necessities and luxuries

التمهيد:

قد قامت الشريعة الإسلامية بوضع الأشياء في محلّها، فلا يوجد الخلل في أيّ موازين القسط من صغار

الأمور إلى كبارها، بل وضع كلّ شيء في موضعه بالقسطاس المستقيم، كما قال تعالى:

﴿وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۝ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۝ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا

الْمِيزَانَ ۝﴾ (١).

☆ الأستاذ المشارك، بالقسم العلوم الإسلامية، جامعة هائي تيك، تيكسلا.

☆☆ الأستاذ المشارك، بالقسم العلوم الإسلامية، جامعة جيزين، لاهور

(١) سورة الرحمن، ٧-٩.

ومن توجيهات الشريعة العزاء في حياتنا اليومية أن يكون كسبنا حلالا وإنفاقنا قصدا سليما والإنفاق السليم هو الذي يكون في الأشياء حسب الأولوية والترجيح، وقد بين فقهاء الإسلام أن التكاليف الشرعية ترجع إلى حفظ مقاصدها في الخلق وهذه المقاصد لا تعدو ثلاثة أقسام أي أن المقاصد الشرعية التي يتناولها الإنفاق ثلاثة أمور:

أحدهما: أن تكون ضرورية

والثاني: أن تكون حاجية

والثالث: أن تكون تحسينية(٢).

وستناول هذه المباحث الثلاثة في مطالب تالية:

المطلب الأول: الضروريات:

المطلب الثاني: الحاجيات

المطلب الثالث: التحسينات. وبالله التوفيق.

المطلب الأول: الضروريات:

وهي التي لا بدّ منها في قيام مصالح الدين والدنيا ويترتب على إشباعها وتحقيقها حصول المقاصد الشرعية وبدون تحقيقها لا تستقيم أمور الأمة الإسلامية بل تختل الأمور الدنيوية وتفوت النجاة والنعيم في الآخرة، ويحصرها العلماء في خمس: وهي ضرورة حفظ النفس وضرورة المال، وضرورة حفظ النسل أو العرض(٣).

ويتم إشباع هذه الضروريات الخمس ضمن أربعة مجالات: هي العبادات، والعادات والمعاملات، والجنايات، ويجب أن يستهدف بإشباع هذه الضروريات القيام بأركان تلك المجالات وتثبيت قواعدها ودرء الخلل الواقع أو المتوقع فيها.

(٢) شاطبي، أبو أسحاق إبراهيم بن موسى الخيمى الغرناطي، (دون السنة)، الموافقات، تعليق: الشيخ عبد الله دراز، دار المعرفة، بيروت، لبنان. ج ٢، ص ٣٢٤

(٣) شاطبي، الموافقات، ج ٢، ص ٣٢٦.

فأصول العبادات راجعه إلى حفظ الدين(٤) ويتناول هذا المجال الإنفاق على حفظ العقيدة وإقامة الشعائر والتكاليف الشرعية مثل الصلاة والصيام والزكاة والحج وما أشبه ذلك.

وضرورة حفظ النفس تشمل العادات والمعاملات فالإنفاق على ما يحفظ أود الحياة ويضمن سلامتها من مأكّل ومشرب ومسكن وملبس بالقدر الضروري واجب شرعاً ومطلوب عقلاً وله الأولوية على غيره وحتى إذا قتل الرجل دون نفسه فهو شهيد(٥).

وأما حفظ العقل فمجالها أيضاً العادات والمعاملات ويتناول الإنفاق على كلّ ما يصون العقل ويحفظه كإنفاق توفير المأوى والمأكّل والملبس والعلاج وغير ذلك.

وضرورة حفظ المال تتضمن الإنفاق على كل ما يحفظه ويمنعه ويدخل فيه كل المعاملات المالية والاستفادة الصحيحة من المال وتشغيله في تنمية المجتمع ورفاهه.

وبالنسبة لضرورة حفظ النسل أو العرض فهي تدخل تحت المعاملات المتعلقة بصيانة العرض من كل سوء ومكروه والإنفاق عليه يكون بالقدر الضروري لحفظه وأمنه من كل جانب.

وهذه الضروريات الخمسة تشترك معا في باب الجنايات أيضاً حيث يتناول الإنفاق على كل ما يصلحها ويحفظها بالأمر بالمعروف والنهي عن المنكر و زجر المفسد وتوبيخ المجرم بالعقوبات الثابتة في الشريعة الإسلامية لتوفير الأمن والاستقرار في المجتمع الإنساني.

وقد تكفل الإسلام بضروريات الفقراء والمحتاجين واليتامى وجعل الإنفاق عليهم بمثابة عبادة بل جهاد في سبيل الله ويبدأ من الأقرب فالأقرب، ويقول الله تعالى:

﴿عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصَوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ عَلِمَ أَنْ سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرْضَىٰ وَأَخْرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَأَخْرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوا

(٤) الموافقات، ٣٢٥/٢.

(٥) هيثمى، الحافظ نور الدين، (١٩٩٢م)، مسند الحارث، مركز خدمة السنة والسيرة النبوية، المدينة المنورة. ٦٦٠/٢، رقم: ٦٣٦

لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ بِجَدُوهِ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ وَأَعْظَمُ أَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ  
رَحِيمٌ ﴿٦﴾.

وفي موضع آخر:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ﴾ (٧)

وقال تعالى: ﴿وَأَتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا﴾ (٨).

وكلمة الحق في الآية الكريمة تدل على وجوب الإنفاق على الأقرباء الفقراء.

وإذا قضى الإنسان المؤمن ضرورته بدأ بقضاء حاجة أخيه المؤمن لأنه يعيش حياة نظامية مرتبطة فلا يترك أخاه جائعاً وهو شعبان ولا يشرع بتوفير الكماليات والحاجات الشخصية قبل أن يطمئن على ضروريات أخيه الأساسية.

والإنفاق الواجب له قواعده وضوابطه في الفقه الإسلامي نبيتها بالإيجاز فيما يلي:

”الإنفاق أو النفقة: هو الإخراج لغة وجمعها نفقات وفي الاصطلاح الشرعي هي كفاية من يمونه من الطعام والكسوة والسكنى“ (٩).

وتجب النفقة على الإنسان لأسباب ثلاثة: الزوجية، والقرابة، والملك. (١٠)

”نفقة الزوجية: وهي سبعة أشياء الطعام والإدام والكسوة وآلة التنظيف ومتاع البيت والسكنى وخادم إن كانت الزوجة ممن تُخدم في بيت والديها“ (١١).

(٦) سورة المزمل ، ٢٠ .

(٧) سورة النحل، ٩٠ .

(٨) سورة الإسراء، ٦٢ .

(٩) حصكفي، محمد بن علي بن محمد، (٢٠٠٢م)، الدر المختار، دار الكتب العلمية، بيروت. ٨٨٦/٢.

(١٠) حصكفي، الدر المختار، ٨٨٦/٢.

(١١) شريفي، شمس الدين محمد بن خطيب، (١٩٩٧م)، مغني المحتاج، دار المعرفة، بيروت. ٤٢٦/٣.

## تقدير النفقة:

## ١ - الطعام:

لم يقدر الإسلام لهذه النفقة حدًا معلومًا بل تراعى قدرة المنفق وحاجة المنفق عليه لأن الناس تختلف حاجاتهم باختلاف المكان والزمان والحال، وهذا من كمال حكمة الشريعة الإسلامية، يقول الله تعالى:

﴿لِيُنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُئْتِنِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا﴾ (١٢).

ويقول تعالى:

﴿وَمَتَّعُوهُمْ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدْرَهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدْرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ﴾ (١٣).

وتقدر نفقة الطعام بحسب الأعراف والعادات في كل بلد من حيث الرخص والغلاء والصيف والشتاء والشباب والهرم.

والكفاية في هذه النفقة هي مطلوبة لقول النبي ﷺ لهند بنت عتبة زوجة أبي سفيان قالت: يارسول الله ﷺ:

”إِنَّ أَبَا سَفِيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ لَيْسَ يَعْطِينِي مَا يَكْفِينِي وَوَلَدِي إِلَّا مَا أَخَذْتُ مِنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ فَقَالَ: خَذِي مَا يَكْفِيكَ وَوَلَدِكَ بِالْمَعْرُوفِ“ (١٤).

والشاهد أن الرسول ﷺ أمر هند بأن تأخذ من مال زوجها ما يكفيها من غير تقدير إنما باجتهادها في هذا التقدير فتقدر بالكفاف.

يجب للزوجة الطعام والشراب والإدام عند الفقهاء (١٥)، وكذلك ما يتبع الطعام من ماء وخلّ وزيت ودهن للأكل وحطب ووقود ولا تجب الفواكه.

(١٢) سورة الطلاق، ٧.

(١٣) سورة البقرة، ٢٣٦.

(١٤) بخاري، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل، (١٩٨٧م)، الصحيح، دار ابن كثير، بيروت. ٧٦٩/٢.

(١٥) البدائع، ٢٣/٤-٢٥، بداية المجهتد، ٥٤/٢، المغني، ٥٦٤/١١، ٥٦٧، مغني المحتاج، ٤٢٦/٣.

## ١ - تسليم النفقة:

١ - رأي الحنفية والمالكية: ويجب في النفقة تسليم الطعام يوميًا، أسبوعيًا، شهريًا، أو سنويًا. بحسب ما يناسب الزوج في الدفع ويجوز دفع الثمن أو النقود عنه لتنفق الزوجة على نفسها (١٦).

فمثلاً تقدر نفقة العامل باليوم والموظف بالشهر والغني صاحب الثروة بالسنة، فتدفع النفقة مساءً كل يوم لليوم التالي أو في نهاية الأسبوع أو تدفع في بداية الشهر أو نهايته بحسب قبض الرواتب الوظيفية.

٢ - الشافعية والحنابلة قالوا: تدفع النفقة بطلوع شمس كل يوم لأنه أول وقت الحاجة (١٧) والحاصل أن الزوجين لهما الخيار في تحديد الدفع من حيث التأجيل والتعجيل.

## ٢ - الكسوة:

يجب على الزوج كسوة الزوجة لأنها من الضروريات الأساسية وقد أمر الله تعالى بها في كتابه الحكيم:

﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (١٨).

وقال النبي ﷺ في خطبة حجة الوداع:

”ولهنّ عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف“

والكسوة مقدرة بكفاية الزوجة وبتقدير الحاكم فيفرض لها على قدر كفايتها على قدر يسر الزوجين وعسرهما فللموسرة ثياب راقية من حرير وأمثاله وللمعسرة ثياب غليظة وهكذا.

وأقل ما يجب منها قميص وسروال وخمار أو مقنعة وحذاء ويجب لها الكسوة مرتين في كل سنة، شتوية وصيفية حسب تغير المواسم، وعند الحنفية والشافعية تدفع الكسوة في كل ستة أشهر لأن الناس تعودوا على تبديل الكسوة غالباً في هذه المدة.

(١٦) حصكفي، الدر المختار، ٢/ ٨٩٤، الشرح الصغير، ٢/ ٧٣٨، المغني، ١١/ ٥٦٤-٥٦٧.

(١٧) معني المحتاج، ٣/ ٤٢٦ وما بعدها، المغني، ٧/ ٥٦٤ وما بعدها.

(١٨) سورة البقرة، ٢: ٢٣٣.

وتدفع الكسوة عند المالكية أول كل عام متملك بالقبض ولا بدل لما سرق أو سرق أو بلي (١٩).

### ٣ - المسكن:

يجب المسكن اللائق بالزوجة ملكا كان أو كراء ، أو إعارة، أو وقفا وهذا المسكن مأمور به من الله تعالى

في قوله سبحانه: ﴿أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ﴾ (٢٠).

وقوله سبحانه: ﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (٢١).

والمعاشره بالمعروف لا تكون إلا إذا كانت الزوجة آمنة مطمئنة في بيت الزوج مستترة عن عيون الناس

ويكون المسكن أيضا حسب حال الزوجين من اليسر والعسر لقوله تعالى: ﴿مِنْ وُجْدِكُمْ﴾ أي: من سعتكم وقدرتكم المالية حسب حالة اليسر والعسر.

### أوصاف المسكن:

قرر الفقهاء الكرام بعض الأوصاف التي لا بد من توافرها في مسكن الزوجة منها:

١ - أن يكون مناسبًا لحال الزوجين كما جاء في الآية السابقة ﴿أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ

وُجْدِكُمْ﴾ (٢٢).

٢ - أن يتوافر فيه اللازم من أثاث وفرش عند عامة الفقهاء (٢٣).

وعند المالكية لا يكلف الزوج بتأثيث المنزل بل المكلف هو الزوجة واتفقوا على أن يتوفر بالمسكن المرافق

الضرورية من دورة مياه ومطبخ ونور وغير ذلك.

(١٩) البدائع، ٢٣/٤ وما بعدها، مغني المحتاج، ٤٢٩/٣، ٤٣٣.

(٢٠) سورة الطلاق، ٦.

(٢١) سورة النساء، ٤: ١٩.

(٢٢) سورة الطلاق، ٦.

(٢٣) البدائع، ٢٤/٤، فتح القدير، ٣٦٧/٣.

۳ - أن يكون المسكن مستقلاً بالزوجة ليس للزوج أن يشرك غيرها فيه إلا إذا رضيت لأن معاشرته زوجها والاستمتاع لا يتم إلا بذلك فمن حقها أن تمنع غيرها من السكن معها في بيت واحد.

والحد الأدنى للسكن حجرة واحدة مستقلة بمرافقها بشرط أن لا تكون زوجة ثانية في نفس المنزل (الدور) لأن سكنها مع شريكها يسيئ إليها.

وقال الحنفية: إن الزوجة ليس لها أن تسكن معها أحداً غير زوجها إلا بالإذن منه، ولو كان صبياً صغيراً وإذا كان للمسكن في مكان منقطع موحش أو كانت الدار واسعة عالية الجدران فيلزم الزوج أن يأتي بما تسأنس به زوجته.

والراجح أن تلاحظ حالة الزوج المالية ويعمل حسب الاتفاق بين الزوجين.

٤ - أن يتوفر بالبيت آلات الطبخ والتنظيف مثل آلة طحن وخبز وأواني الشرب ككوز وجرة وقدر ومعرفة وما تنظف به وتزيل الوسخ كمشط وصابون وسدر ودهن وينقل لها ماء الغسل من الجنابة وكذلك الماء للوضوء.

١ - عند الحنفية (٢٤): تجب أدوات البيت مثل حصير، وسرير، وبساط صوف والغطاء والوطاء في الشتاء والصيف حسب الضرورة وأما أجرة القابلة فعلى من استأجرها وقيل على الزوج نظير مؤنة الجماع وقيل على الزوجة مثل أجرة الطبيب. ويجب الطيب لها لإزالة الرائحة الكريهة بعد الحيض والنفاس ولا تجب الفواكه على الزوج.

٢ - عند المالكية: تجب آلة التنظيف على حسب الحال ويفرض لها ماء الشرب والغسل، وغسل الثوب والإناء والوضوء والوقود من الطيب وزيت الأكل والأدهان وما يتعلق بالطعام مثل البصل، والملح واللحم في كل أسبوع مرة من غير الفقير لا كل يوم، والفقير يوفر على حسب الظروف وأجرة القابلة تجب على الزوج من حيث إنها من متعلقات الولد والولد للفرش.



٣ - عند الشافعية: يجب آلة تنظيف كمشط ودهن وما تكنس به الدار وما تغسل به الرأس والبدن وثمان ماء غسل جماع ونفاس، وتوفر لها آلات الأكل والشرب والطبخ ومفروشات النوم من فراش ومخدة ولحاف ويلزمه الطيب إن كان لقطع السهوكة (وهي الرائحة الكريهة).

٤ - وقال الحنابلة: إن الزوج يكلف بإحضار ما تحتاج المرأة إليه من المشط ودهن الرأس وصابون، وثمان ماء شرب ووضوء وغسل من حيض ونفاس وجنابة، وغسل ثياب وكذلك الطيب.

واتفق الفقهاء (٢٥) على أن الزوج يجب عليه نفقة الخادم إن كانت الزوجة ممن تخدم في بيت والديها ولم تخدم هي نفسها.

#### ٤ - الإنفاق على الأقارب والمحتاجين:

يرشد الإسلام إشباع الحاجيات فيأمر المسلم بأن يبدأ بالإنفاق على ضرورياته ثم على ضروريات الآخرين ثم الإنفاق على حاجاته فتحسيناته ليكون المجتمع الإسلامي جمعاً مترابطاً كالبنیان المرصوص.

وهذا الترشيذ يقتضي أن يهتم المسلم بأقاربة المحتاجين ويسد حاجاتهم الأساسية قبل أن يصرف المال في ترفيه حياته الشخصية، والقرآن الكريم يصرح بذلك في كثير من الآيات الكريمة مثل قوله تعالى:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ﴾ (٢٦).

وقال تعالى:

﴿وَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا﴾ (٢٧)

وقال في مقام آخر:

﴿فَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ذَلِكَ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ﴾ (٢٨).

(٢٥) البدائع، ٢٤/٤، بداية المجتهد، ٥٤/٢، ٥٦٩/٧.

(٢٦) سورة النحل، ٩٠.

(٢٧) سورة الإسراء، ٢٦.

(٢٨) سورة الروم: ٣٨.

وفي الحديث النبوي الشريف: ”من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليصل رحمه“ (٢٩)

وفي حديث آخر ”الرحم معلقة بساق العرش تقول: من وصلتي وصله الله ومن قطعني قطعته الله“ (٣٠).

وكل هذه النصوص تدل على أهمية حق القرب لقرباة النسب والرحم وما هذا الحق إلا الإنفاق عليه عند حاجته وعجزه.

تجب نفقة الأصول أي الوالدين وإن علوا والفروع من الأولاد عند جمهور الفقهاء (٣١) وذلك بقدر الكفاية.

وأما نفقة الأقارب غيرالأصول والفروع ففيه الخلاف بين الفقهاء الكرام نبينه كالتالي:

١ - رأي الحنفية (٧): أن النفقة تجب لكل ذي رحم محرم من الإخوة والأخوال والأعمام وأبناء الإخوة والعمات والحالات لقوله سبحانه: ﴿وَأْتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ﴾ (٣٢).

ولا تجب لغير ذي رحم محرم كابن العم، و بنت العم ولا تجب أيضاً لمحرم غير ذي رحم مثل الأخ من الرضاعة.

٢ - رأي المالكية والشافعية: (٣٣) لا تجب الفقة عندهم لغير عمودي النسب (الوالدين والمولودين) لأن الشرع يوجب الفقة لهما فقط دون غيرهم.

٣ - رأي الحنابلة: (٣٤) إن كل قريب وارث يستحق له النفقة إذا كان يرث بفرض أو تعصيب كالأخ الشقيق أو الأب أو الأم أو العم وابنه ولا تجب لمن لا يرث بفرض ولا تعصيب مثل بنت العم والحال والحالة والعمة ونحوهم لأن قرابتهم ضعيفة.

(٢٩) ابن حجر العسقلاني، أبو الفضل أحمد بن علي، (دون السنة)، فتح الباري، دار المعرفة، بيروت. ٥٣٢/١٠.

(٣٠) مسلم، أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري، (دون السنة)، الصحيح، دار إحياء التراث العربي. ١٩٨١/٤، رقم: ٢٥٥٥

(٣١) البدائع، ٣٠/٤، الشرح الصغير، ٧٥٢/٢.

(٣٢) سورة الإسراء: ٢٦.

(٣٣) القوانين الفقهية، ٢٢/٣، المهذب، ١٦٦/٢.

والراجح مذهب الحنابلة لأنه أوسع نطاقاً في وجوب النفقة للأقرباء المحتاجين ولأنه يشتمل على التضامن والتكافل الاقتصادي اللازم لتوازن المجتمع في إشباع الضروريات.

وبعد هذه النظرة السريعة على الضروريات ننتقل إلى المرحلة التالية وهي الحاجيات البشرية على وجه العموم.

## المطلب الثاني: الحاجيات:

معناها<sup>(٣٥)</sup>: أئها مفتقر إليها من حيث التوسعة ورفع الضيق المؤدي في الغالب إلى الحرج والمشقة اللاحقة بفوت المطلوب، فإذا لم ترع دخل على المكلفين- على الجملة- الحرج والمشقة ولكنه لا يبلغ مبلغ الفساد العادي المتوقع في المصالح العامة.

و(الحاجات) جارية في العبادات والمعاملات والجنايات كما سبق، والمراد من الحاجات في العبادات كالرخص المخففة بالنسبة إلى حقوق المشقة بالمرض والسفر و في العادات كإباحة الصيد والتمتع بالطيبات مما هو حلال مأ كلاً ومشرباً وملبساً، ومسكناً، ومركباً وما أشبه ذلك، وفي المعاملات كالقراض والمساقاة والسلم وإلغاء التوابع في العقد على المتبوعات، كثمره الشجر ومال العبد، وفي الجنايات كالحكم باللوث والقسامة وضرب الدية على العاقلة وما أشبه ذلك<sup>(٣٦)</sup>.

والحاجات تبقى أقل من الضروريات من ناحية الإشباع أو الإنفاق عليها وليست ضرورية لإقامة مصالح الدين والدنيا ولكنها ضرورية من حيث إن عدم إشباعها سيؤدي إلى المشقة وتستوجب قوامة إشباع الحاجيات إنفاق المال في وعلى توفير الحاجات شبه الضرورية، والتي من شأنها تقليل أعباء الحياة وواجباتها ورفع الحرج عن الإنسان.

(٣٤) ابن قدامة، المغني، ٥٨٥/٧ وما بعدها.

(٣٥) الموافقات، ٣٢٦/٢

(٣٦) نفس المرجع السابق، ٣٢٦/٢.

فالحاجيات لها درجة ثانية في مجال إشباع الضروريات فهي من الأمور التي يلاحظ فيها حال المنفق من حيث اليسر والسعة فقوامة ترشيد الحاجات تقتضي الإنفاق الميسر دون تكليف فوق الطاقة كما جاء في قول الله تعالى:

﴿لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا﴾ (٣٧).

ويقتضى ترشيد الإنفاق على الحاجيات أن يبدأ الفرد بإشباع الضروريات الأساسية ثم الحاجيات إذا كان يستطيع توفير ذلك بدون تكليف نفسه فوق طاقتها، مصداق قوله تعالى: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (٣٨)

### تحديد إطار الحاجيات:

إنّ البيئة الاجتماعية لها أثرها البارز في نشأة الحاجات وتعددتها وغالباً ما تخلق هذه البيئة مشكلة اقتصادية من خلال العادات والتقاليد المسرفة ومعنى ذلك أنه لعلاج هذه المشكلة لابد من علاج العادات والتقاليد فإنّ الدين الإسلامي يمارس مهمة تحديد الحاجات الحقيقية ووضع الإطار الصحيح لها في مواجهة ما قد يكون للعادات من أثر سلبي لها.

وقد ذكر الشيخ ابن الحاج (٣٩) عن شيخه أبي محمد يقول فيه: هذه الضرورات-الحاجات- التي اعتادها الناس رغبة في الإظهار- تقطع من أصلها ولا حاجة تدعوا إليها، و مثال ذلك أن يقول الفقيه: لا بدّ من فوقانية على صفة ولا بد من عمامة على صفة، ولا بد من كتب ولا بد من دابة، فإذا جاءت الدابة لا بدّ لها من غلام وكلفة في الغالب، ولا بد لبعضهم من بغلة، وبعضهم يتخذ لغلامه بغلة أيضاً، وقد يحتاج الغلام إلى زوجة، فلا يزال هكذا في ضرورات التي يدعيها، فكان سيدي محمد يقول: (هذه الضرورات تقطع من أصلها فلا ضرورة إلا

(٣٧) سورة الطلاق، ٧.

(٣٨) سورة البقرة، ٢: ٢٨٦.

(٣٩) ابن الحاج، المدخل، ١/١١٨.

شرعية، والضرورات الشرعية لا يحتاج فيها في الغالب إلى كلفة، فالحاصل أن هذه التي جاءت لهم إنما حدثت من مخالفة الشرع.

## الحاجة إلى الملابس:

إن المقصود من إشباع تلك الحاجة يتمثل في ستر العورة و أخذ التحمل الشرعي و حماية الجسد من الحر والبرد، وقد امتن الله تعالى على عباده مما جعل من اللباس والرياش مقصود شرعي ومطلوب فطري، يقول الله سبحانه:

﴿يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُؤَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَى ذَٰلِكَ خَيْرٌ﴾ (٤٠)

وقال تعالى:

﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (٤١).

واللباس إن كان بنية حفظ النفس من شدة البرد والجو فهو أيضًا من الضروريات الخمسة الأساسية ومطلوب شرعا وهذه الوظائف للباس نص عليها الكتاب والسنة، وقد يكون اللبس واجبًا أو مباحًا أو ممنوعًا لبسه إن كان للرياء والخيلاء.

يقول ابن الحاج:

”فإن اللبس من جهة المباح (أصلاً) فإن أراد - الرجل - أن يرده إلى جهة الوجوب فذلك موجود يلبسه بنية ستر العورة، وذلك واجب. ثم لا يخلو الثوب إما أن يكون مما يتزين به أولاً، فإن كان كذلك ضم إلى نية الواجب امتثال السنة في إظهار نعم الله تعالى.. وإن كان مما يحتاج إلى ثياب كثيرة لا بد منها يلبسها لأجل حر أو برد فينوي بذلك دفع الحر

(٤٠) سورة الأعراف، ٢٦.

(٤١) سورة الأعراف، ٣١.

أو البرد عنه متمثلا في ذلك حكمة لله تعالى وإظهار الحاجة إليه والا ضطرار في لبسه“ (٤٢).

وقد حدد علماء الإسلام بدقة بالغة مفهوم الإسراف في كل جوانب الاستهلاك بأنه استهلاك ما لا حاجة إليه، وقد عقد ابن الحاج فصلا في كراهة توسيع الأكمام والأردان وأن شعار العالم العمل لا اللبس - أي الزائد عن الحاجة - وفي ذلك يقول: فتوسيع الثوب وكبره وتوسيع الكم وكبره ليس للرجل حاجة به فيمنع مثل ما زاد على الكعبيين سواءً بسواءً.... فليس له أن يضع المال إلا حيث أجزى له أن يضعه، إذ إنه يتصرف فيما لا يؤذن له فيه، وما يفعلونه من صفة الاتساع والكبير في الثياب فليس بمشروع إذ إن ذلك ليس به حاجة (٤٣).

### الحاجة إلى الطعام:

معلوم أن الطعام من الحوائج الضرورية للإنسان لاستمرار الحياة وقد أباح الله تعالى طيبات المطعم والمشرب فما لذ و طاب من لحم، ولبن وفاكهة، وعسل وغيرها من الحلال، وكل ما يأكله الإنسان من طيبات الرزق ويشكر عليه صاحب النعمة مباح له أكله، يقول الله تعالى:

﴿وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ﴾ (٤٤).

والأكل خمس مراتب (٤٥): واجب، ومندوب مباح، ومكروه ومحرم.

والواجب من الأكل ما سد رمق الحياة وما لا يعيش الإنسان إلا به.

والمندوب ما يعينه على تحصيل النوافل وعلى تعلم العلم وغير ذلك من الطاعات.

والمباح الشيع الشرعي.

والمكروه ما زاد على الشيع قليلا ولم يتضرر به.

(٤٢) ابن الحاج، محمد بن محمد بن محمد العبدري المالكي، (دون السنة)، المدخل، مكتبة دار التراث، مصر. ٣٣/١.

(٤٣) المدخل، ١٢٥/١.

(٤٤) سورة المائدة، ٨٨.

(٤٥) ابن الحاج، المدخل، ٢١٢/١.

والحرم البطننة المسرفة وهي الأكل الكثير المضر للبدن.

وعلى المسلم أن يقصد بطعامه التقوي على الطاعة وأن يستشعر الحاجة والافتقار ويشكر ربه الغفور وقد

قال الله تعالى:

﴿كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلَدَهُ طَيِّبَةً وَرَبِّ غَفُورٌ﴾ (٤٦)

الحاجة إلى المسكن:

وأيضاً من الحوائج اللازمة المسكن المناسب لبقاء حياة الإنسان فيه، وإنما السكن للسكنية وقد امتنَّ الله

سبحانه به على عباده كما جاء في القرآن كريم: ﴿وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا﴾ (٤٧).

ووظيفة المسكن هي الاستتار من عيون الناس، ومن الشمس، والمطر، وكل ما يؤذي الإنسان ومن سعادة

الإنسان المسكن الواسع والجار الصالح والمركب الهنيئ كما جاء في حديث صحيح، وكان الرسول ﷺ يدعو في

وضوئه كثيراً فيقول:

”اللهم اغفر لي ذنبي ووسع لي في داري وبارك لي في رزقي فلما سأله أنس رضي الله عنه: ما أكثر ما

يدعو بهذه الدعوات قال: وهل تركت من شيء“ (٤٨)؟

ولكن السكن اتساعاً خارقاً لغير ضرورة شرعية وطلاء وزخرفة البيت بالذهب وزينات أخرى لا يسمح ذلك

في الشرع الإسلامي حيث إن المسلم لا يجوز له أن يبني بيوتاً تفوق حاجته الحقيقية وإلى جانبه أخوه المسلم يحتاج

إلى متطلبات السكن الأساسية، وهذه سمة نيرة في وجه الإسلام المشرق لا يوجد نظيرها في الشرائع والاقتصاديات

الوضعية.

(٤٦) سورة سبأ، ١٥.

(٤٧) سورة النحل، ٨٠.

(٤٨) أحمد بن حنبل، (دون السنة)، مؤسسة قرطبة، مصر. ٤ / ٣٩٩، رقم: ١٩٥٨٩

فقوامة ترشيد إنفاق الأموال على الأولويات في الحاجيات بالنسبة لأفراد المجتمع الإسلامي تقتضي أن تكون ضرورياتهم واحدة وحاجاتهم واحدة وضروريات الفقير تكون مفضلة على حاجيات الغني، ليكون المجتمع في توازن اقتصادي جميل فلا تكون هناك اضطرابات وخصومات بين أفراد أسرة إنسانية واحدة.

## المطلب الثالث: التحسينات

### ١ - المراد منها:

الأخذ بما يليق من محاسن العادات وتجنب الأحوال المندسات التي تأنفها العقول الراجحات، ويجمع ذلك قسم مكارم الأخلاق (٤٩).

إن التحسينات أو الكماليات جارية فيما جرت فيه الأوليان- الضروريات والحاجات- وهي مجالات أربعة: العبادات، والمعاملات، والجنابات والعادات، أما التحسينات في باب العبادات فهي مثلاً إزالة النجاسة وستر العورة وأخذ الزينة والتقرب بنوافل الخيرات من الصدقات والقربات.

وفي العادات مثلاً آداب الأكل والشرب ومجانبة المآكل النجسات والمشارب المستخبثات والإسراف والإقتار في المتناولات. وفي مجال المعاملات كالمنع من بيع النجاسات وفضل الماء والكأ وسلب المرأة منصب الإمامة مثلاً.

وفي الجنائيات منع قتل النساء والصبيان والرهبان وعدم قلع الأشجار، فهذه الأمور راجعة إلى محاسن زائدة على أصل المصالح الضرورية والحاجية، إذ ليس فقداً بما يخل بأمر ضروري ولا حاجيٍ وإنما جرت مجرى التحسين والتزيين (٥٠).

إن الكماليات هي التي لا يترتب على إشباعها إقامة مصالح الدين والدنيا بل هي تزيد الحياة بهجة وزينة وتدخل الجمال على الحياة الإنسانية والكماليات من الطيبات المباحة، والنعم والمتع التي خلقها الله ليتمتع بها

(٤٩) الموافقات، ٣٢٧/٢.

(٥٠) الموافقات، ٣٢٧/٢.



عباده دون إسراف وتقتير فهي ليست من الضروريات ولا شبهها، ولكن شريعة الإسلام شريعة سمحة كريمة توسع على الناس وتقرهم على التمتع بمباهج الحياة ما لم تتعد الحدود المباحة للاستهلاك، وقد سمح الله تعالى بالتمتع من المزروعات والثمار الذيدة.

﴿وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أَكُلُهُ وَالرَّيْتُونَ وَالزَّيْتَانَ مَتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾ (٥١).

## ٢ - زينة الحياة الدنيا:

والله تعالى أمر في قران المجيد بالتمتع من زينة الحياة الدنيا كما جاء في قوله تعالى:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ (٥٢).

وقد امتن الله تعالى بذكر اللباس والتزين به في قوله تعالى:

﴿يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُؤَارِي سَوَاتِكُمْ وَرِيثًا وَلِبَاسُ التَّقْوَى ذَلِكَ خَيْرٌ ذَلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ﴾ (٥٣).

وأكرم الله تعالى الإنسان بتسخير الدواب والبحر والجو له ليركب من مكان إلى مكان من غير مشقة وعناء،

فقال تعالى:

﴿وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دَفءٌ وَمَنَافِعٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ○ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرْجَعُونَ وَحِينَ تُسْرَحُونَ ○ وَتَحْمِلُ أُنْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَمْ تَكُونُوا بِالْغَيْهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرءُوفٌ رَحِيمٌ ○ وَالْحَيْلَ وَالْبِعَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (٥٤).

(٥١) سورة الأنعام: ١٤١.

(٥٢) سورة الأعراف، ٣٢.

(٥٣) سورة الأعراف، ٢٦٠.

وقال تعالى:

﴿وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى  
الْفُلْكَ مَوَاحِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلِعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (٥٥).

والأحاديث النبوية كثيرة في هذا الباب منها قوله عليه الصلاة والسلام: إن الله يحب أن يرى أثر نعمته على عبده (٥٦).

لقد اتضع من هذه النصوص إن الإنفاق على الكماليات حلال ولو كان من قبيل الزينة والترفية مادام في حدوده وضمن مستوياته، ويحق للمسلم أن يتمتع بما يناسب مع إمكانياته المالية وظروفه الاجتماعية ومكانته الشخصية، وأما ما زاد عن قدراته الإنفاقية وظروفه المالية فهو إسراف ممنوع له شرعاً فالمسلم مأمور بقضاء الضروريات ثم الحاجيات ثم التحسينات تبعاً لأولويات الإنفاق الاستهلاكي في النظام الاقتصادي الإسلامي.

وقد بين الإمام الشاطبي (٥٧) أن المقاصد الضرورية في الشريعة أصل للحاجية والتحسينية وأن اختلال الضروري يلزم منه اختلال ماعده أي: يختل الحاجي والتحسيني والكن ليس من اللزوم أن يختل الضروري باختلال الحاجي والتحسيني، بل قد يحدث ذلك لهذا تجب المحافظة على الحاجي والتحسيني للمحافظة على الضروري.

ولهذا نقول: إن القدر الضروري من التحسينات من سلع وخدمات لازم للحفاظ على الدين، والحياة، والعقل، والمال، والنسل وذلك طبقاً للظروف الاجتماعية في المجتمع الإسلامي ولا تحدد هذه الاحتياجات إلا بقدرها ولتحقيق مصالح الدين والدنيا، كما يجب توفير ذلك لكل فرد من المجتمع قبل الانتقال من الضروريات إلى الحاجيات ثم إلى التحسينات، لأنّ الدين الإسلامي يكفل حياة سعيدة لكل الناس على حد سواء وفي هذا قال

(٥٤) سورة النحل، ٥-٨.

(٥٥) سورة النحل، ١٤.

(٥٦) ١. ترمذي، أبو عيسى محمد بن عيسى، (دون السنة)، السنن، دار إحياء التراث العربي، بيروت. ١٢٣/٥، رقم: ٢٨١٩

٢. أحمد بن حنبل، المسند، ٣: ٣١٣.

(٥٧) الموافقات، ٢: ٣٣١.

الرسول ﷺ: من كان له فضل زاد فليعد به على من لا زاد له، ومن كان له فضل زاد فليعد به على من لا زاد له، ومن كان له فضل ظهر فليعد به على من لا ظهر له (٥٨).

وقال ﷺ:

”إن الأشعريين إذا أرملوا في الغزو وقلّ طعام عيالهم بالمدينة، جمعوا ما كان عندهم في ثوب واحد ثم اقتسموه بينهم في إناء واحد بالسوية، فهم مني وأنا منهم“ (٥٩).

### نتيجة البحث:

والحاصل أنّ هذا التوزيع العادل في إشباع الحاجات أمر به الإسلام لئلا يكون هناك جائع إلى جانب الشبعان المفرط، ولا يكون إنسان محروماً من السكن إلى جانب القصر الضخم ولا يكون هناك إنسان عار إلى جانب ذوي الملابس الفاخرة. فقوامة ترشيد الاستهلاك الفردي تستلزم التوازن بين أولويات الإنفاق من الضروريات إلى الحاجات ومنها إلى الكماليات ما دامت القدرة على ذلك متاحة وليست هي على حساب ضروريات الآخرين من أفراد المجتمع الإسلامي، وعلى أن الحصول على هذه الفئات الثلاث من مستلزمات الحياة مباح في الشرع لكن الإنسان مأمور بالاعتدال في هذا الإنفاق، وبالله التوفيق.



(٥٨) مسلم، أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري، (دون السنة)، الصحيح، دار إحياء التراث العربي. ١٣٥٤/٣، رقم: ١٧٢٨

(٥٩) بخاري، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل، (١٩٨٧م)، الصحيح، دار ابن كثير، بيروت. ٨٨٠/٢، رقم: ٢٣٥٤

## المصادر والمراجع

١. القرآن الكريم
٢. أحمد بن حنبل، (دون السنة)، مؤسسة قرطبة، مصر
٣. بخاري، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل، (١٩٨٧م)، الصحيح، دار ابن كثير، بيروت
٤. ترمذي، أبو عيسى محمد بن عيسى، (دون السنة)، السنن، دار إحياء التراث العربي، بيروت
٥. ابن الحاج، محمد بن محمد بن محمد العبدري المالكي، (دون السنة)، المدخل، مكتبة دار التراث، مصر
٦. حصكفي، محمد بن علي بن محمد، (٢٠٠٢م)، الدر المختار، دار الكتب العلمية، بيروت
٧. ابن حجر العسقلاني، أبو الفضل أحمد بن علي، (دون السنة)، فتح الباري، دار المعرفة، بيروت
٨. شربيني، شمس الدين محمد بن خطيب، (١٩٩٧م)، مغني المحتاج، دار المعرفة، بيروت
٩. شاطبي، أبو إسحاق إبراهيم بن موسى، (دون السنة)، الموافقات، تعليق: الشيخ عبد الله دراز، دار المعرفة، بيروت، لبنان
١٠. الطبراني، أبو القاسم سليمان بن أحمد، (١٤١٥هـ). المعجم الأوسط، دار الحرمين، القاهرة.
١١. كاساني، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد، (١٩٨٦م)، بدائع الصنائع، دار الكتب العلمية، بيروت.
١٢. ابن قدامة، عبد الله بن أحمد بن قدامة، (١٤٠٥هـ)، المغني، دار الفكر، بيروت، لبنان.
١٣. مسلم، أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري، (دون السنة)، الصحيح، دار إحياء التراث العربي
١٤. هيثمي، الحافظ نور الدين، (١٩٩٢م)، مسند الحارث، مركز خدمة السنة والسيرة النبوية، المدينة المنورة

## القواسم المشتركة والمختلفة بين رسالة الغفران للمعري ورسالة

### الخلود لمحمد إقبال

The common and different denominators between al-Ma‘arri’s  
Risālah al-Ghufrān and Muhammad Iqbāl’s Risālah al-Khulūd

☆ محمد إقبال

☆☆ الدكتور فيض الله البغدادي

#### ABSTRACT

In the personalities of Abu al-‘Ala’ al-Ma‘arri and Muhammad Iqbal, where many ideological and literary similarities are found. Both of them artfully excelled on the basis of their superior imagination. And then they preserved it word by word for the generations in the form of a book. Abu al-‘Ala’ al-Ma‘arri preserved his thoughts in a treatise Resalat Al-Ghufran (The Epistle of Forgiveness) in a prose style while Muhammad Iqbal hoarded his words in a poetic fashion in his Javid Nama (Book of Eternity). In this article, where I have introduced both these masterpieces (magnum opuses), I have also indicated few common points and variant aspects, so that both the books can easily be compared by the reader, and as a result he can draw benefits from the respective compilations.

**Keywords:** Abu al-‘Ala’ al-Ma‘arri, Muhammad Iqbal, similarities.

إنّ فكرة رحلة الروح الخياليّة، والسير إلى الأفلاك، تعدّ فكرة قديمة قدم الحضارة الإنسانية، ومشاركة بين الشعوب والأمم في التاريخ الإنسانيّ. ونجد فكرة الرحلة هذه في الأدب الفارسيّ، كما في سير العباد لسنائيّ، ومنطق الطير للعطار، ومصباح الأرواح للكرمانيّ، وسبعة الأودية لبهاء الله وأخيرًا جاويد نامه أو «رسالة الخلود» لشاعر الشرق مُحمد إقبال. وفي الأدب العربيّ كان «المعراج النبويّ» أول نصّ دينيّ يحكي قصّة رحلة النبي محمّد

☆ الباحث بمرحلة الدكتوراة بجامعة المنهاج، لاهور

☆☆ الأستاذ المساعد، بالقسم العربي، جامعة المنهاج، لاهور

ﷺ إلى العالم الغلوي والغيبّي، وجاء بعده معراج أبي يزيد البسطاميّ، ورسالة حي بن يقظان لابن طفيل، ورسالة الغفران، لأبي العلاء المعرّيّ.

والمعراج النبويّ له جانبان، أحدهما: جانب دينيّ، والآخر: جانب أدبيّ. ومن المعلوم أنّ الجانب الذي يعيننا هنا هو الجانب الأدبيّ، ولا نتطرق إلى جانبه الدّينيّ. فمن النّاحية الأدبيّة له نرى أنّ الأدباء والشّعراء والصوفيّة استمدّوا عبر التاريخ فكرة المعراج من آية الإسراء وقصّة المعراج النبويّ، وكتبوا في ضوئها كتبًا، ودوّنوا دواوين، ونهجوا فيها منهج المعراج، وأرسلوا أنفسهم أو أصدقاءهم إلى المعراج على سبيل الخيال، وسخّلوا خيالهم في صور أدبية شعريّة ونثرًا. وأتّهم جعلوا هذه الكتب وتلك الدّواوين سبيلًا لإظهار مقدرتهم اللغوية والأدبيّة، وإبراز معرفتهم بالتاريخ، ووسيلة للتعبير عن فلسفتهم الدّينيّة، فمن أشهرهم: أبو العلاء المعرّيّ أبرز الشعراء العرب، والشاعر الإيطاليّ الشهير «دانتي الغيري» وشاعر شبه القارة الهندية والباكستانية مُحَمَّد إقبال.

وقد بيّن الدكتور طه حسين تفكير كلا الشاعرين - أعني المعرّيّ وإقبال - في معجزة الإسراء قائلا:

”والغريب أنّ الرّجلين اشتراكا في هذا التّفكير المتّصل بالملأ الأعلى. وكلاهما فكّر في هذه المعجزة التي جاءت في القرآن، وهي معجزة الإسراء، فكّر هذا كلاهما، وحاول كلاهما أن يسري كما أسري بالنبيّ ﷺ“،<sup>(1)</sup>

لقد فكّر أبو العلاء في الحنّة وفكّر في النّار واشتهى على أن يسبح في الحنّة والنّار، وأن يكون متفرّجًا، وأن يتحدّث إلى النّاس عن الحنّة والنّار، وعمّا يكون في الحنّة والنّار، فألّف «رسالة الغفران» وصاحبنا الذي نذكره اليوم مكبّرّين له مُجلّين أبي هو أيضًا إلا أن يعرج في السّماء كما عرج مُحَمَّد ﷺ. ولكن كلا الرّجلين عرجا إلى السّماء في خيالهما. والعلامة إقبال يشاهد السّماوات ويتّخذ له من هذه الزّيارة دليلا من المُتصوِّفة هو جلال الدّين الرّوميّ فيلاحظ ويشاهد القمر، ويزور المريخ، ويزور كواكب أخرى كثيرة.<sup>(2)</sup>

ثمّ يستنتج الدكتور طه حسين من هذه الرّحلة الخياليّة ملامح شخصيّة كُُلّ من المعريّ ومحمد إقبال، كما يذكر وجوه التباين والاختلاف بين كلا الشاعرين عندما يقول:

(1) طه حسين، (٢٠١٢م)، تجديد ذكرى أبي العلاء، مؤسسة هندواي للتعليم والثقافة، القاهرة. ص: ٢٣٦-٢٣٨

(2) أظهر، ظهور أحمد، (الدكتور)، (دون السنة)، إقبال العرب على دراسات إقبال، المكتبة العلمية، باكستان. ص: ٣٧-٣٨

”مهما يكن من شيء فقد طوّف إقبال في السّماوات كما طوّف فيها أبو العلاء. لكن النتيجة لهاتين الزّيارتين مُتناقضة عند الرّجلين أعظم التّناقض. فأما أبو العلاء فعاد من زيارته للحنان والنّار ساحرًا منكراً يوشك أن يخرج عن الدّين. وأمّا إقبال فعاد من زيارته مؤمناً متّعظاً معتبراً، يريد أن يملأ الدّنيا موعظة وعبرة بعد هذه الزّيارة إلى هذه السّماوات“،<sup>(٣)</sup>

وفي الصفحات التالية سَنُوضّح التّعريف برسالة الغفران للمعرّي أولاً، والتّعريف برسالة الخلود لمحمّد إقبال ثانياً. كما نذكر باختصار محتويات كلّ رسالة منهما. ثم نقوم في النّهاية بالمقارنة بين كلا الرّسالتين، وتوضيح القواسم المشتركة والمختلقة التي توجد بين رسالة كل واحد منهما.

### التّعريف برسالة الغفران

لقد عدّ كثير من الأدباء رسالة الغفران لأبي العلاء من أعظم كتب التّراث العربيّ التّقدي، الكتاب الذي أحدث ضجّة كبرى في الأوساط الأدبية، وعلّق عليه كثيرٌ من العلماء والأدباء تعليقاتٍ شتّى، كما قاموا بحلّ غوامضها وتوضيح مشكلاتها، ويقال:

”إنّ كتاب ”الكوميديا الإلهية“ لدانتي -الكاتب الإيطالي المعروف- مأخوذة من رسالة الغفران، وهي من أهمّ وأجمل مؤلّفات المعرّي، وقد كتبها ردّاً على رسالة أحد معاصريه في حلب، يدعى عليّ بن منصور الحلبيّ، والذي يُعرف بابن القارح“،<sup>(٤)</sup>

وهي رسالة ذات طابع روائيّ حيث جعل المعرّي من ابن القارح بطلاً لرحلة خياليّة أدبيّة عجيبة يحاور فيها الأدباء والشّعراء واللّغويين في العالم العلويّ، وقد بدأها المعرّي بمقدمة وصف فيها رسالة ابن القارح وأثرها الطيّب في نفسه فهي كلمة طيّبة أصلها ثابت وفرعها في السّماء، ثم استرسل بخياله الجامح إلى بلوغ ابن القارح للسّماء العليا بفضل كلماته الطيّبة التي رفعته إلى الجنّة فوصف حال ابن القارح هناك مزوّداً الوصف بآيات قرآنيّة وآيات شعريّة يصف بها نعيم الجنّة، وقد استقى تلك الأوصاف من القرآن الكريم مُستفيداً من معجزة الإسراء والمعراج، أمّا الأبيات الشعريّة فقد شرحها وعلّق عليها لغويّاً وعروضيّاً وبلاغيّاً.

(٣) طه حسين، (الدكتور)، تجديد ذكرى أبي العلاء، ص: ٢٣٦ - ٢٣٨

(٤) المرجع نفسه.

ويتنقل ابن القارح في الجنة ويلتقي ويحاور عددًا من الشعراء في الجنة من مشاهير الأدب العربيّ، منهم من غفر الله لهم بسبب أبيات قالوها كزهير. وشعراء الجنة منهم: زهير بن أبي سلمى والأعشى وعبيد بن الأبرص، وليبد بن أبي ربيعة، وحستان بن ثابت، والتابعه الذبياني، والتابعه الجعديّ. ثم يوضّح قصّة دخوله للجنة مع رضوان خازن الجنة ويواصل مسامراته الأدبيّة مع من يلتقي بهم من شعراء وأدباء، ثم يعود للجنة مجددًا ليلتقي عددًا من الشعراء يتحلّقون حول مآذبة في الجنة، وينعمون بخيرات الجنة من طيور وحوار عين ونعيم مقيم. ثم يمرّ وهو في طريقه إلى النار بمدائن العفاريّ، فيحاور شعراء الجنّ مثل «أبو هدرش»، ويلتقي حيوانات الجنة ويحاورها ويحاور الحطيئة. ثم يلتقي الشعراء من أهل النار، ومنهم: امرؤ القيس، وعنترة بن شدّاد، وبشار بن برد، وعمرو بن كلثوم، وطرفة بن العبد، والمهلهل، والمرقش الأكبر، والمرقش الأصغر، والشنفرى، وتأبط شرًا وغيرهم. ثم يعود من جديد للجنة ونعيمها.

إلى جانب ذلك كان المعريّ مسرّفًا إسرًا متجاوزًا في العمية اللغويّة، والحري في مضمار الغريب كأنه يكتب لخاصته كما يظن طه حسين<sup>(٥)</sup>، وأنه لم يشأ أن يُطلع الناس، وعامتهم على آرائه الخاصة، ومنازع فكره العجيبة، لكن هذا الغريب النادر أظهر لنا أبا العلاء واسع الاطلاع إلى حدّ لم نألفه عند سواه على الغريب. والجدير بالذكر بأنه جاء بالألفاظ الجديدة التي كانت مواتًا، ومستوفيًا قواعد اللّغة، والشاذّ فيها، متصرّفًا بالاشتقاق.

تحتوي رسالة الغفران على العلوم الكثيرة مثل الشعر، ورواية الشعر، والتاريخ، والأماكن، والقرآن وتفسيره، والحديث ومختلف شؤونه، واللّغة وكلّ ما يتعلّق بها. وجاء أبو العلاء المعريّ ينبش، ويكشف، أو يصحّح أو يفضح.

### التّعريف بجاويد نامه (رسالة الخلود)

إنّ منظومة «جاويد نامه» من أروع أعمال إقبال بالفارسيّة، يمزج فيها تصوّف بالفلسفة والتاريخ. وفيها يقوم جلال الدّين الرّومي بدور المرشد والدليل، ويقود إقبالًا ممثلاً في «زنده رود أي التّهر الخالد»، ويعرج به في عدّة سموات، ثم يشرف بالقرب الإلهي، ويصبح على صلة بالأنوار الإلهيّة. وفي خلال زيارته إلى فلك القمر، ووادي الطّواسين، وسموات الأفلاك: عطارذ والرّهرة والمريخ والمشتري وزحل، وتلك الأماكن فيما وراء الأفلاك، يلتقى بعدد من الشّخصيّات المرموقة من الفلاسفة والصّوفيّة والشّعراء

(٥) طه حسين، (الدكتور)، تجديد ذكرى أبي العلاء، ص: ٢١٨



والملوك والساسة القدامى والمعاصرين، ويتحدّث إليهم في العديد من المشاكل المعقّدة التي يواجهها العالم. ويتّخذ من ذلك سبيلا لتقدم التوجيهات والإرشادات التي تحلّ هذه المشاكل أو تساعد على حلّها. وفي نهاية المثنوي يخاطب ابنه جاويد، رمزًا للشباب عامّة، ويقدم من النصّح إلى «الجيل الجديد» ما يناسب تطلّعاته وحاجاته ودوافعه. (٢)

يُعتبر هذا الديوان التحفة الأدبيّة لمحمد إقبال، وهو عبارة عن شعرٍ «مثنوي» للفلسفة الدنيويّة، ويحتوي على نحو ألفي مقطع شعريّ مزدوج، طبع عام ١٩٣٢م، وأنّه يبرز قوَى الشّاعر الفكريّة وذراها الرّفيعة، وفيه تورية إلى جاويد ابن الشّاعر، ويشتمل هذا الديوان على ثمانية أقسام، وفيها يحكي الشّاعر قصّة سفر في الأفلاك كقصّة دانتي الشّاعر الإيطالي، تبدأ القصّة بمقدمة فيها مناجاة، وفصول أخرى، إلى أن تظهر روح جلال الدّين الرّوميّ، فيشرح أسرار المعراج، وهو دليل الشّاعر في هذه الرّحلة، ثم يأتي «زورابه» وهو روح الرّمان والمكان، فيحمل الشّاعر ودليله جلال الدّين الرّوميّ إلى العالم العلويّ.

وقد نظم إقبال هذه المنظومة الشّعريّة الرّائعة في ألف وتسعمائة وتسعة وخمسين بيتًا من الشّعْر، وتعدّ من أروع أعماله، بل وتعدّ كوميديا إلهيّة شرقيّة، حيث استطاع إقبال من خلالها أن يعبر عن آرائه المختلفة المتعلّقة بالمجتمع الإسلاميّ الذي يعيش فيه.

وهذه المنظومة عبارة عن عمل متكامل مستقلّ يتناول قصّة معراج رُوحيّ عبر الأفلاك يتناول من خلاله الشّاعر ماهيّة حقيقة الخلود للنفس البشريّة بإبداع رائع أكسبها الخلود مثل اسمها. وقد حظيت هذه المنظومة منذ أن نُشرت بالفارسيّة عام ١٩٣٢م بمكانة عالية على مستوى الشرق والغرب.

وقد تُرجم هذا المثنوي من الفارسيّة إلى الإنجليزيّة والإيطاليّة والألمانيّة والتركيّة كما تُرجم إلى الأردية والسنديّة والبشتوية والبنجابيّة. وقد تُرجم الكتاب إلى العربيّة الدّكتور محمّد السعيد جمال الدّين ضمن رسالته التي نال بها درجة الدّكتوراه من قسم اللّغات الشّرقية في كليّة الآداب في جامعة عين شمس، في سبتمبر ١٩٧٢م، ونشر التّرجمة في كتاب بعنوان «رسالة الخلود أو جاويد نامه» في القاهرة في ١٩٧٤م. وكذلك تُرجمه إلى العربيّة شعراً الأستاذ الدّكتور حسين مجيب المصريّ بعنوان «في السّماء»، ونشر في القاهرة، ١٩٧٣م.

وقد اهتمّ بشير أحمد دار بالقسم الأخير من «جاويد نامه» المعنون بـ«خطاب به جاويد» فترجمه إلى الإنجليزيّة، وطبعه في كراتشي في ١٩٧١م مع حواشي المترجم بعنوان (٤):

(٢) معوض، أحمد (الدّكتور)، (دون السنة)، العلامة محمد إقبال، حياته وآثاره. ص: ٢٦٤

(٤) المرجع نفسه، ص: ٢٦٢-٢٦٤

“Address to Javid (A word to the new generation)”

## القواسم المشتركة بين الرسالتين

بعد تعريف بسيط لكلا الرسالتين نذكر الآن القواسم المشتركة بين الرسالتين. وهي كالآتي:

١. كلا الشعاعين فكّر في معجزة الإسراء والمعراج، ثم قام كل واحد منهما بسير الأفلاك والجنة وجهنم في خياله، وكتابة

ما شاهده في هذه الرحلة.

٢. إنّ كتابي «رسالة الغفران» و«جاويد نامہ» يدلّان على طول باع مصنّفيهما في ميدان اللغة والأدب.

وكلا الشعاعين اتّخذ كتابه سبيلا إلى إظهار مقدرته العلميّة والأدبيّة، واللغوية، وإبراز معرفته بالتأريخ، وإلى التعبير عن فلسفته الدينيّة والفكرية.

٣. كلا الشعاعين استشهد بالكلمات والجمل من القرآن والحديث خلال الكلام لتحسين الأسلوب

وتجويده. وأمثلة هذا الاستشهاد كثيرة في الرسالتين. وعلى سبيل المثال نذكر مثالا واحداً من كل رسالة:

فيقول المعريّ عن ندمان الجنة: علماء اللّغة:

”وقد اصطفى له ندامى من أدباء الفردوس: كأخي ثمالة، وأخي دوس، ويونس بن حبيب

الضبيّ، وابن مسعدة الماحشيّ، فهم كما جاء في الكتاب العزيز: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ

مِنْ غِلٍّ بَحْرِيٍّ مِنْ تَحْتِهِمْ أَنْتَهَارُ﴾“<sup>(٨)</sup>

أما استشهاد المعريّ بالحديث فيقول:

”ليست في الأعين كذات أنواط، وذات أنواط، كما يعلم، شجرة كانوا يعظّمونها في

الجاهليّة. وقد روي أنّ بعض النّاس قال: «يا رسول الله، اجعل لنا ذات أنواط كما لهم

ذات أنواط»، (٩). (١٠)

أما استشهاد إقبال بالقرآن فيقول:

”آية تسيّر اندر شان کيست؟ ايس سپر نیلگون حیران کيست؟“

”راز دان علمّ الأسما که بود مست آل ساقی وآل صہبا کہ بود“<sup>(١١)</sup>

(٨) سورة الحجر، ١٥/٤٧-٤٨، والمعريّ، أبو العلاء، رسالة الغفران، تحقيق: د. محمد الإسكندراني ود. إنعام فؤال، ص: ٦٠

(٩) الترمذيّ، أبو عيسى محمد بن عيسى، (دون السنة)، السنن، دار إحياء التراث، بيروت. ٤/٤٧٥، رقم: ٢١٨٠

(١٠) أنظر المعريّ، أبو العلاء، رسالة الغفران، تحقيق: د. محمد الإسكندراني ود. إنعام فؤال، ص: ٤١

”ففي شأنٍ مَنْ نزلت آياتُ التَّسْخِيرِ؟ ومن أجلِّ مَنْ يتَحَيَّرُ هذا الفلكَ الأزرق. من كان عالماً بسرِّ: علِّم الأسماء؟ من كان ثملاً بذاك السَّاقِي وتلك الكأس؟“

فآية التسخير إشارة إلى الآية: ﴿وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ﴾<sup>(١٢)</sup> وأما استشهاده بالحديث فيقول:

”گر تو خواهی من نباشم در میان لی مع الله باز خواص از عین جان“<sup>(١٣)</sup>

«لو أردت أن تزيلني من طريقك، فقل بلسان الروح: «لي مع الله.»»<sup>(١٣)</sup>

”ف«لي مع الله» إشارة إلى الحديث النبوي الشريف الذي قال فيه النبي a: «لي مع الله وقت»،<sup>(١٥)</sup>

٤. كلاهما دخل الجنة وطاف بها. فرواية الغفران تبدأ بالفصل الأول الذي عنوانه «في الجنة» فيذكر المعري في هذا الفصل بأسلوبه البديع مناظر الجنة من الأنهار، وأوان فيها، وندمان الجنة، ونزهة في الجنة، وكذلك طواف ابن القارح على مختلف الشعراء من الأعشى، وزهير، وعبيد، وأبي ذؤيب الهذلي، والتابعين أي نابغة بني جعدة، ونابغة بني ذبيان، وأعشى قيس وغيرهم، ويحضر في مجلس غناء.<sup>(١٦)</sup>

وكذلك يذكر إقبال الجنة في رسالته ويقوم بزيارته في عدة أبيات منها:

”در زبانِ خود چسان گویم که چیست ای جهان نور و حضور و زندگی ست!“<sup>(١٧)</sup>

”بلساني هل أصيب وصفها يا لها نور الحياة يا لها!“<sup>(١٨)</sup>

(١١) إقبال، جاويد نامه، ص: ٨

(١٢) سورة الحاثية، ١٣/٤٥

(١٣) إقبال، جاويد نامه، ص: ٢٦

(١٤) إقبال، رسالة الخلود، ترجمة وشرح وتعليق الدكتور محمد السعيد جمال الدين، ص: ٨٥

(١٥) آلوسي، أبو الفضل شهاب الدين، (دون السنة)، روح المعاني، دار إحياء التراث العربي، بيروت. ٧٣/٢

(١٦) أنظر المعري، أبو العلاء، رسالة الغفران، تحقيق: د. محمد الإسكندراني ود. إنعام فؤال، ص: ١٧٣

(١٧) إقبال، جاويد نامه، ص: ١٣٤

(١٨) المصري، حسين مجيب، (الدكتور)، في السماء، ص: ٢٤٠-٢٤١

۵. كلاهما اتَّخَذَ نخبَةً من الأشخاص الذين لقيهم هناك من المشاهير، من الذين عاصروه أو سبقوا عصره، وحادثهم فيما يهّمهم من الشؤون. وأمثلة هذا كثيرة في الرسائل، لا يسعنا مجال ذكرها كلها هنا.
۶. كلاهما لاقى الشعراء الذين سبقوه وتكلّم عن شعرهم. وأمثلة هذا أيضًا كثيرة في الرسائل، ولكن لقاء المعريّ بهم أكثر بكثير من لقاء إقبال بهم.
۷. كلاهما التقى بإبليس خلال هذا السفر. فيذكر المعريّ في الفصل الخامس من الرسالة أنّ ابن القارح يرى إبليس ويتكلّم معه. وهو يقول:

”فِيَطَّلِعُ فِيرِي إبليس، لعنه الله، وهو يضطرب في الإغلال والسلاسل، ومقامع الحديد تأخذ من أيدي الزبانية. فيقول: الحمد لله الذي أمكن يا عدوّ الله وعدوّ أوليائه! لقد أهلكت من بني آدم طوائف لا يعلم عددها إلا الله.“ (١٩)

وأما إقبال فيقول بهذا الصّدّد:

”گفت رومی خواجه اهل فراق! آں سراپا سوز و آں خونیں ایاق!“ (٢٠)

”قال مولانا أرى شيخ الفراق يتلظى والتّجيع في الدّهاق“ (٢١)

والمراد بخواجه أهل الفراق المذكور في البيت أعلاه هو الشيطان إبليس اللعين.

۸. كلاهما لقي الحور العين في الجنّة. فمثلا يقول المعريّ بهذا الصّدّد:

[[ويخلو، لا أخلاه الله من الإحسان، بحوريتين له من الحور العين، فإذا بمره ما يراه من الجمال...]] (٢٢)

ويقول إقبال بهذا الصّدّد:

”با دل پُر خون رسیدم بر درش يك هجوم حور ديدم بر درش!“ (٢٣)

”دامی القلب إليه قد وصلت وعلى أعتابه حورًا رأيت“ (٢٣)

(١٩) أنظر المعريّ، أبو العلاء، رسالة الغفران، تحقيق: د. محمّد الإسكندرانيّ ود. إنعام فوّال، ص: ١٧٣

(٢٠) إقبال، جاويد نامہ، ص: ١٣٤

(٢١) المصريّ، حسين مجيب، (الدّكتور)، في السّماء، ص: ٢٠٩

(٢٢) أنظر المعريّ، أبو العلاء، رسالة الغفران، تحقيق: د. محمّد الإسكندرانيّ ود. إنعام فوّال، ص: ١٥١

(٢٣) إقبال، جاويد نامہ، ص: ١٨٦

٩. كلا الكاتبين يفيض بالرجاء ويلقن الأمل، فنرى أن المعري يلتقي بكثير من الشعراء العصاة الذين يراهم الجمهور من أهل النار، في الجنة، راجياً من الله سبحانه وتعالى أن يتوب عليهم بسبب عمل أو بتوبة في آخر حياتهم. ونفس الشيء نجده عند إقبال في منظومته، فيقول إقبال: إن الإنسان بسعيه الصحيح يستطيع أن يتغلب على كل المشاكل والمتاعب، وأن يصبح مسيطراً على الزمان والمكان، وأن يحصل على المقام الذي هو ذروة الشرف للبشر، وهو تشرفه بالكلام مع ربه.

١٠. يجد القارئ في «رسالة الغفران» أسلوب كل بطل مظهرًا لشخصيته، فعلى سبيل المثال: يقول المعري في رسالة الغفران: «فيقول (إبليس): بئس الصنّاعة! إنّها تمب غفّة من العيش لا يتسع بها العيال، وإنّما لمزلة القدم، وكم أهلكت مثلك! فهنيئاً لك إذ نجوت، فأولى لك ثمّ أولى! وإنّ لي إليك لحاجة، فإن قضيتها شكرتك يد المنون. فيقول (ابن القارح): «إني لا أقدر لك على نفع، فإنّ الآية سبقت في أهل النار، أعني قوله تعالى: ﴿وَنَادَى أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَزَمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ﴾» (٢٥)

فيقول:

”إني لا أسألك في شيء من ذلك، ولكن أسألك عن خبر تخبرني به: إنّ الخمر حرّمت عليكم في الدنيا، وأحلّت لكم في الآخرة، فهل يفعل أهل الجنة بالولدان المخلّدين فعل أهل القريات“.

فيقول:

”عليك البهلة! أما شغلك ما أنت فيه؟ أما سمعت قوله تعالى: ﴿وَهُمْ فِيهَا أَنْزِلُوا مُطَهَّرَةً وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾» (٢٦)

ونفس الشيء نجده في رسالة الخلود لإقبال فعلى سبيل المثال: أسلوب إبليس المتأجج يدل على ثورة ذهنه. (٢٤) وهكذا كل كلمة من كلمات المبلّغة «قرة العين الطاهرة» دالة على علو همتها وجودة قريحتها، وإخلاصها ومثابرتها وحبها وحماستها التي تزخر لرسالتها التبليغية.

(٢٣) المصري، حسين مجيب، (الدكتور)، في السماء، ص: ٢٨٩

(٢٥) سورة الأعراف، ٥٠/٧

(٢٦) سورة البقرة، ٢٥/٢، وانظر المعري، أبو العلاء، رسالة الغفران، تحقيق: د. محمد الإسكندراني ود. إنعام قوال، ص: ١٧٤

## القواسم المختلفة بين الرسالتين

بعد بيان القواسم المشتركة بين الرسالتين نبين الآن القواسم المختلفة بينهما وهي كالآتي:

١. اتخذ المعريّ نثرًا ذريعة لرسالته وللإخبار عن رحلته الخياليّة إلا أنّه أيضًا جاء بالشعر الكثير في كثير من المواضيع من رسالته، وقلّما تجد صفحة من صفحات رسالة الغفران لا تكون فيها الأبيات الشعريّة. بينما اتخذ إقبال الشعر وسيلة لرسالته وللإخبار عن معراجه الخيالي، ولذا جاءت رسالته بشكل النظم، ولم يذكر من النثر أيّ شيء في رسالته.

٢. إنّ رحلة إقبال الفكرية أقرب إلى المعراج النبويّ بكثير من رحلة المعريّ، لأنّ إقبالًا في رحلته الخياليّة حاول أن يتبع أسوة المعراج النبويّ -على صاحبه أفضل الصلوات والتّسلميات- فإنّه يسير في الكواكب السبعة كما سار النبيّ ﷺ في السموات السبع، وفيها يلتقي بمختلف الأشخاص كما التقى النبيّ ﷺ في عروجه مع الأنبياء الكرام، وتعرّفه روح الرّوميّ بالناس كما عرف جبريل النبيّ ﷺ بساكني السموات، وفي نهاية المعراج تركه روح الرّوميّ كما يترك جبريل النبيّ ﷺ ليتشرف بزيارة الله، ويقدم إقبال للحيل الجديد الفلسفة التي يجيء بها من وراء الأفلاك أتباعًا لرسالة النبيّ ﷺ بينما لا تزيد جولة المعريّ الخياليّة على سير الجنّة والجحيم.

٣. إنّ نصب عيني أبي العلاء في رسالة الغفران هو الحياة بعد الموت ومسائلها، بينما لم يتعرّض لها إقبال، بل ركّز نظره وفكره وقوّه شعره على هذه الحياة الدنيوية ومشاكلها، وعلى بثّ روح العمل في المسلمين، وخلق الثقة والاعتزاز بشخصيّتهم، والإيمان برسالتهم، والطّموح إلى الحرّيّة والقوّه والسيادة، فلا يهتمّ الدّخول في الجنّة أم الجحيم، بل أهمّ شيء عنده أن يملأ هذه الحياة الدنيوية بالهناء الحقيقي وأن يبلغ أمة الرّسول ﷺ رسالة الحياة والقوّه.

٤. إنّ المعريّ لم يكن هو نفسه بطل رحلته، وإمّا أرسل صديقه ابن القارح لزيارة الجنّة والنار وأصحابهما، بينما تشرف إقبال هو نفسه بهذا المعراج الخياليّ.

٥. إنّ ابن القارح ذهب وحيدًا ولم يقتد بأحد من القوّاد الخبراء، فواجه مشاكل عديدة في بداية سفره، مثل ما واجهه في موقف الحشر من المشاكل الكثيرة، ودخوله في الجنّة. بينما اتخذ إقبال لنفسه في هذه الزيارة دليلًا، وهو جلال الدّين الرّوميّ، فلم يواجه أيّة مشكلة في معراجه، فأراد إقبال هنا أن يحنّنا على اتّخاذ قدوة مرشد فيما نجهل

من أمور حياتنا، وديننا، ودينانا، بينما يفتقد هذا الأمر عند المعريّ. وهنا نجد في كلام إقبال إشارة إلى حديث رسول الله ﷺ:

”ما خاب من استشار ولا ندم من استخار ولا عال من اقتصد“<sup>(٢٨)</sup>.

٦. تناول أبو العلاء المعريّ الحشر وأهوال القيامة والصراط خلال معرجه بينما لم يتطرق إقبال لذكر شيء منها.  
٧. أدخل أبو العلاء المعريّ في النار كُلِّ مَنْ كان كافراً في رأيه واعتقاده، وبين حاله فيها، بينما لا يجد قارئ إقبال ذكر النار في «جاويد نامه»، بل يرى المجرمين والظالمين من الناس في بحر الدّم في فلك الرّحل.

٨. بدأ سير ابن القارح عند المعريّ من ميدان الحشر<sup>(٢٩)</sup> ولكن إقبالاً بدأه من تلّ على وجه الأرض.<sup>(٣٠)</sup>

٩. عندما أدرك المعريّ أنّ الحياة متاع الغرور، كره هذا المتاع ونفض منه يده ونقرّ الناس منه، فبقي منطويّاً على نفسه في بيته ينقرّ من الحياة الاجتماعيّة، ويدعو الناس إلى تركها والابتعاد عنها، أمّا إقبال فلا يكره هذا المتاع ولا ينفض منه يده كما لا ينفّر الناس منه، بل يأتي من السّماء برسالة جديدة تحثّ الناس على العمل وتوقظهم من نومهم العميق، وتحثّهم على الاعتراف من هذه الدّنيا، وما فيها بالتي هي أحسن.

١٠. تناول المعريّ الأشخاص ممّن لقيه في الجنّة أو النار واتخذ منهم موضوعاً لبيانه، كقوله: «وينظر الشيخ (ابن القارح) في رياض الجنّة فيرى قصرين منيفين، فيقول في نفسه:

”لأبلغن هذين القصرين فأسأل: لمن هما؟ فإذا قرّب إليهما، رأى على أحدهما مكتوباً:

«هذا القصر لزهير بن أبي سلمى المزنيّ»، وعلى الآخر: «هذا القصر لعبيد بن الأبرص

الأسدي» فيعجب من ذلك ويقول: هذان ماتا في الجاهليّة، ولكنّ رحمة ربّنا وسعت كلّ

شيء، وسوف أتمس لقاء هذين الرّجلين، فأسألهما: بم غفر لهما؟...»<sup>(٣١)</sup>

ولكنّ إقبالاً لم يتناول هذا الموضوع بل تناول القضايا المعاصرة العالميّة وجعلها موضوع شعره.

(٢٨) الطّبراني، أبو القاسم سليمان بن أحمد، (١٥٤١٥هـ)، المعجم الأوسط، القاهرة: دار الحرمين، ٦/٣٦٥، رقم: ٦٦٢٧

(٢٩) المعريّ، أبو العلاء، رسالة الغفران، تحقيق: د. محمّد الإسكندرانيّ ود. إنعام فوّال، ص: ١٢٢

(٣٠) راجع للنصّ الفارسيّ: محمّد إقبال، جاويد نامه، ص: ١٨-١٩

(٣١) المعريّ، أبو العلاء، رسالة الغفران، تحقيق: د. محمّد الإسكندرانيّ ود. إنعام فوّال، ص: ٧١

۱۱. يستعير المعرّي أبيات الشعراء الآخرين حتى لا يملّ ولا يسأم القارئ من طول المقال والأسلوب الموحد. وأمثلة هذا كثيرة جداً في رسالة الغفران، ولكن إقبالاً لم يستعر أبيات الشعراء الآخرين في رسالته بل أشار في موضعين إلى مصرعين، أحدهما لبیت قاله عنتره بن شدّاد، والثاني لبیت قاله الرومي. وهما:

”اے ترا اندر دو چشم ما وثاق مہلتے إن كنت أزمعت الفراق“،<sup>(۳۲)</sup>

”تسکنان بین جفیننا الحداقا مهلة إن كنت أزمعت الفراق“،<sup>(۳۳)</sup>

فأشار بـ«إن كنت قد أزمعت الفراق» إلى مصرع بیت قاله عنتره بن شدّاد.

وكذلك قوله:

”بأنسیم آواره بودم در نشاط بشنو از نے، می سرودم در نشاط“،<sup>(۳۴)</sup>

”في «نشاط» سرت في ركب النسيم وتلوت شعر «مولانا» العظیم“،<sup>(۳۵)</sup>

فأشار بـ«بشنو از نے» إلى مصرع بیت قاله الرومي في منظومته الشهيرة. وهو: «بشنو از نے چوں حکایت می

کند».

۱۲. إنّ ابن القارح لا يقابل في الجنّة إلا بعض الشعراء والأدباء ولكن إقبالاً بنحده يمرّ في جولته الخياليّة بمنازل كثيرة يلتقي فيها بشخصيات مرموقة من الماضي من أصحاب الدّيانات، والفلاسفة، وقادة الفكر، والصّوفيّة، والشعراء، والملوك، والساسة القدامى والمعاصرين، مثل «غوثم بده» و«زرتشت» و«برتری هري» و«وشواتر» وغيرهم. إنّهم وإن كانوا قواد الدّيانات الأخرى ولكنهم عظماء من الناحية الإنسانيّة في رأيه، فقدّم أفكارهم وآراءهم التي تتماشى مع أفكاره، وهنا تلمع سعة فكر إقبال وعدم انخيازه.

۱۳. إنّ أبا العلاء المعرّي لم يقدّم فلسفة الحياة أو رسالة الحياة الخالدة خلال تناول هذا الموضوع، بينما بلغ إقبال إلى الناس رسالة الحياة الخالدة، وذلك أنّ الإنسان لو أدرك حقيقته فلا قيمة لهذه الأشياء الماديّة أمامه، بل تصبح هذه الأفلاك واللّوح والقلم تحت سيطرته.

(۳۲) إقبال، جاويد نامه، ص: ۵۶

(۳۳) المصري، حسين مجيب، (الدكتور)، في السماء، ص: ۸۸

(۳۴) إقبال، جاويد نامه، ص: ۱۶۱

(۳۵) المصري، حسين مجيب، (الدكتور)، في السماء، ص: ۲۴۹



١٤. يقوم ابن القارح بزيارة الجنة والنار، ثم يرجع، بينما لا ينتهي إقبال إلى هذا الحد، بل يعرج مزيداً حتى تتركه روح مرشده.

١٥. إن إقبالاً في نهاية معراجه يتشرف بقرب الحضرة الإلهية ويشكو بثه، بينما ابن القارح لا يعرج إلى الحضرة الإلهية، ولا يتشرف بقرعها. ويظهر من هنا فرق كبير بين مكانة ابن القارح وبين مكانة «زنده رود». فالأول نجده باذلاً جهوده المصنوية للدخول في الجنة، وهو يقول بعد دخوله في الجنة: «وكان مقامي في الموقف مدة ستة أشهر من شهور العاجلة، فلذلك بقي عليّ حفظي ما نرفته ولا نهمه تدقيق الحساب»<sup>(٣٦)</sup> بينما إقبال فنراه متشرفاً بتقرب الحضرة الإلهية.<sup>(٣٧)</sup>

١٦. إن ابن القارح رجل عاديّ انتهازيّ فلذا نجده أحياناً يريد أن يخدم سدنة الجنة بما كان يخدم به الناس في الدنيا من الشعر، فينشئ القصائد الطوال في مدح رضوان. وأحياناً يمدح عليّاً وفاطمة- رضي الله عنهما- بينما تطلب الملائكة والخور من «إقبال» إنشاد شيء من شعره فتقول حوراء عندما يريد إقبال أن يغادر الجنة إلى العلى: «شيوه ها داری مثال روزگار یک نوائے خوش دروغ از مامدار»<sup>(٣٨)</sup>

«إنّ لديك خصالاً متنوّعة كتنوّع الزّمان فلا تبخل علينا بأنشودة خلّابة».

١٧. يقوم ابن القارح بزيارة نبيّين من الأنبياء عليهما السلام بينما لا يزور إقبال أحداً منهم.

١٨. يزور ابن القارح بعض أصحاب النبيّ ﷺ وأهل بيته، مثل حمزة عمّه، وعليّ صهره، وفاطمة بنته، وإبراهيم ابنه، وخديجة بنت خويلد وزوجه، وحسّان بن ثابت شاعره رضي الله عنه بينما لم يزر إقبال أحداً منهم.

١٩. واجه ابن القارح مصائب كثيرة، وبذل جهوداً لدخوله الجنة بينما دخل إقبال الجنة مباشرة دون مواجهة هذه المصائب.

٢٠. من المعروف أنّ الجنة لا يدخلها إلا الجنّ والإنس، وأنّ المخلوقات الأخرى تحاسب وتغنى، ولكنّ المعريّ ابتكر هذه الفكرة العجيبة بأنّ المخلوقات الأخرى مثل الأسد والحيات مستحقّة بالجنة وتدخلها بأعمالها الحسنة، فإنّه يرى الأسد والحيات في الجنة. مثلاً يقول: «ثم يضرب سائراً في الفردوس، فإذا هو بروضة مؤنقة، وإذا هو

(٣٦) أنظر المعريّ، أبو العلاء، رسالة العفران، تحقيق د. محمد الإسكندرانيّ ود. إنعام فول، ص: ١٢٢ وما بعدها

(٣٧) أنظر إقبال، جاويد نامه، ص: ١٨٨ وما بعدها

(٣٨) إقبال، جاويد نامه، ص: ١٨٧

بحیّات يلعبن ويتماقلن، فيقول «ابن القارح»: لا إله إلا الله! وما تصنع حيّة في الجنة؟!...»<sup>(٣٩)</sup> ولم نجد مثل هذه الظاهرة في منظومة إقبال: جاويد نامہ.

٢١. كان المعريّ أوّل من فكّر بإرسال البشر العادين في الرّحلة الخياليّة إلى العلى، ولسنا نبالغ إذا قلنا: إنّ التّوافذ الكبيرة التي فُتحت على الأدب العربيّ كان المعريّ من أهمّ فاتحيها. وأنّ معراجه مهّد فيما بعد لظهور كثير من المعراجات على غرارها في العالم الإسلاميّ والغربيّ على حد سواء.

٢٢. يجد ابن القارح في رحلته هذه نفرًا من الجنّ ويحدث واحدًا منهم، فيقول المعريّ: «فيركب «أي ابن القارح» بعض دوابّ الجنة ويسير، فإذا هو بمدائن ليست كمدائن الجنّة، ولا عليها النور الشّعشعائيّ، وهي ذات أدحال وغماليل. فيقول لبعض الملائكة: «ما هذه يا عبد الله؟» فيقول: «هذه جنّة العفاريث الذين آمنوا بمحمّد، ﷺ، وذكروا في الأحقاف، وفي سورة الجنّ، وهم عدد كثير.»<sup>(٤٠)</sup>

بينما لا يهّم إقبالًا إلاّ الإنسُ وصلاتهم، فلا يتوجّه إلى الجنّ ولا إلى المخلوقات الأخرى غير الإنسان.

٢٣. لم يلتق ابن القارح خلال زيارته الجنّة والتّار بالملائكة إلاّ خازن الجنّة، بينما تكلم إقبال معهم وسمع أناشيدهم وأسمعهم شعره.<sup>(٤١)</sup>

٢٤. إنّ المحرّك لكتابة رسالة الغفران هو الرّدّ على رسالة صديق فقط، بينما قصد إقبال بني نوع الإنس وفلاحهم وإيقاظ المسلمين وإشغال قلوبهم إيمانًا وحماسة وطموحًا إلى حياة الشّرف والاستقلال والسّيادة والحكم، ومن أجلهم كتب هذه الرّسالة.

٢٥. كان إقبال قد قرأ كتاب «رسالة الغفران» وكتب المعريّ الأخرى قبل كتابة «جاويد نامہ»، وكانت أفكارها وموضوعاتها في ذهنه وقت كتابة «جاويد نامہ». وهذا ما يظهر من تلك المنظومة التي أوردتها في كتابه «بال جبريل» أي «جناح جبريل» تحت عنوان: «أبو العلاء المعريّ»<sup>(٤٢)</sup>

بينما لا نجد عن المعريّ بأنّه قرأ كتابًا مثل رسالة الغفران قبل كتابة هذه الرّسالة.

(٣٩) المعريّ، أبو العلاء، رسالة الغفران، تحقيق د. محمّد الإسكندراني ود. إنعام فوّال، ص: ١٢٢-١٢٧

(٤٠) المعريّ، أبو العلاء، رسالة الغفران، تحقيق د. محمّد الإسكندراني ود. إنعام فوّال، ص: ١٢٢-١٥٦

(٤١) أنظر إقبال، جاويد نامہ، ص: ١٨٨-١٩٦

(٤٢) إقبال، (دون السنة)، كليات إقبال أردو، ديوان بال جبريل، شيخ غلام علي ايند سنز، لاهور. ط: ٣، ص: ١٥٦-١٥٧

۲۶. نجد المعريّ في رسالة الغفران باذلا عنايته على مناظر الجنة والنار، ومما لا شكّ فيه أنّ تصوير هذه المناظر خلّاب وجذاب ومؤثّر جدًّا، ولكنّ إقبالاً لا يلفت نظر قارئه إلى هذه المناظر، بل إلى حقائق الحياة وأسرارها في صورة حكيمة حيث تظهر أبياته الشعريّة كأثما درر منظومة.

۲۷. وجه المعريّ إلى مخاطبيه الأسئلة المتعلقة بهم وبشعرهم ومغفرتهم، وأمثلة هذا كثيرة في الرسالة بشكل المكالمات بين ابن القارح وبين الشعراء وغيرهم ممّن لقيهم في الجنة والنار، بينما يتحدّث إقبال إليهم في العديد من المشاكل المعقّدة التي يواجهها العالم، ويتخذ من ذلك سبيلاً لتقديم التوجيهات والإرشادات التي تحلّ هذه المشاكل أو تعين على حلّها.

۲۸. كان الكتاب في عصر المعريّ يحاولون أن يستخدموا المحسنات البديعيّة والزينة اللفظيّة. والأسلوب الشائع في تلك الفترة كان يميل إلى الزخرفة والزينة. فكان همّ المعريّ، خلال كتابته أن يتصدّد اللفظة الرثانة كما يتصدّد العواص من أعماق اليمّ اللؤلؤ والمرجان على أنّ غرابة بعض ألفاظها تحول بين قارئه وبين دخول فردوسه الأديبيّ البهيج<sup>(۳۳)</sup> كقولته:

”وما اعتصر بصرخد أو أرض شبام، لكلّ ملك غير عمام؛ وما تردّد ذكره من كميت بابل  
وصريفين واتخذ للأشراف المنيفين؛ وما عمل من أجناس المسكرات، مفوقات للشارب  
وموكرات، كالجعة؛ والبتع، والمزر، والستكركة ذات الوزر؛ وما ولد من النّخيل، لكرتم يعترف  
أو بخيل؛ وما صنع في أيّام آدم وشيث، إلى يوم المبعث من معجل أو مكيث؛ إذ كانت  
تلك النّطفة ملكة، لا تصلح أن تكون برعاياها مشتبكة“،<sup>(۳۴)</sup>

بينما جاءت رسالة «جاويد نامه» محكمة الألفاظ حتّى لا إحكام بعده، مفعمة بالمعاني المفهومة في كلّ بيت حتّى لقد يتناول الحقبة بما جرى فيها من عظيم الحوادث مجموعة في كلمات.

۲۹. طاف كلاهما في السماوات ولكن النتيجة لهاتين الزيارتين متناقضة عند الرّجلين أعظم التناقض، فأما أبو العلاء المعريّ فعاد من زيارته للحنان والنار - حسب رأي الدكتور طه حسين - ساحراً منكرًا يوشك أن يخرج

(۳۳) كيلاني، كامل، (۱۹۴۴م)، على هامش الغفران، مكتبة المعارف، الرياض. ص: ۶.

(۳۴) المعريّ، أبو العلاء، رسالة الغفران، تحقيق د. محمد الإسكندراني ود. إنعام فوّال، ص: ۴۹-۵۰.

على الدّين. وأما إقبال فعاد من زيارته مؤمناً متّعظاً معتبراً يريد أن يملأ الدّنيا موعظة وعبرة بعد هذه الزّيارة إلى هذه السّموات. (٣٥)

٣٠. نجد غلبة المواد الأسطوريّة في رسالة الغفران، بينما لا نجدها عند إقبال إلا قليلاً.

٣١. لم يعط أبو العلاء المعريّ رسالة جادة لبني آدم، بينما أعطى إقبال رسالة جامعة وجادة للشّباب يستطيع كلّ شابٍّ أيّاً كان وإلى أيّ مذهب ينتمي أن يجعلها لائحة حياته. (٣٦)

٣٢. لم يتعرّض أبو العلاء المعريّ للحياة وقضاياها إلا قليلاً، إنّه اقتصر على مغفرة النّاس وعدم مغفرتهم بينما يصرف إقبال عنايته إلى المسائل المتعلّقة بالحياة مثل: ما الحياة؟ ما العشق؟ ما العلاقة بين العشق والعقل؟ ما الدّين؟ ما الحقّ؟ ما القدر؟ وما إلى ذلك.

٣٣. يجد قارئ المعريّ أصحاب الجنّة يتخاصمون ويتشاجرون رغم أن كتاب الله يقول: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍّ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ﴾ (٣٧) فإنّ المعريّ يصف المشاجرة التي تقع بين التّابغة الجعدي وبين الأعشى في الجنّة وهي تمثّل شجاراً عنيقاً بين شخصيتين من أكبر شخصيات العرب إذ يقول الأعشى للجعدي:

”وإنّ بيتاً ممّا بنيتُ ليعدل بمائة من بنائك! وإن أسهبْتُ في منطقتك فإنّ المسهب كحاطب اللّيل وإنيّ لفي الجرثومة من ربيعة الفرس وهل جعدة إلا رائدة ظليم نفور! أتعبرني مدح الملوك يا جاهل على ذلك، لهجرت إليه أهلّك وولّدك؟ ولكنك خلقت جباناً هداناً، لا تدلج في الظلماء الدّاجية، ولا تمجر في الوديقة الصّاحدة...“

فيجيبه الجعدي- مغضباً:

”أسكت، يا ضلّ بن ضلّ، فأقسم إنّ دخولك الجنّة من المنكرات، ولكنّ الأفضية جرت كما شاء الله، لحقّك أن تكون في الدّرك الأسفل من النّار! ولقد صلّي بها من هو خير منك! ولو جاز الغلط على ربّ العزّة، لقلت إنّك قد غلّط بك... ويثب نابغة بني جعدة على أبي بصير، فيضربه بكوز من ذهب“، (٣٨)

(٣٥) أظهر، ظهور أحمد (الدكتور)، إقبال العرب على دراسات إقبال، ص: ٣٧-٣٨

(٣٦) جشتي، سليم يوسف (الأستاذ)، شرح جاويد نامه، ص: ٨٣

(٣٧) سورة الأعراف، ٤٣/٧

(٣٨) المعريّ، أبو العلاء، رسالة الغفران، تحقيق د. محمّد الإسكندراويّ ود. إنعام فوّال، ص: ١٠٧-١٠٨

٣٤. إنَّ المعريَّ ابتكر فكرة بأنَّ الآثم الذي يواظب على ارتكاب إثم خاصّ في الدنّيا كمُدمن الخمر، يدخل الجنّة ولكن يجرم منها في الجنّة، فهذا الأعشى الشّاعر الجاهلي الذي يلقاه ابن القارح في الجنّة يخبره كيفيّة دخوله بها: "قد كنت أومن بالله والحساب، وأصدق بالبعث وأنا في الجاهليّة الجاهلاء... فذهب عليّ" إلى النبيّ ﷺ فقال: يا رسول الله ﷺ، هذا أعشى قيس، قد رُوي مدحه فيك وشهد أنّك نبيّ مرسل. فقال: هلا جاء في الدار السّابقة؟ فقال عليّ ﷺ: قد جاء ولكن صدّته قريش وجّهه للخمر. فشفع لي، فأدخلت الجنّة على أن لا أشرب فيها خمراً فقرّرت عيناى بذلك، وإنّ لي منادح في العسل وماء الحيوان. وكذلك من لم يتب من الخمر في الدنّيا لم يسقها في الآخرة" (٣٩)

٣٥. إنّ رسالة إقبال تحمل في طياتها غاية جادّة وهدفاً سامياً وغرضاً نبيلاً، ألا وهو إصلاح البشر وإيقاظ الأئمة المسلمة من سباتها العميق بينما لا يريد مصنّف رسالة الغفران من كتابتها إلا السّخريّة، وحسبنا أن نقرأ خلاصة القصّة الطويلة التي ساقها أبو العلاء بشأن دخول ابن القارح في الجنّة.

قام هذا الرّجل من قبره يوم القيامة فلبث في الموقف مدّة طويلة، حتّى أعياه الحرّ والظّمأ، وهو واثق بدخول الجنّة لأنّ معه صك التّوبة، فلم يفهم معنى الانتظار ففكّر في أن يحدّع سدنة الجنّة بما كان يحدّع به النّاس في الدنّيا من الشّعْر، فأنشد القصائد الطّوال في مدح رضوان وأنشده إيّاها فلم يفهم منه شيئاً، لأنّه لا يتكلّم بالعربيّة، فلمّا يئس منه ابن القارح سأله: ما بالك لم تحفل بقصائدي وقد كان يحفل بها ملوك الدنّيا؟... فلمّا صار إلى باب الجنّة بعد جهد عنيف قال له رضوان: هل معك من جواز؟ فقال: لا، فقال: لا سبيل للدّخول إلا به فعي بالأمر، وعلى باب الجنّة من داخل شجرة صفصاف فقال: أعطني ورقة من هذه الصّفصافة، حتّى أرجع إلى الموقف فأخذ عليها جوازاً، فقال: لا أخرج شيئاً من الجنّة إلا بإذن من العليّ الأعلى (تقدّس وتبارك). فلمّا ضجر بالنّازلة قال: ﴿إِنَّا لِلّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾ (٥٠) لو أنّ للأمير أبي المرحى خازناً مثلك، ما وصلت أنا ولا غيري إلى درهم من خزانته. فهذه الصّور التي تمثّلها هذه القصّة الصّغيرة تبيّن مقدار ما تشتمل عليه رسالة الغفران من السّخريّة الخفيّة وأمثالها كثيرة. (٥١)

(٣٩) المعريّ، أبو العلاء، رسالة الغفران، تحقيق د. محمّد الإسكندرانيّ ود. إنعام فوّال، ص: ٧٠-٧١

(٥٠) سورة البقرة، ١٥٦/٢

(٥١) طه حسين (الدّكتور)، تجديد ذكرى أبي العلاء، ص: ٢٣٦-٢٣٨

هذه هي القواسم المشتركة والقواسم المختلفة بين الرسائل بين رسالة الغفران لأبي العلاء المعري ورسالة الخلود للعلامة محمد إقبال. ولاحظنا أن القواسم المختلفة بينهما أكثر من القواسم المشتركة بينهما. ولكننا لا نستطيع أن نفضّل رسالة على أخرى بل لكلّ واحدة منهما أهميّة وميزات خاصّة بها.



## المصادر والمراجع

١. القرآن الكريم
٢. آلوسي، أبو الفضل شهاب الدين، (دون السنة)، روح المعاني، دار إحياء التراث العربي، بيروت
٣. أظهر، ظهور أحمد (الدكتور)، إقبال العرب على دراسات إقبال، المكتبة العلمية، لاهور، باكستان.
٤. إقبال، (دون السنة)، رسالة الخلود، ترجمة وشرح وتعليق الدكتور محمد السعيد جمال الدين.
٥. إقبال، (دون سنة الطبع)، كليات إقبال أردو، ديوان بال جبريل، شيخ غلام علي ايند سنز، لاهور، باكستان
٦. الترمذيّ، أبو عيسى محمد بن عيسى السلميّ، (دون سنة الطبع). السنن، دار إحياء التراث، بيروت.
٧. جبر، رجاء عبد المنعم، (١٩٩١م). رحلة الروح بين ابن سينا وسنائي ودانتي، مكتبة الشّباب، القاهرة
٨. حشقي، سليم يوسف، (دون السنة)، شرح جاويد نامه.
٩. الرّيات، أحمد حسن، (١٩٩٣م)، تاريخ الأدب العربي، دار المعرفة، بيروت، لبنان
١٠. الطّبراني، أبو القاسم سليمان بن أحمد، (١٤١٥هـ). المعجم الأوسط، دار الحرمين، القاهرة.
١١. طه حسين، (الدكتور)، (٢٠١٢م)، تجديد ذكرى أبي العلاء، مؤسسة هنداوي للتعليم والثقافة، القاهرة.
١٢. كيلاني، كامل، (١٩٤٤م)، على هامش الغفران، مكتبة المعارف، الرياض
١٣. المعريّ، أبو العلاء، (دون السنة)، رسالة الغفران، تحقيق د. محمد الإسكندرانيّ ود. إنعام فوّال.
١٤. معوض، أحمد (الدكتور)، (دون سنة الطبع). العلامة محمد إقبال، حياته وآثاره.
١٥. مكّي، الطّاهر أحمد (الدكتور)، (١٩٩٣م). امرؤ القيس حياته وشعره، دار المعارف، القاهرة.
١٦. ايليا حاوي، (١٩٧٠م). التّابغة سياسته وفنّه ونفسيته، بيروت